هذا کتابنا ینطق بالحق

فلسفة الاسلام

جلد ۴

فن ہیئت

مصنفہ معین العلماء علامہ ہندی مولانا سید احمد صاحب مجتہد العصر مصنف
نہایۃ الاسلام وغیرہ ابن حضرت شمس العلماء مولانا سید محمد ابراہیم صاحب طاب ثراہ

بفرمائش حامی دین ناصر علماء و مجتہدین سرکار آنریبل حاج نواب فتح علیخاں صاحب
بہادر قزلباش بالقابہ

ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء

اثنا عشری پریس واقع آغا میر لکھنؤ باہتمام [illegible] داؤد علی [illegible] طبع شد

باب پہلا ماہیت افلاک مین

ا۔ متقدمین فلاسفہ کا خیال ہے کہ افلاک ایک سخت جرم ہین نہ ہلکے ہین نہ زیادہ بھاری ہین نہ اُنمین خرق والتیام ممکن ہے نہ کمی زیادتی نہ کون وفساد وزوال نہ کسی صفت مین اُسکے تغیر ہو سکتا ہے سب باقی و سرمدی ہین ہمیشہ متحرک رہین گے اسیطرح سے وہ اجرام جو افلاک مین ٹھکے ہوئے ہین مثل چاند سورج و دیگر کواکب کے یہ سب اجسام کروی ہین جو جوہر فلکی کی جنس سے ہین اور جوہر فلکی وہ جوہر ہے جو کون وفساد نہین قبول کرتا نتیجہ یہ ہے کہ کل اجرام فلکیہ کون وفساد نہین قبول کرتے اور سب ابدی و سرمدی ہین۔

افلاک کی دو قسمین کی ہین کلی جو بہت بڑے بڑے افلاک ہین اور مرکب ہین چھوٹے فلکون سے اور جزئی چھوٹے فلک ہین جنسے افلاک کلیہ کی ترکیب ہوئی ہے اسی بنا پر تعداد افلاک مین اختلاف ہے۔

اُوڈکیوس" ۲۳ فلکون کا قایل ہے " کالیوس" ۳۰ فلکون کا قایل ہے " جومونابوبس" ۳۳ کہتا ہے۔" ارسطو" ۴۷ " فراسکاتور" ۷۰ کا قایل ہے۔

یہانتک یونانیین نے مبالغہ کیا ہے صفات فلک مین کہ اُسکی حرکت کو ارادی حرکت کہا ہے اور اجرام فلکی کو ذی روح اور صاحب حیات قرار دیا ہے حتے کہ کہتے ہین فلک حیوان کامل بے سر اور دم کا ہے نہ اُسکو اشتہا ہوتی ہے نہ غضب مین آتا ہے

ہیئت جدیدہ مین کوئی فلک کا قایل نہین ہے اُنکے نزدیک فلک مدارات فرضیہ کا نام ہے ہر ستارہ فضا مین متحرک ہے اور وہم اس حرکت کیواسطے ایک خط وہمی فرض کرتا ہے جو مدار کہلاتا ہے متاخرین اسیکو فلک کہتے ہین عالم جسمانی آفتاب ہو یا ماہتاب ثوابت ہون یا سیارات سب [illegible] آتا۔ ایک ایسا زمانہ تھا جسمین نہ آفتاب تھا نہ ماہتاب

نہ زمین نہ سیارات نہ ثوابت کروڑون اور لاکھون سال کے بعد رفتہ رفتہ ہر شے
وجود مین آئی ایک زمانہ انکے فنا کا بھی ہوگا نہ یہ ہمارا شمس ہوگا نہ قمر ہوگا نہ دیگر
کواکب ہونگے اس حدوث و فنا کو سدیمون کی بحث مین ثابت کیا ہے اگرچہ
اختلاف اس بارے مین ہے کہ کیونکر ہر شے کی خلقت ہوئی لیکن اصل مسئلہ حدوث
مین کسی نے بھی اختلاف نہین کیا ہے نہ اُسکے زوال و فنا مین کسیکو اختلاف ہے
ان حکما نے زمین کے حالات دیکھکر اُسکی پوری تاریخ لکھی ہے اور اُسکے گذشتہ
و آیندہ حالات اور خلقت کی کیفیت اور زمانہ تکون زمین اور ابتداے حالت
اور اُسکی بعد کی کیفیت اور زمانہ معموری و آبادی زمین پہاڑون کی عمر نباتات کی
کیفیت کہ کب روئیدگی ہوئی اور کیونکر ہوئی کب ذیروح کا وجود ہوا اور کیونکر ہوا
انسانی خلقت کب ہوئی اور کیونکر ہوئی۔ یہ جملہ امور جیالوجی اور زیبالوجی وغیرہ مین
مفصل لکھے ہین اور انھین مسائل سے اجرام فلکیہ کے حدوث و زوال پر استدلال
کیا ہے کیونکہ انکے نزدیک سب ایک ہی مادہ سے بنے ہین لہذا سب حدوث
و فنا مین ایک طبیعت ایک خاصیت ہونگے۔

۲۔ متقدمین مین بھی بہت سے حکما، قایل ہین کہ فلک کوئی جسم نہین ہے
"دیمقراطیس" قایل ہے کہ فلک کوئی جسم نہین کواکب فضا مین معلق و متحرک ہین
(مشہد الکائنات) "ضحاک" کا قول ہے۔ فلک کوئی جسم نہین کواکب کے
مدارات کو فلک کہا ہے (بحار)

"کلبی" کا قول۔ افلاک پانی کا مجمع ہین جنمین کواکب تیرتے پھرتے ہین سیاحت
نہین ہوسکتی مگر پانی کیوجہ سے (بحار)

"شعبی" نے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے ابی الجلد کو حقیقت افلاک کے
بارے مین لکھا اُنھون نے جواب دیا افلاک موج ہین جو تمکو دکھائی دیتے
ہین (بحار)

بعض نے کہا ہے۔ مراد فلک سے دائرہ معدل النہار ہے

(اجوہری) نے کہا ہے فلک دوران کیوجہ سے کہا جاتا ہے ہر شئے مستدیر فلک ہے
فلک السماء نام ہے اطواق سبعہ کا جسمین ستارے چلتے ہین "فلک الجاریۃ"
کہتے ہین جب لڑکی جوان ہوا ور چھاتی گول ہوجاوے ۔ انھین معنونمین فلک معزل
ہے اور کشتی کو فلک اسی لیے کہتے ہین کہ وہ پانی سے گردش کرتی ہے۔
"ابن اثیر" نے کہا ہے فلک اُن مدارون کو کہتے ہین جنپر ستارے حرکت کرتے ہین
(قاموس) "راغب اصفہانی" فلک اُس مدار کو کہتے ہین جنپر کواکب حرکت کرتے ہین
(مفردات) "ابن قتیبہ" فلک مدار نجوم کا نام ہے۔
اس کل بیان سے معلوم ہوا کہ اہل لغۃ و محدثین و حکما پہلے بھی مدار کواکب کو فلک
کہتے تھے اور یہ بدیہی ہے کہ فلسفہ جدیدہ کی ترقی و ایجاد تیرہ سو سال ہجری مین ہوئی ہے
قبل اسکے ان اہل لغۃ و محدثین و اہل اسلام کو اطلاع حقیقت افلاک پر لوجی
والہام نہین ہوئی کیونکہ یہ نبی و امام نہ تھے نہ فلسفہ جدیدہ سے اطلاع تھی کیونکہ اُسکا زمانہ
ترقی بہت بعد ہے ۔ لہذا یہی سبب ہے کہ وہ لوگ ان صحیح معنونپر مطلع تھے
اور اسلامی نبی کے ارشادات اور مواعظ و ہدایات اوصیا و اولیا سے باخبر و
مطلع تھے جنھون نے بدون اپنے وہمی او ظنی خیالات کی آمیزش کے
صاف صاف فلک کے معنی بتا دیے اور اسی بنا پر لفظ فلک اور اُسکے
مشتقات ہمیشہ لغۃ عرب مین شئے مستدیر مین مستعمل ہوتے ہین جنمین استدارت
عرضیہ ہو جیساکہ ۔ جب لڑکی کی چھاتی بڑھکر گول ہوتی ہے تو کہتے ہین "تفلک
ثدی المراۃ" اور ہر گول شئے کو فلک کہتے ہین اور اسی وجہ سے فلک معزل
کہتے ہین (قاموس)
اور اسی تحقیق کے مطابق فلسفہ جدیدہ مین بھی مدار ہر ستارے کا ملکہ شہاب ثاقب
اور کومٹ اور زمین و ابر وغیرہ ہر ایک کی حرکت و رفتار کی جگہ کو فلک کہتے ہین
یہی حالت قدیم مسلمانون کی بھی ہے ۔ پس جو لوگ فلک کسی جسم متحجر محیط کو کہتے
ہین یہ یونانیون کی تقلید ہے اسلامی تحقیق نہین جسپر کوئی اعتراض و شبہہ ہو۔

۳۔ اسلامی تعلیم مین فلک جسکو کہا ہے اُس سے بھی کوئی ایسا جسم مراد نہین ہے
جو ستارون کو محیط ہو۔ ظاہر کلمات شرع اسی کی دلیل ہے کہ مدار کواکب
کے فلک ہین۔

(الف) کل فی فلک یسبحون (سورہ یس) کل ستارے افلاک مین پھرتے
ہین۔ یہ ارشاد بالکل فلسفہ قدیم کے خلاف اور ہیئتہ جدیدہ کے مطابق ہے
اسلیے کہ متقدمین کواکب کو افلاک مین ٹنکا کہتے ہین جس سے حرکت کواکب کی
بواسطہ فلک ہوگی اور ظاہر آیت دلالت کرتی ہے کہ کواکب بالذات متحرک
ہین جیسے مچھلی دریا مین تیرتی ہے اسی بنا پر امام فخر الدین رازی کو چارہ نہ ہوا قایل
ہو گئے کہ افلاک کو سکون ہے کواکب انمین اسطرح سے حرکت کرتے ہین جیسے مچھلی
پانی مین (تفسیر کبیر)
اور یہ بھی آیت سے ثابت ہوا کہ ہر ستارہ اپنے ہی مدار مین متحرک ہے نہین ہے
کہ بہت سے فلک ہون جیسا کہ متقدمین افلاک جزئیہ کے قایل ہین۔

(ب) والسابحات سبحا (سورہ نازعات) اور چلتے ہین (ستارے) تیز رفتاری سے۔
اکثر مفسرین مثل قتادہ وغیرہ کے کہتے ہین کہ مراد اُس سے نجوم ہین۔ یہان نفس کواکب
کا ذکر ہے فلک وغیرہ کا ذکر نہین ہے [illegible] سے معلوم ہوا کہ حرکت کواکب بالذات ہے۔

(ج) والقمر قدرناہ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم (سورہ یس)
چاند کے لیے ہمنے منزلین معین کین یہانتک کہ وہ ہو جاتا ہے مثل کھجور کی پرانی شاخ کے۔
یہ ارشاد بھی ہیئتہ قدیم پر درست نہین ہے اس آیہ کی تقدیر ماننا ہوگی۔ چاند
کیواسطے بنے معین کی جائیں اُسکے فلک مین منازل کے مواجہہ مین اور یہ بھی
مطلب صحیح نہ ہوگا دو خرابیان باقی رہین گی۔
ایک۔ قمر اگر فلک مین اٹکا ہوا ہے اور فلک کو حرکت ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے
کہ پہلی تاریخ ہلال افق مغربی مین دکھائی دیتا ہے بعد اُسکے روز بروز بلند ہوتا جاتا ہے
یہانتک کہ چودھوین تاریخ کو ماہ کامل افق مشرقی مین نظر آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا

افلاک کو حرکت ہے جو قمر کو متحرک کر رہی ہے مغرب سے مشرق کی طرف مگر
یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ چاند مثل آفتاب یا اور ستارون کے مشرق سے
مغرب کی طرف حرکت کرتا ہے یہانتک کہ افق مغربی مین غروب ہو جاتا ہے
پس معلوم ہوا کہ فلک قمر مشرق و مغرب مین دونون سمتون مین حرکت کرتا ہے
اور یہ محال ہے اسلیے کہ ایک جسم کا ایک ہی وقت دو سمت مخالف مین حرکت
کرنا خلاف عقل ہے لہذا معلوم ہوا کہ قمر فلک مین ٹنکا ہوا نہین ہے اور اس
دوہری حرکت کا سبب یہ ہے کہ قمر کا طلوع و غروب حرکت ذاتی کے سبب سے
نہین ہے بلکہ ظاہر نظر مین ایسا معلوم ہوتا ہے اور سبب اصلی اسکا زمین کی
گردش محوری ہے جسکی وجہ سے کل ستارے طلوع و غروب کرتے ہین اور حرکت قمر
کو اسکے منازل مین ہے ہلال سے بدر ہوتا ہے اور پھر گھٹ کر ہلال ہو جاتا ہے
اور دوسری حرکت جو محسوس ہوتی ہے یہ بسبب حرکت زمین کے ہے۔

دوسرے ۔ بنا بر تحقیق اگر تاویل آیت کیجاوے تو یہ خرابی بھی ہوتی ہے
کہ علم مساحت و مناظر سے ثابت ہے کہ جرم قمر اثنائے گردش ماہانہ مین کبھی تو کرۂ ارض
کے قریب آجاتا ہے اور کبھی اس سے دور ہٹ جاتا ہے یہ بعد کی کمی بیشی جسکی
تعداد قریب چھبیس ہزار میل کے ہے اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جرم قمر
آزادانہ حرکت کرتا ہے جیسا کہ آیت مین ہے کہ دیکھو قمر کے لیے منازل مین ۔۔
اگر آزادانہ حرکت نہ ہوتی تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ کبھی چھبیس ہزار میل کرۂ ارض سے
متصل ہو جاتا اور پھر اتنا ہی دور ہٹ جاتا معلوم ہوا کہ قمر کسی چیز مین ٹنکا ہوا نہین ہے
بلکہ جسطرح سے کرۂ ارض جسکے ہر چہار طرف فضا نظر آتی ہے اور جو کسی ستون
وغیرہ پر ٹھہرا نہین ہے بلکہ فضائے نامحدود مین کشش آفتاب سے معلق ہے
اسیطرح جرم قمر بھی زمین کی کشش سے معلق کھنچا ہوا آزادانہ حرکت کرتا ہے پس
قمر کی حرکت کی کمی بیشی کا سبب یہی ہے کہ اس خود کے منازل مین اور
اسکے منازل کا دائرہ یعنی قمر کا دائرہ گردش بیضاوی ہے اسلیے کہ اگر بالکل

مدور ہوتا تو مطابق تعریف دائرہ کے بُعد درمیان مرکز قمر و مرکز ارض کے ہمیشہ یکسان ہوتا۔

(د) جناب امیر علیہ السلام خطبہ مین فرماتے ہین "پھر معلق لٹکایا کواکب کے فلک کو آسمانی فضا مین (نہج البلاغہ، بحار) اسکا ظاہری مطلب یہی ہے کہ فلک سے مدار تارون کے مراد ہین جو مثل حلقہ کے فضا مین معلق ہین۔ اور بنا بر تحقیق قدیم درست نہین اسلیے کہ وہ افلاک کو آسمان سے جدا نہین سمجھتے۔

(ہ) امام جعفر صادق علیہ السلام نے آسمان و کواکب کی خلقت مین فرمایا ہے "اور جاری کیا ستارون کو فلک مین (تفسیر ابراہیم قمی، بحار) متقدمین اجرام فلکی کو بالذات ساکن سمجھتے ہین اور افلاک کی حرکت محوری اور غیر انتقالی قرار دیتے ہین جس سے لفظ "جریان" صحیح نہین البتہ بنا بر تحقیق جدید درست ہوگا اگر فلک سے مراد مدار ہو اور ستارون کو ذاتی حرکت ہو۔

(و) حدیث کعب الاحبار مین امام حسن علیہ السلام نے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے "خدا نے معیّن کیا فلک اُسکا اور ہر آسمان مین شہاب ہین اور ستارے اسطرح سے معلق ہین جیسے قندیلین مسجد مین آویزان ہون اس کثرت سے جنکا بجز خدا کوئی شمار نہین کر سکتا" (تفسیر فرات، بحار) صاف فرمایا ہے کہ ستارے معلق ہین کشش ایکدوسریکو کھینچی ہی تھکے ہوے نہین ہین۔

(ز) امام جعفر صادق علیہ السلام نے زندیق سے فرمایا ہے کہ "خدا نے تدبیر ستارون کی اسطرح کی ہے کہ فلک مین شناوری کرتے ہین" (احتجاج طبرسی، بحار) یہ بھی جدید تحقیق کے مطابق ہے اور قدیم مسلک کا رد ہے۔

(ح) اے خدا تو قادر ہے ستارون کے منتقل کرنے پر انکی چلنے کی جگہون مین مدارات پر (بحار، رسالہ استخارہ سید ابن طاوسؒ) اس دعا کے فقرہ "نقل" "مدارات" "مسیر" ان سبکی صریحی ہدایت ہے کہ ستارہ بالذات متحرک ہین

اور کوئی جرم نہین جسمین ٹھکے ہون ۔
(ط) سائل ۔ مغرب و مشرق مین کتنی دوری ہے ۔ جناب امیرؑ جتنی مسافت ہوا کی
سائل ۔ ہوا کی مسافت کتنی ہے ۔
جناب امیرؑ ۔ بقدر دوران فلک ۔
سائل ۔ دوران فلک کی کیا مقدار ہے ۔
جناب امیرؑ ۔ سورج کے ایک دن کی رفتار ۔
سائل ۔ سچ فرمایا آپ نے اے مولا (بحار)
اس سوال جواب مین صاف بتایا ہے کہ مقدار ہوا اور دوران فلک ایک ہے
یعنی ۔ کواکب کا اور اتنی ہی مسافت مشرق و مغرب مین ہے ۔
(ی) ابن عباس نے کہا ہے کہ وہ ستارے آسمان مین معلق ہین (کتاب
شیخ ابو لیث سمرقندی، بحار الانوار) صاف بتایا ہے کہ فلک کوئی جسم نہین
جسمین ستارے ٹھکے ہون ۔
(یا) عبداللہ بن سلام نے رسولخداؐ سے نقل کیا ہے فرمایا " تمام ثوابت
و سیارے ہوا مین معلق ہین (بحار) یہی ہیئتہ جدید مین ثابت ہے کہ ستارے
کشش سے فضا مین قایم ہین یہی اُنکے فلک ہین ۔
(یب) جناب امیرؑ نے سورج و چاند کی نسبت فرمایا ہے خدا نے ان دونکو
فلک مین جاری فرمایا اور فلک دریا ہے مابین آسمان و زمین کے مستطیل ہے
آسمان مین (بحار تفسیر فرات) مستطیل فرمانے سے صاف رد ہے یونانیون کی
وہ افلاک کو کروی کہتے ہین حالانکہ بنا بر تحقیق جدید مدار ستارون کے بیضاوی یا
اہلیلجی ہین اور فلک کو بحر سے تشبیہ دی ہے اس بنا پر تمام فضا ایتھر سے مملو ہو ۔
(اعتراض) حدیث مین آفتاب کی حرکت کا بھی ذکر ہے حالانکہ وہ مرکز
حرکات ہے ۔
(جواب) آفتاب مین دو حرکتین نظر آتی ہین ایک حرکت روزانہ دوسرے

حرکت سالانہ جسکی وجہ سے آفتاب جاڑون مین خط استوا سے ۲۳ درجہ مائل بجنوب اور گرمیون مین اتنا ہی مائل بشمال ہوتا ہے پس لامحالہ آفتاب کی دوہری حرکتون کو جو سمت مخالف مین ہے اور ایک ہی وقت ظاہر او اقع ہو رہی ہے فلک آفتاب و جسم آفتاب مین جدا جدا ماننا پڑے گا مثلاً فرض کرو آفتاب کی حرکت ذاتی مشرق سے مغرب کی طرف ہے اور فلک شمس کی حرکت ذاتی مثل پنڈولم کے ہے جو سال بھر کے اندر شمال سے جنوب اور پھر جنوب سے شمال کی طرف حرکت کرتا ہے پس اگر آفتاب فلک چہارم مین ٹھکا ہوتا تو دو حرکتین ایک وقت مین ممکن نہ تھین بنا بر تحقیق جدید و ارشاد علوی صحیح و درست ہے جناب امیرؑ نے سورج کے لیے حرکت مستطیلہ فرمائی ہے - امریکہ کے ڈاکٹر گمبل کہتے ہین کہ سورج ہمیشہ مع اپنے تمام سیارون کے جنوب سے شمال کیطرف بخط مستقیم جا رہا ہے -

(یج) جناب امیرؑ نے اپنے خطبہ مین فرمایا ہے " اور وہ فضا جو مانع ہو اور ایسی ہے کہ قرار دیا ہے اُسکو شب و روز کے نگل لینے کے لیے اور سورج و چاند کے چلنے کے لیے اور دیگر سیارات کی آمد و رفت کیلیے (نہج البلاغۃ بحار) دیکھو کیسا پرحکمت کلام ہے یہ بتایا ہے کہ " وہ فضا جو مانع ہے " بیشک باوجود ایتھر کے جو سیال ہے پھر قانون کشش ہر جرم فلکی کو گرنے سے روکے ہے - یہ بھی بتایا ہے کہ فضا دن رات یعنی نور و ظلمت کے نگلنے کے لیے ہے - سچ ہے تمام روشنی ستارون کی ایسی ایتھر کیوجہ سے پہونچتی ہے " سپکٹرسکوپ " نے بتا دیا ہے کہ ایتھر بمقتضاے طبیعت نور کو جذب کر لیتا ہے اور فاضل حصہ ہماری طرف پھینک دیتا ہے پھر یہ بھی بتا دیا ہے کہ چاند سورج اور تمام ستارے کسی شے مین ٹھکے نہین ہین بلکہ اسی فضا مین اپنے اپنے مدار پر ایکدوسرے کی کشش سے معلق حرکت کر رہے ہین -

(یلہ) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے " خدا نے جب ابر کو خلق فرمایا

تو نے قمر و سیارات کی گردش نے مجھ پر غلبہ کر سکتی ہے - خدا نے فلک کو خلق کیا
اسپر ابر نے حرکت شروع کی اور تنزل و انکسار اختیار کیا ابحار خصال شیخ صدوق
صاف بتایا ہے کہ مدار و مجرائے ابر کا نام فلک ہے اور کوئی اسکا قائل نہین ہے
کہ ابر بھی کسی کرہ یا جسم مین حرکت کرتا ہے بلکہ اپنی فضا مین ابر حرکت کرتا ہے اور اسی
فضا کو امام نے فلک کہا ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ جس وہی مدار پر اجسام متحرکہ
حرکت کرین اسکو فلک کہتے ہین اصطلاح شرع مین اور یہ مسئلہ اصول فقہ مین
ثابت ہے کہ اشتراک معنوی اشتراک لفظی و مجازی پر مقدم ہے "ہرشل" بھی
قائل ہے کہ تمام اجرام فضا مین متحرک ہین اور مختلف مدار رکھتے ہین -

(یہ) حدیث مین ہے "فلک دوران سمار کا نام ہے (مجمع البحرین) آیندہ
ہم سمار کی تحقیق مین بیان کرینگے کہ سما سے شرع مین کیا مراد ہے اجمالاً یہان
سمجھ لو کہ بنا بر نظام کوپرنیکی کرہ ہوا فضا سے کرہ زمین کو گھیرے ہوئے ہے
اور جس سمت زمین حرکت کرتی ہے اسی کے موافق یہ کرہ بھی حرکت کر رہا ہے -
پس مدار آسمان کا فلک کہا گیا ہے اس بنا پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ ہر سیارہ جس
سیارے کے گرد چکر مارتا ہے وہ اسکا فلک و سما ہے تمام سیارے گرد سورج
کے چکر مارتے ہین لہذا سب کا فلک سورج ہو سکتا ہے اور اسکو فلک الافلاک
کہہ سکتے ہین اقمار اپنے سیارون کی زمین کے گرد چکر مارتے ہین لہذا اقمار کے
فلک انکے سیارون کی زمینین ہوتی -

(یو) جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ مین فرمایا ہے "اور جاری کیا انمین
افلاک مین چراغ روشن (سورج) کو اور ماہتاب منور کو جو فلک مین دورہ کرتے
ہین اور چھت مین سیر کرتے اور رقیمہ مین متحرک ہین (نہج البلاغہ) خطبہ مین الفاظ
دائر، سائر، مائر، جمعہ چراغ یعنی سورج اور چاند کی ہی ہے اس بنا پر فلک مدار
شمس و قمر کا ہوا اور فلک کو سقف اور رقیمہ سے تشبیہ محض استعارہ بر بنا حس بصر بھی
ورنہ درحقیقت فلک نہ رقیمہ ہے نہ سقف ہے کوئی اسکا قائل نہین ہے ورنہ

یہ کہنا ہوگا کہ چاند سورج خود بھی متحرک ہیں اور یہ بنابر فلسفہ قدیم کے بھی صحیح نہیں ہو۔

(یز) خدا فرماتا ہے "وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى" (سورہ رعد) اور مسخر کیا شمس و قمر کو جو حرکت کرتے ہیں۔ ظاہر آیہ کا بھی مفہوم ہے کہ شمس و قمر متحرک ہیں بالذات نہ بتوسط فلک۔

(یح) دعاے صباح میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں "اور مضبوط خلقت کی فلک دوار کی درمیان مقداروں برج کے" (صحیفہ کاملہ) برج سے مراد جیسا کہ ہم محل پر بیان کرینگے بڑے ستارے ہیں اور فلک سے مراد کواکب ہیں کومٹ آوارانہ اور سیاروں میں گھس جاتا ہے کسی کرہ میں داخل ہونا برج میں داخل ہونا ہے جب کومٹ کا تبرج ہوتا ہے تو اسکے مدار کا بھی تبرج ہوگا لہذا یہ کہنا صحیح ہوا کہ فلک دوار کو تبرج ہوا۔ لیکن بنابر فلسفہ قدیم یہ کلام درست نہیں ہو سکتا اسلیے کہ کواکب فلک میں ٹھکے ہوے ہیں افلاک کا برج میں داخل ہونا اور فلک کے لیے حرکت انتقالی غیر مسلم ہے پھر تبرج کیونکر ہوگا پس کومٹ کا آوارانہ آنا جانا بین ثبوت ہے کہ افلاک کوئی جسم نہیں اور خرق والتیام بھی باطل ہوا۔

(یط) جناب امیر علیہ السلام سرفیل منجم فارسی سے فرماتے ہیں "کیا تو گمان کرتا ہے اور اپنے گمان سے حکم کرتا ہے مشتری اور زحل کے قریب ہونے پر جب شبکو یہ دونوں تارے تجھکو روشن معلوم ہوتے ہیں اور سحر میں تجھکو چمک اور روشنی معلوم ہوتی ہے مریخ کی جب وہ سیر کرتا ہوتا ہے اور متصل ہوتا ہے اُسکا جسم جسم قمر حالت تربیع میں" (بحار فرح الہموم) یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ مریخ و قمر قریب آجایا کرتے ہیں ایسی ارشاد میں صریح یونانیوں کی رد ہے کیونکہ وہ لوگ افلاک کو موٹا اور عظیم المسافہ جسم قرار دیتے تھے اور ایسے بڑے آسمان کو مابین مریخ و قمر حایل سمجھتے تھے اُسپر طرہ یہ کہ چاند و مریخ افلاک میں ٹھکا ہوا ہے اس صورت میں اتصال و قرب مریخ و قمر کو کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ معصوم نے اس قرب کو فرمایا ہے جو تحقیق جدید سے بالکل مطابق ہے۔ کیونکہ فلک مریخ فلک ارض کو محیط ہے اور

کوئی فاصل زمین و مریخ مین نہین ہے - قمر مین گرد زمین کے دورہ کرتا ہے اور زمین
و قمر و مریخ کے افلاک یعنی مدار بیضی ہین پس اگر مدار کے چھوٹے قطر مین زمین کو
فرض کرین اور چاند کو بڑے قطر مین مدار کے اور مریخ کو اُسکے مدار کے چھوٹے
حصہ مین فرض کرین جو زمین کے قریب ہے تو اس صورت مین بیشک قمر و مریخ
مین قرب ہوگا - جیساکہ متاخرین کا بھی اسپر اتفاق ہے حکیم فانذیک کا قول ہے
کہ مریخ کا مدار اہلیلجی مستطیل ہے اسیوجہ سے مریخ کبھی ہمسے قریب ہو جاتا ہے
اور کبھی دور نظر پڑتا ہے -

حکیم فیلکس درنۂ کا قول ہے کہ جب مریخ سورج کے قریب ہوتا ہے تو جرم مریخ
بڑا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسوقت مین مریخ زمین سے قریب ہو جاتا ہے یہ قرب
ہمیشہ دو سال پچاس یوم مین ہوا کرتا ہے -

اس بیان سے معلوم ہوا کہ مریخ و قمر مین بھی اتصال و قرب ہو سکتا ہے اسوقت
بیشک مریخ روشن و بڑا معلوم ہوگا جسکو امام نے سرخیل سے فرمایا ہے - اور
یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قرب ہمارے سحر کیوقت ہوتا ہو اور وقت تریج قمر قرب مریخ کو
اُس زمانہ مین ہوتا ہو جب معصوم نے سرخیل سے گفتگو کی تھی اور امام کا یہ فرمانا
کہ مشتری و زحل وقت شب مین تیرے سامنے چمکتے ہین اس بات کا اظہار ہے
کہ سب سیارے تاریک ہین مثل قمر کے اور سب سورج سے روشن ہوتے ہین -

۴ - شیخ بو علی سینا نے کہا ہے کہ " فلک جسم کروی ہے بسیط جو کہ شفاف ہے
اسمین حرکت مستدیرہ ہوتی ہے جسکی وجہ سے خرق و التیام اسمین نہین ہوتا نہ
اسمین کون و فساد ہوتا ہے نہ کسی وقت مین وہ اپنے حیز سے جدا ہو سکتا ہے
نہ اسمین کوئی ضد پیدا ہو سکتی ہے نہ وہ خود کسیکی ضد ہو سکتا ہے نہ کبھی اُسکو
سکون ہوگا نہ اسکے صفات مین کوئی تغیر ہو سکتا ہے کواکب اسمین ٹھکے ہوے
ہین مثل سورج چاند اور دیگر کواکب کے یہ سب اجسام کرویہ ہین ایک جنس سے
اور جوہر انکا جوہر فلکی سے جسمین کون و فساد نہین ہو سکتا - (شفاء)

یہ خیالات بالکل لغو و مہمل ہین شرع نے بڑے زور سے انکی تردید کی ہے۔
(الف) ابو بصیر امام جعفر صادقؑ سے عرض کرتے ہین "لوگ کہتے ہین
کہ افلاک مین اگر تغیر پیدا ہو تو عالم درہم و برہم ہو جاوے۔
امام علیہ السلام۔ یہ زندیقون کا خیال ہے مسلمان کوئی بھی اسکا قایل نہین ہے
(ارشاد شیخ مفید رح) یہ ایک حدیث اساس حکماء کے برہم کر دینے کو کافی ہے
تمام خیالات کا بطلان کیے دیتی ہے
(ب) اذا الشمس کوّرت (سورۂ تکویر) جب نور و حرارت سورج کا جاتا رہیگا
(ج) اذا النجوم انکدرت (سورہ تکویر) جب ستارے میلے ہو جاوینگے۔
(د) اذا السماء کشطت (سورہ تکویر) اور آسمان جب توڑے جاوینگے۔
(ہ) اذا الکواکب انتثرت (سورہ انفطار) جب ستارے پراگندہ ہو جاوینگے
یہ سب آیتین بتا رہی ہین کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب کچھ نہ ہوگا نہ سورج
مین روشنی ہوگی نہ زمین ہوگی نہ آسمان ہوگا نہ ثوابت ہونگے و سیارات سب کو
زوال و فنا ہوگا۔ حکماے متاخرین بھی قایل ہین امریکہ کا مشہور حکیم فانڈیک
کہتا ہے کہ "جسقدر روشن اجرام ہین ضرور ایک روز حرارت انکی جاتی رہیگی
نور انکا فنا ہوگا خواہ کوئلے کی آگ ہو یا سورج ہو یا اور کوئی آسمانی تارہ ہو لیکن یہ سب
عرصہ دراز کے بعد ہوگا ہر ستارہ جیسا نور کم ہوتا جاتا ہے اور سیاہ داغ ہوتے
جاتے ہین یہ خبر دے رہے ہین کہ انمین ٹھنڈک آتی جاتی ہے اور کہنہ و بوڑھے
ہوتے جاتے ہین ایک زمانہ آنے والا ہے کہ یہ بالکل ٹھنڈے ہو جاوینگے جیسا کہ
"نے عیوق" اور "دب اکبر" جو مثل ہمارے سورج کے تھے اب بوڑھے اور کہنہ
ہو گئے ہین انکی عمر تمام ہو چکی ہے "شعری شامیہ" "نسر طائر" "قطب تارہ" یہ بھی
متوسط حالت مین ہے نہ جوان ہین نہ بوڑھے ہین (نقش کا لجہ) ان سب امور سے
معلوم ہوا کہ ہمارا سورج و قمر اور ستارے اسیطرح سے کہنہ اور بوسیدہ ہونگے
اور قیامت کے زمانہ تک انکی کہنگی و بوسیدگی کی انتہا ہوگی اسوقت کی بابت

خدا فرماتا ہے " واقترب الوعد الحق فاذا ھی شاخصۃ ابصار الذین کفروا یا ویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا بل کنا ظالمین (سورۂ انبیاء)

جب خدا کا سچا وعدہ قریب ہوگا (یعنی قیامت) پس اُسوقت یہ جملہ کواکب نشانی ہوجائینگے نظر مین اُن لوگون کی جو کافر تھے (حکماء متقدمین و دہریہ وغیرہ) اُسوقت کہین گے وائے ہو ہمپر ہم اُن باتون سے غافل رہے بلکہ (اُن لوگونپر جو ان واقعات کی خبر دیتے رہے تھے) ظلم کرتے رہے "

۵۔ آسمان کے خرق والتیام کی نسبت بھی بہت سے آیات و اخبار ہین جنکی تصدیق اس تحقیق جدید نے پوری پوری کی ہے ہم چند آیتین لکھتے ہین۔

(الف) لو فتحنا علیھم بابا (سورۂ حجر) اگر کھولتے ہم اُنپر دروازون کو۔ صریحی دلیل خرق والتیام کی ہے۔

(ب) سبع طرائق (سورہ مومنون) افلاک سات راہین ہین۔ بیشک افلاک کوئی جسم نہین بلکہ وہ کواکب کی راہین ہین جنکو کواکب کا مدار کہہ سکتے ہین جہ

(ج) و اذا السماء فرجت (سورہ مرسلات) جب افلاک مین سوراخ ہوجائینگے یہ بھی خرق کو بتارہی ہے۔

(د) و اذا السماء انفطرت (سورۂ انفطار) جب آسمان پھٹینگے اس سے بھی آسمان کا خرق ثابت ہے۔

(ہ) والسماء ذات الحبک (سورۂ ذاریات) آسمانون مین راہین ہین " حبک جمع ہے حُباک کی جسکے معنے راہ کے ہین۔ کواکب کی آمد و رفت شہاب ثاقب اور کومت وغیرہ کی غیر منتظم حرکت یہ دلیل واضح ہے خرق والتیام کی تیرہ سو سال سے حکمت اسلامی یونانیون کی بیوقوفی کی تردید مین کوشان تھی جسکی تائید اب فلسفہ جدید نے کی اور اسلامی تعلیم کی سچائی کو تجربات سے ثابت کردیا۔

باب دوسرا ماہیت سماوات مین

۶ - ہیئت بطلیموسیہ جو قرون متوسط ہجریہ مین شایع ہوئی ہے جسمین بتایا گیا ہے
کہ آسمان سات ہین ہر سما ر ایک سیارہ سے نامزد ہے یہانتک کہ کرسی کو فلک
ثوابت کہا ہے اور عرش کو فلک الافلاک قرار دیا ہے اور اُسکا نام اطلس کہا ہو
جسپر کوئی ستارہ نہین ہے نہ اُسکی مٹائی کی کوئی حد ہے تمام فضاء عالم اُسی سے
بھری ہوئی ہے سطح محدب کا حال سواے خدا کے کوئی نہین جانتا حرکت اُسکی
اسقدر سریع ہے کہ ایک دن مین تمام اجرام فلکی کے ساتھ ایک مرتبہ گرد زمین کے
دورہ کر جاتا ہے یہ آسمان خرق والتیام کون و فساد کو قبول نہین کرتے - اسی فلسفہ کا
زمانہ اسلام مین چرچا تھا اور شرع مین اسکے خلاف ہدایات تھے چنانچہ خرق التیام
اور چاند سورج کا پھٹنا افلاک کا بخار و دھوئین سے خلق ہونا اور اُنکا حادث و فانی
ہونا اور بہشت و دوزخ کا ہونا ملائک کا وجود ہونا مذکور تھا یہ سب امور نظام بطلیموسی
کے بالکل خلاف تھے جسپر حکما، بتقلید بطلیموسی اعتراض و شبہہ وارد کیا کرتے
تھے اس تناقض کے دفع کرنے کیواسطے اکثر مسلمانون نے ظواہر کلمات شرع
مین تصرف کرنا شروع کیا اور یہ چاہا کہ شرع تا امکان موافق فلسفہ بطلیموسی ہوجاوے
یہ نہ کیا کہ اُسکے اساس کو توڑتے بلکہ تاویلات فلسفیہ کرکے مفاہیم و مصادیق آیات
و اخبار کو بگاڑ دیا باوجودیکہ حکیم حکمت الٰہی یعنے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
اور اُنکی آل امجاد و اصحاب ابرار نے بہت کچھ ڈرایا لوگون کو تاکہ فلاسفہ کی راے پر
مائل نہ ہون اور حقیقت سے دور نہ ہوجاوین اگر راے فلاسفہ صحیح ہوتی تو یہ جزو توبیخ
کیون ہوتی - یہی وجہ ہے کہ جو آیات و اخبار احادیث و تفاسیر کی کتابون مین ہین
وہ مخلوط ہین ہیئتہ بطلیموسی سے اُنکے دیکھنے والے کو جو فلسفہ جدیدہ سے ماہر ہو خواہ
نخواہ اختلاف کرنا پڑتا ہے - لہذا ہم محض اُن ہدایات شرعی کو اُنھین کے مفاہیم و
مصادیق مین بیان کیے دیتے ہین تاکہ اُنکی حقانیت ظاہر ہو -

۷ - عرف و لغتہ مین سما، ہر بلند شئے کو کہتے ہین سما، سمو سے ہے جسکے معنے علو
کے ہین - قزوینی کا قول ہے کہ - جو شئے زمین سے اوپر ہو اور تجھپر سایہ کرے وہ

سما کہلاوے گا اور جسپر تیرے قدم ہین وہ زمین ہے - اسی بنا پر اطلاق سماء کا مینھ اور بادل اور فلک و فضا اور اجرام کواکب پر بطور حقیقۃ کے ہوتا ہے - اور یہ بھی واضح ہے کہ شارع مقدس نے متابعت عرف کی ہے اور اپنی کوئی خاص اصطلاح نہین مقرر کی بلکہ ہر وہ شے جو جہۃ علو مین ہے اُسکو سمار کہا ہے -

چنانچہ محمد بن علی بن ابراہیم سے منقول ہے کہ "سما کے یہ معنے ہین کہ وہ مرتفع ہے اور بلند ہے اور سمت بلند ہے ارض کے معنے پست کے ہین ہر وہ شے جو پست ارض ہے (علل الشرائع، بحار) اور ابن عباس سے مروی ہے کسی شخص نے رسول خدا سے پوچھا آسمان کیا شئے ہے - فرمایا ایک موج ہے جو تمکو ڈھانپے ہوے ہے (بحار)

امام حسن عسکری ع نے فرمایا ہے تفسیر "والسماء بناء" مین آسمان تمہارے اوپر چھت ہے جو محفوظ ہے جسمین اُسکے سورج و چاند اور اُسکے ستارے تمہاری منفعت کیواسطے دورہ کرتے ہین (احتجاج طبرسی رہ) صاف متقدمین کی تردید ہے ستارے ٹھوکے ہوے نہین ہین بلکہ آسمان مین دورہ کرتے ہین اور جہان یہ دورہ کرتے ہین وہی سمار ہے -

۸ - اسلامی تعلیم مین جن چیزون پر اطلاق سمار کا ہوا ہے وہ ہمارے بیان کی شاہد ہین

(الف) ابر کو آسمان کہا گیا ہے جسپر آیات و اخبار شاہد ہین -

ایک - فانزلنا من السماء ماءً (سورہ حجر) ہمنے آسمان سے پانی برسایا -

دوسرے - ایک یہودی نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا سمار کی وجہ تسمیہ کیا ہے امام علیہ السلام - سمار کو سمار اسلیے کہا کہ وہ معدن آب ہے - (علل الشرایع، بحار)

تیسرے - حبۃ عرنی نے جناب امیر علیہ السلام سے نقل کیا ہے - آسمان کی خلقت دھوین اور پانی سے ہوی (بحار الانوار)

(ب) محض فضا کو سمار کہا گیا ہے - خدا فرماتا ہے " ولقد جعلنا فی السماء بروجا (سورہ حجر) اور قرار دیے آسمان مین ہمنے برج - اس امر کو ہم بیان کرینگے کہ مراد

برج سے ستارے ہین اور ستارون کا فضا مین معلق ہونا جیسا کہ پہلے باب مین مذکور ہوا
(ج) ہر کرے کو سما کہا ہے حدیث مین ہے "آسمانون مین آدم ہین مثل تمہارے
آدم کے اور نوح ہین مثل تمہارے نوح کے (بحار)
(د) سما اُس جسم محیط کو کہا ہے جو تمام زمینون کو محیط ہے اکثر لفظ سما کا استعمال
شرع مین اسی جسم پر ہوا ہے علمائے متکلمین کو اس جسم کی تعبیر مین دھوکا ہوا اُنکے
پیش نظر حکمت قدیمہ یونان تھی جسکی رعایت نے مفاہیم و مصادیق اخبار کو بدل
ڈالا اور تاویلات بے محل سے حقیقت مخفی ہوگئی۔ اب ہم بدون تاویل ماہیت و
حقیقت کو آسمانون کے بیان کرتے ہین۔
۹۔ جناب امیر علیہ السلام اپنے خطبہ مین فرماتے ہین "خدا نے فضا کو شق
کیا اُسکے اوپر کے پہلو شق کیے پھر اُس فضا مین پانی جاری فرمایا پانی بحر زخار و
مواج تھا جسمین ہر وقت طلاطم تھا۔ اور ایک ہوا کا جھکڑ چلا جسکے سناٹے کی
آواز بہت بلند تھی خدا نے اُس ہوا پر پانی کو رکھا اور ہوا کو حکم دیا کہ پانی کو منتشر نہ ہونے
دے اور پانی بسبب طلاطم عظیم حد سے نہ بڑھ جاوے۔ ہوا کے نیچے ایک اور فضا تھی
وہ پانی ہوا پر موجزن تھا پھر خدا نے ایک اور ہوا خلق کی اور باندھ دیا ہوا کا بہاؤ تاکہ
مقام سے نہ بڑھے جہان یہ ہوا تھی اُس مقام پر بہت جھکڑ تھا بعد اسکے خدا نے
مبدا سے جہان یہ ہوا تھی ہوا کو دور کیا اور حکم دیا کہ اُس بحر زخار کو متھ ڈالے۔ ہوا نے
پانی کو اس طرح سے گھنگھولا جیسے مشک مین پانی بھر کر شدید حرکت دین اور اس طرح سے
اُس پانی کو ابھارا کہ ہر جز اُسکا متحرک ہوا اول کے اجزا آخر مین آگئے آخر کے اجزا
اول مین ہوگئے اور جو اجزا ساکن تھے متحرک ہوگئے یہانتک کہ اُس حرکت شدید
کی وجہ سے بڑا حصہ پانی کا اوپر اُچھلا اور بعین پانی کا فضا مین اُچھلکر پہونچا جس سے
سات برابر کے آسمان خلق ہوئے۔ سطح مقعر ان افلاک کی ایسی موج تھی جو گرنے
سے محفوظ تھی اور سطح محدب چھت کے مانند ایسی مضبوط تھی جسکو توڑ کر کوئی شے
اندر نہین آسکتی یہ ایسی چھت بنائی گئی جو ہونہ ستون کے قائم تھی نہ کسی رسی سے

بندھی تھی پھر زینت دی افلاک کو تارون سے اور روشنی سے شہاب ثاقب کی
(نہج البلاغۃ)
یہ خلقت افلاک کا بیان تھا جسمین بدون کسی تاویل و تکلف کے صاف صاف
بتایا ہے کہ افلاک چھین اور بخارات مائیہ ہین وہ کرہ بخاریہ جو ہمارے کرۂ ارض کے
کرہ ہوا کو محیط ہے وہی آسمان ہے بلکہ ہر سیارہ کی زمین کو جو کرہ بخاریہ محیط ہے
وہ اسکا آسمان ہے اب عقلاً و شرعاً، عرفاً، ولغتہً اس بیان مین کو نسا محال لازم آتا ہی
خطبہ مذکورہ مین ہر شئے کی ایجاد و خلقت مین حرکت و سکون کا بڑا دخل ثابت
کیا ہے جسکو سائنس مین فرکشن وارشیا و قانون سے نامزد کیا ہے یہی حرکت و
سکون سبب انقلاب ہے پانی سے ہوا اور ہوا و پانی کے امتزاج سے آگ
اور آگ پانی ہوا کی شرکت سے افلاک کی خلقت بتائی ہے اسیوجہ سے کبھی
آسمان کی ماہیت بخارات کو بتایا ہے کبھی دھوین کو کبھی دھوین اور پانی کو کبھی
موج ملفوف کہا ہے جسکو اختلاف بیانی نہ کہین گے بلکہ درحقیقت یہ سب
اجزائے فلکی مین کسی امام نے کسی جزکا ذکر کیا ہے کسی نے کسی جزکا۔
۱۰۱- وہ اخبار جنمین خلقت افلاک کی بخار سے بتائی گئی ہو وہ کثرت سے اخبار ہین۔
(الف) شامی۔ خلقت آسمانون کی کاہے سے ہوئی ہے
جناب امیر علیہ السلام۔ پانی کے بخار سے (تفسیر صافی، بحار، انوار نعمانیہ تفسیر
برہان، خصال، علل الشرایع، عیون الاخبار)
(ب) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہین۔ خدا نے پانی سے آگ کو پیدا کیا
آگ نے پانی کو بھاڑا جس سے دھوان پیدا ہوا دھوین سے صاف شفاف
افلاک بنے (بحار)
(ج) ابن عباس سے مروی ہے۔ خدا نے آگ کو پانی مین داخل کیا اُس
دریا سے بخار اُٹھا اور ہوا مین ہو نچکر اُس سے آسمانون کی خلقت ہوئی (درمنثور
سیوطی، بحار)

(د) خدا نے پانی کو خلق کیا جو مضطرب تھا اُس سے بخار اُٹھا مثل دھوین کے اور اُس سے آسمان بنے جیسا کہ قرآن مجید مین خدا فرماتا ہے ثم استویٰ الی السماء وھی دخان (شرح کیدری نہج البلاغہ، بحار)

(۲) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا نے جب قصد خلقت کا فرمایا اُس وقت پانی کو موجزن فرمایا اُس تموج کی وجہ سے بخار مثل دھوین کے اُٹھا بڑی مقدار مین اُس سے افلاک بنے۔ پھر فرمایا برابر بنایا افلاک کو اور وہ دھوان تھے اس پانی کا (بحار)

ان اخبار مین بالتصریح بخارات کو پانی کے آسمان کہا گیا ہے اور بخارات کو دھوین سے تشبیہ دی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ پانی سے دھوان نہین اُٹھتا بجز بخار کے۔

۱۱۔ وہ نصوص جنمین آسمان کی خلقت دھوین سے بتائی وہ بھی بکثرت ہین۔

(الف) ثم استویٰ الی السماء وھی دخان (سورہ سجدہ) آسمان بنایا اور وہ دھوان تھا۔

(ب) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر شے کی خلقت پانی سے ہے عرش خدا پانی پر تھا خدا نے پانی کو حکم دیا اُسمین شدید حرکت ہوئی اُس سے آگ پیدا ہوئی آگ کو خدا نے بجھایا اُس سے دھوان اُٹھا خدا نے اس دھوین سے آسمان بنائے اور ریت سے زمین بنائی۔ (بحار الانوار، کافی، وافی)

(ج) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ایک طولانی حدیث مین۔ پانی سے اسقدر دھوان اُٹھا جسقدر خدا کو منظور تھا اُس دھوین سے صاف و شفاف آسمان بنے (کافی، وافی، بحار الانوار)

(د) خدا نے پانی کیطرف نظر فرمائی اُسمین جوش و خروش ہوا اُس سے جھاگ اور دھوان اُٹھا جھاگ سے زمین بنی، دھوین سے آسمان خلق ہوئے جیسا کہ قرآن مجید مین خدا فرماتا ہے ثم استویٰ الی السماء وھی دخان (تفسیر ثعلبی)

(ہ) امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا ہے کہ اُس موج مین

پانی کے اور پھین کے درمیان سے دھواں نکلا بغیر آگ کے اُس دھوین سے آسمان خلق ہوئے (کافی، انوار نعمانیہ، بحار، تفسیر عیاشی، تفسیر قمی)

(د) حبّہ عرنی کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ ایک روز تقسیم فرما رہے تھے کہ خلقت آسمان کی دھوین اور پانی سے ہوئی ہے (تفسیر درمنثور، بحار)

(ز) جناب امیر علیہ السلام نے ایک شامی سے فرمایا کہ سماء دنیا کا نام رفیع ہے جو دھوین اور پانی سے خلق ہوا ہے (علل الشرائع، خصال، عیون اخبار رضا، بحار)

(ح) رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا خدا نے ہواؤں کو پانی پر بھیجا اُس سے دھواں اُٹھا اور پھین کے اوپر گیا اُس دھوین سے سات آسمان خلق ہوئے (تفسیر قمی)

(ط) ابن عباس اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ پانی سے دھواں اُٹھا اور وہ پانی سے بلند تھا اسلیے اُسکا نام سماء رکھا (مروج الذہب مسعودی، بحار)

ان اخبار سے معلوم ہوا کہ مراد دخان سے بھی بخارات پانی کے ہیں اسلیے کہ دھواں بھی حرارت سے پیدا ہوتا ہے اور بخارات بھی حرارت سے پیدا ہوتے ہیں دونوں قریب الماہیتہ ہیں بخار پانی کے وہ اجزا ہیں جو ہوا میں مخلوط ہوں اور دخان پانی کے وہ اجزا ہیں جو جلے ہوئے جرم سے جدا ہوں آگ کی حرارت کیوجہ سے علاوہ اسکے حس بصر میں بھی دھواں اور بخار میں فرق نہیں ہے ہمارے اس بیان کی تائید اور علماء کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔

ابو البقا کہتے ہیں ہر دھواں جو آب گرم سے اُٹھے بخار ہے (کلیات ابی البقاء)

مسعودی نے کہا ہے کہ تمام مفسرین متفق ہیں اس بات پر کہ وہ دھواں جس سے افلاک خلق ہوئے وہ بسبب تموج آب وجوش وغلیان کے پانی سے تبخیر ہوئی تھی (مروج الذہب مسعودی)

علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے۔ دھواں فی الحقیقۃ بخار ہے اور مشابہۃ حس بصر میں

مابین بخار و دخان کے موجود ہے (ابن شمیم شرح نہج البلاغہ)
اور بعض اخبار میں بھی اسکی تصریح ہے کہ مراد دخان سے بخارات ہیں پانی کے۔
پس یہ کل اخبار اس بات کی دلیل ہیں کہ دخان حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ غلیظ بخارات
مراد ہیں اسلیئے کہ پانی سے دھواں نہیں اُٹھتا ہے بجز بخار کے اور اسی بخار سے
افلاک کی خلقت ہوئی ہے اور یہی حکما بھی کہتے ہیں کہ تمام سیاروں کی زمینیں
کرہ بخاریہ سے گھیرے ہوئی ہیں۔
۱۲۔ وہ اخبار جنسے معلوم ہوتا ہے کہ افلاک کی خلقت دریا یا آب منجمد سے
ہوئی ہے یا اُس موج سے جو مانع سیلان ہے اس قسم کے اخبار بھی بہت سے ہیں۔
(الف) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا آسمان کی خلقت موج مکفوف سے ہے
(خصال، عیون الاخبار، بحار الانوار، علل الشرائع)
(ب) خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے "خدا نے مقعر
افلاک کو موج مکفوف قرار دیا ہے اور عدب کو محفوظ چھت (نہج البلاغہ) یعنی
مقعر ایسی موج ہے جو ہبوط اور سیلان سے مانع ہے اور سمت اعلیٰ ایک محفوظ
چھت ہے جسپر دھویں اور کثافات ارضیہ نہیں پہونچ سکتے۔
(ج) عبداللہ بن سلام۔ یارسول اللہ حقیقت افلاک کی ارشاد ہو۔
جناب رسول خداؐ۔ موج مکفوف ہے۔
عبداللہ۔ اسکا کیا مطلب ہے۔
جناب رسولؐ۔ اے عبداللہ آگاہ ہو پانی قائم ہے جسکو اضطراب نہیں ہے
اور فی الحقیقت وہ دھواں ہے (بحار)
(د) دعا میں ماثور ہے "خداوندا تو نے پانی کو حکم دیا وہ جم گیا ہوا پرا اور
اُس سے تو نے سات بنائے اور نام اُنکا آسمان رکھا (در منثور، بحار)
(٦) ربیع بن انس سے مروی ہے۔ دنیا کا آسمان موج مکفوف ہے۔
اور دوسرا آسمان مرمر سفید کا ہے تیسرا لوہے کا چوتھا تانبہ کا پانچواں چاندی کا

چھٹا سونے کا ساتوان یاقوت کا (بحار) اگر یہ خبر صحیح ہو تو مرادا ن سے الوان
ہین یہ ظاہر ہے کہ پانی پر مختلف شعاعون کے انعکاس سے مختلف رنگ پیدا
ہوتے ہین جیسے قوس قزح اسی طرح سے بخارات مائیہ پر جو کثیف وغلیظ ہون مختلف
رنگ نمودار ہوتے ہین جس فلک پر جس طرح کا انعکاس ہوا اُس سے جیسا رنگ
پیدا ہوا اُسی سے تعبیر کیا ہے۔

ان سب اخبار کا یہی منشا رہے کہ آسمان کی خلقت موج مکفوف سے ہوا اور دھوان
اور بخار اور موج مکفوف ایک ہی شئے ہے جیسا کہ اس اتحاد کو عبد اللہ بن سلام
والی روایت نے بتا دیا ہے یہ اختلاف بیانی نہین ہے بلکہ ایک ہی مفہوم ہے
بیشک پانی اصل افلاک ہے مادہ افلاک کا پانی ہے جسکو ان اخبار سے ظاہر کیا گیا
اور ہے کیا اُسکو سابق اخبارون نے بتایا ہے کہ وہ بخار ہے۔ بخار کو بھی سماء
کہا ہے اور بخار منجمد یعنی ابر کو بھی پہلے بخارات رقیق تھے سکون سے برودت
پیدا ہوئی ابر کی حالت مین ہو گئے ابر بھی بخارات ہین اور اُنکو آب منجمد کہنا خلاف
قیاس نہین ہے اور سیارات کا ابر محیط مین گھرا ہونا فلسفہ کے مطابق ہے۔

۱۳۔ اکثر اخبار مین تصریح ہے کہ آسمان معدن آب ہین۔

(الف) ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر (سورہ قمر) پس کھولا ہمنے
آسمان کے دروازون کو بہتے ہوے پانی سے۔

(ب) وانزلنا من السماء ماء (سورہ فرقان) اور برسایا ہمنے آسمان سے پانی

(ج) ویوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملائكة تنزيلا (سورہ فرقان)
اُس روز جب آسمان ابر سے شق ہوگا اور ملائکہ تدریجاً اُترینگے۔

(د) یہودی۔ یا علیؑ وجہ تسمیہ سماء کی کیا ہے۔

جناب امیرؑ۔ وہ معدن آب ہے اسوجہ سے سماء کہا گیا۔ (علل الشرایع، بحار)

(ہ) تفسیر و کانتا رتقا ففتقناهما مین وارد ہوا ہے خدا نے زمین کو
شگافتہ کیا گیاہ اور اشجار سے اور آسمان کو شگافتہ کیا مینھ برسا کر (بحار)

ان اخبار کا صاف مفہوم یہ ہے کہ کرہ بخاریہ فلک ہے جس سے پانی برستا ہے جسکو ابر کہتے ہین اور تمام اخبار کا ایک مفہوم ہے کوئی اختلاف نہین ہے جس سے فلسفہ جدیدہ بالکل موافق ہے اور موافق فلسفہ قدیم کے خواہ نخواہ تاویلین کرنا ہونگی

۱۴ – یہ کبودی رنگ جو محسوس ہوتا ہے آسمان کا رنگ ہے جو عقل ونقل سے مطابق ہے۔

(الف) حدیث مین ہے آسمان کا سبز رنگ ہے آب شیرین کے رنگ پر (تفسیر قمی، بحار)

(ب) خدا نے آسمان وزمین کے مابین ایک دریا خلق کیا ہے اور اپنی قدرت کاملہ سے اُسکو ساکن کر رکھا ہے اور یہ سبزی جو دکھائی دیتی ہے اُسی دریا کے پانی کی سبزی ہے (انوار نعمانیہ، بحار)

ان دو حدیثون کا منشا یہی ہے کہ یہ رنگ کبودی افلاک کا ہے یونانی فلسفہ کی بنا پر یہ کہنا صحیح نہین ہے البتہ بر بنا، فلسفہ جدید صحیح ہے اسلیے کہ یہ کرہ بخاریہ فلک کہا گیا ہے اور یہ رنگ کبودی بھی اُسی کا ہے۔

محقق نصیر الدین طوسی رح نے کہا ہے حکما یہ کہتے ہین کہ یہ کبودی رنگ جو لوگ دیکھتے ہین اور گمان کرتے ہین کہ رنگ آسمان کا ہے یہ غلط ہے بلکہ کرۂ بخاریہ کا رنگ ہے کیونکہ بخارات جب بعید بلند ہوئے تو وہ لطیف تر تھے اُس بخار سے جو بسبب کثافت پست تر تھے تو وہ اجزا، بخاریہ جو قریب تھے سطح کرہ بخار سے وہ روشنی کم قبول کرینگے بہ نسبت اُن اجزا کے جو قریب ہے زمین سے اور وجہ اسکی محض لطافت اور دوری کی زیادتی ہے اس بنا پر وہ بخارات جسم مظلم کے مانند ہونگے بہ نسبت ان اجزا کے جو قریب ہین لہذا دیکھنے والیکو کرہ بخاری کا ایسا رنگ محسوس ہوگا جو درمیانی حالت ہوتی ہے ضیا، وظلمت کی" فرانس کے مشہور حکیم فلاماریون نے کہا ہے کہ "اس جو کا کبودی رنگ جو نظر آتا ہے یہ رنگ کرہ اتمسفر کا ہے جو ہماری زمین کو محیط ہے جب اُسمین بعید لطافت پیدا ہوتی ہو

تو وہ کبودی اور سبز رنگ معلوم ہوتا ہے حالانکہ اسکا کوئی رنگ نہین ہے۔
اس کل بیان سے معلوم ہوا کہ بربنا تحقیق قدیم فلک کا کوئی رنگ نہین ہے لیکن متقدمین نے جسکو کرہ بخاریہ کہا ہے اور متاخرین جسکو کرہ اتمسفر کہتے ہین شارع اسلام نے اُسیکو سماء کہا ہے اور اسی کا سبز رنگ بتایا ہے اور اُسکی سبزی کی وجہ بھی بتائی ہے جو متاخرین و متقدمین فلاسفہ بتاتے ہین۔ پس ثابت ہوا کہ یونانیون نے جسکو فلک بتایا ہے شریعت اسلام اُسکے بالکل خلاف ہے اور جو کچھ بھی دیکھائی دیتا ہے یہ آسمان ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ جسم متحجر نہین ہے حدیث مین ہے امام حسن ؑ نے شامی سے فرمایا زمین و آسمان مین بعد مد بصر کا ہے جو اسکے خلاف کہے وہ جھوٹا ہے (احتجاج طبرسی) حد بصر کو سماء کہا ہے اور حد بصر کیا شئے ہے یہی لون کبودی کرہ اتمسفر کا۔

۱۵۔ افلاک کی ماہیت کا زیادہ تر پتہ اُن اخبار و احادیث سے بھی ملتا ہے جسمین یہ بتایا گیا ہے کہ افلاک بعد زمین خلق ہوئے ہین ہمارے علماء نے ان آیات و اخبار مین بطلیموسی نظام کیوجہ سے بلاوجہ تاویلات کئے لیکن فی نفسہ اسلامی تعلیم یہی ہے کہ پہلے خلقت زمین ہوئی پھر آسمان بنے اور فلسفہ جدید اسکے موافق ہے اسلیے کہ ہر سیارہ کرہ بخاریہ سے محیط ہے اور وہ بخارات زمین ہی کے ہین پس پہلے ارض سیارہ کا وجود ہوگا بعد اُسکے کرہ بخاریہ بنا اور اُسیکو اسلام نے آسمان بتایا ہے۔

تمام حکماے متقدمین و متاخرین قایل ہین کہ جو حرارت آفتاب کی ہماری زمین پر روشنی کی کرنون کے ساتھ پڑتی ہے وہ سطح زمین سے ہمراہ شعاع آفتاب کے انعکاس کے منعکس ہوتی ہے اور جسقدر یہ حرارت منعکسہ زمین سے دور ہوتی ہے اُسیقدر حرارت کم ہوتی جاتی ہے حتی کہ حرارت بالکل فنا ہوجاتی ہے۔
اختلاف اس امر مین ہے کہ یہ منعکسہ حرارت کہانتک اوپر چڑھتی ہے اور کس مقام پر پہونچکر یہ حرارت منتشر ہوتی ہے۔

متقدمین کا خیال تھا کہ سترہ فرسنگ اور ایک میل پر یہ حرارت منتہی ہوتی ہے
اور متاخرین فلاسفہ اس مقدار سے کم بتلاتے ہین۔

پس قبل اس حرارت کے معدوم ہونے کے بخارات ارضی اور ادخنہ مرتفعہ ٹھنڈے
ہوکر جم جاتے ہین اور دریاؤنکی بھاپ جم جاتی ہے۔اس مقام پر ہوا کے چند
طبقہ ہوتے ہین۔ پہلا طبقہ نسیم کہلاتا ہے جو زمین سے متصل و محیط ہے اور جو
مختلف سمتون مین متحرک ہوتی ہے یہی طبقہ ہوا معیشت و زندگانی کی اصلاح کرتا ہے
یہ طبقہ زمین کی سطح کو ڈھانپے ہوئے ہے اور اُسکا حجم سولہ ہزار ہاتھ کا ہے بعض نے
اس سے زائد کہا ہے۔

دوسرا طبقہ۔ زمہریر ہے جو ساکن ہے اور رطوبات منجمدہ و کثیف گیس سے بنا ہے
اس طبقہ کے اوائل مین ابر و برق و رعد وغیرہ بنتے ہین اور یہ طبقہ زندگانی کے لیے
صلاحیت نہین رکھتا نہ اس طبقہ مین جاکر کوئی زندہ رہ سکتا ہے۔متقدمین اس
مقام پر کرہ نار کے وجود کے قایل ہین لیکن جدید فلسفہ اسکی تکذیب کرتی ہے اُنکے
نزدیک کرہ زمین مع اپنے کرہ بخاریہ و ہوائیہ کے اس فضا مین جو ایتھر سے مملو ہے
حرکت کرتی ہے۔لیکن متاخرین نے اس امر مین بھی اختلاف کیا ہے کہ وہ کرہ ہوا
جو ہمراہ کرہ زمین کے متحرک ہے اُسکی کتنی ضخامت ہے۔

فرانس کا مشہور حکیم فلاماریون قایل ہے کہ وہ ہوا جو ہمارے کرہ کو محیط ہے اُسکا حجم
ایک لاکھ میٹر ہے اور نام اس کرہ ہوائی کا اتمسفر ہے جو یونانی لفظ ہے معنی اُسکے
بخار مدور ہین۔ آجکل کے حکما مین مشہور یہ ہے کہ کرہ اتمسفر پندرہ فرسخ سے
کم نہین ہے اسکے اوپر اتمسفر ہے یا نہین اسمین اختلاف ہے یہ حساب انکسار نور
سے کیا گیا ہے کہ فجر اور شفق مین انکسار نور کرہ ہوائیہ سے ہوکر ہم تک پہونچتا ہے اسی
قاعدہ سے کتاب عروس بدیعہ مین لکھا ہے کہ کرہ محیط ہوا ہماری زمین پر مثل غلاف
اور چھلکے کے ہے اور بلندی اُسکی جہان سے انکسار نور ہوتا ہے ۴۵ میل ہے اور
یہ شفق سے پہچانا جاتا ہے اور غالبًا سطح زمین سے اوپر سو یا دو سو میل اوپر تک

یہ شفق معلوم ہوگی اس بنا پر حجم کرۂ ہوا کا تیس فرسخ ہوا آیات بینات مین لکھا ہے
کہ وہ مقام جہان شہاب ثاقب اور شفق کا ظہور ہوتا ہے اوپر ۷۰ میل سے ۳۰۰ میل
تک ہے اور بعض حکماء کا خیال ہے کہ بلندی اسکی ۵۰۰ میل تک ہے اور نیوٹن کا
قول ہے کہ اسکی بلندی ۵۰ فرسنگ ہو۔
حدائق النجوم مین ہے کہ کرۂ بخاریہ ارضیہ ۱۰۰ میل سے ہو منتہا یکہ اختلاف طبقات
ہوائیہ مین ہے کہین طبقات ہوا کثیف ہین کہین لطیف حتیٰ یہ کہ کرۂ بخاریہ کرہ اثیر
تک مملو ہے اور چونکہ شفق اور فجر بدون کثافت ہوا کے معلوم نہین ہوتے تو
ضرور ہے کہ ظہور ان دونون کا اُس طبقہ مین ہو جو کہ ۴۵ میل ہے اور یہ امر اسکی
دلیل نہین ہے کہ کرۂ بخاریہ کی یہ انتہا قرار پاوے بلکہ اس بات کی دلیل ہے کہ
کثافت کرہ بخاریہ کی منتہی ہے ۴۵ میل مین اور یہ مخالف نہین اس امر سے کہ اُسکے
اوپر بھی ہوا ے لطیف موجود ہو خصوصاً جبکہ ادلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوا
اور بخارات سو میل سے اوپر بھی ہین اور کرہ اثیر تک ہین۔ بہرحال ان اختلافات سے
بحث نہین ہے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ زمین ہماری گھری ہوئی ہے کرۂ بخاریہ
سے اور اُنمین کہربائی اجزا بھی ہین جسکو ہم کرۂ زمہریر کہین خواہ کرہ اثیر کہین یا
برف کا کرہ کہین اور اُنکی بلندی پندرہ فرسخ سے کم نہین ہے یہ کرہ ہوائیہ کرہ بخاریہ
کے جوف مین ہے اور یہ دونون کرہ زمین کی حرکت وضعیہ وانتقالیہ کے ساتھ
متحرک رہتے ہین یہ حالت ہماری زمین کی نہین ہے بلکہ سب اراضی سیارات کی
یہی حالت ہے کہ وہ اپنے اپنے کرہ ہوائیہ و بخاریہ سے محیط ہین اور کرۂ بخاریہ کو
کرہ اثیر محیط ہے۔
اس کل بیان سے کہا جاسکتا ہے۔
(۱) کرہ بخاریہ و ہوائیہ کے کل طبقات سماء کہے جاسکتے ہین جسکو خدا نے فرمایا ہے
سبع سموات طباقا (سورہ ملک) سات طبق آسمان کے ہین۔
(۲) دھوین، بخار، ابر، زمہریر ان سبکو سما کہنا صحیح ہے یہی وجہ ہے کہ ما یستعمل

مین کبھی دھوان شریعت اسلام نے کہا ہے کبھی بخار کبھی موج مکفوف، کبھی پانی نمبر۔

(۴) کرہ بخاریہ کی خلقت کرہ زمین کی خلقت کے بعد ہوئی اسواسطے کہ بخارات کی تکوین وحدوث رطوبات ارضی سے ہے لہذا زمین کی خلقت مقدم ہوئی اور کرہ بخاریہ موخر ہوا اور اسکو آسمان کہا ہے۔ لہذا آسمان کا وجود بعد زمین کے وجود کے ہوا۔ ہمارے احادیث واخبار ان امور کی تائید کر رہے ہین اور یہی بتا رہے ہین کہ خلقت زمین کی آسمان سے مقدم ہے۔

(الف) حدیث مین ہے خدا نے زمین کو قبل آسمان کے خلق کیا اور سورج کو قبل چاند کے بنایا (بحار الانوار، کافی)

(ب) هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعا ثم استوى الى السماء فسواهن سبع سموات وهو بكل شيء عليم (سورہ بقر)

خدا وہ ہے جسنے تمہارے نفع کے لیے زمین والی چیزون کو خلق کیا پھر ساتون آسمانون کو بنایا اور خدا ہر شئے کو بخوبی جانتا ہے۔

(ج) خلق الارض في يومين فتجعلون له اندادا ذلك رب العالمين وجعل فيها رواسي من فوقها وبارك فيها وقدر فيها اقواتها في اربعة ايام سواء للسائلين ثم استوى الى السماء وهي دخان فقضاهن سبع سموات في يومين (حم)

دو دن مین خدا نے زمین کو خلق کیا (دوسرون کو تم) خدا کا شریک بناتے ہو (دیکھو) وہی سارے جہان کا مالک پروردگار ہے (کوئی اسکا شریک نہین) اور اُسنے زمین مین پہاڑ بنائے اور اُسمین برکت دی اور اُسمین (وس کے رہنے والون) کی روزی مقرر کی (زمین کا بنانا اور پہاڑون کا پیدا کرنا وغیرہ) پورے چار دن مین ہوا پوچھنے والون کے لیے اسمین واضح نشانیان ہین۔ پھر وہ آسمان کیطرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھوان تھا پھر اُنھین دو دن مین سات آسمان بنائے چھ روز مین خلقت زمین و آسمان ہوئی۔

(د) ءانتم اشد خلقا ام السماء بناها رفع سمكها فسواها واغطش ليلها

والارض بعد ذلک دحاها اخرج منها ماءها ومرعاها والجبال ارساها متاعا لکم ولانعامکم (سورۂ نازعات ع ۱)

تمہاری خلقت دشوار ہے یا آسمان کی خلقت بلند کی نیا دین اسکی اور برابر کرکے بنا دیا اور اسکو ڈھانپا راتوں کو اسکی اور نکالا اسکی صبح کو اور بعد اسکے زمین کو بچھا کیا نکالا اس سے زمین کا پانی اور گھاس اور پہاڑون کا بوجھ رکھا تمہارے واسطے اور چارپایون کے نفع کے لیے۔

ان تینون آیتون اور چوتھی حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین آسمان سے پہلے بنی اور بیشک موافق عقل بھی یہی ہے۔

(شبہ) خلقت زمین و اشیائے زمین کا آسمان سے قبل خلق ہونا بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے اور آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان قبل زمین خلق ہوئے یہ تناقض ہے۔

(جواب) ممکن ہے خلقت زمین قبل آسمان ہو اور دحو ارض یعنی یہ حرکت معینہ زمین کی بعد خلقت آسمان ہو۔

(اعتراض) اس جواب پر اعتراض یہ ہے کہ ان آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ خلقت زمین و اشیائے زمین قبل خلقت آسمان ہوئی اور خلقت اشیاء زمین بدون دحو زمین ممکن نہیں اسلیے کہ حرکت وضعی و انتقالی زمین کی جو دحو سے ثابت ہے یہی اعتدال موجب خلقت اشیاء ارض کا ہے پس لازم آیا کہ دحو اور خلقت دونون مقدم ہون۔

(جواب) والارض بعد ذلک دحاها سے معلوم ہوتا ہے کہ تسویۂ افلاک کا دحو ارض پر مقدم ہے اور خلقت افلاک بعد خلقت زمین ہے جیسا کہ اور آیات کا منشاء ہے۔

(اعتراض) تیسری آیہ کا یہ منشاء ہے کہ تسویہ آسمان کا دحو ارض پر مقدم ہے اور دوسری آیت کا یہ منشاء ہے کہ خلقت زمین و اشیاء زمین مقدم ہے تسویۂ فلک پر اسلیے کہ خلقت اشیائے ارضی بدون دحو زمین ممکن نہیں پھر بھی تناقض رہا۔

(جواب ۱) ممکن ہے پہلی اور تیسری آیت مین تسویہ کا استعمال دو معنون میں ہو

تسویہ مطلقہ مقدم ہو دحوارض پر اور تسویہ ساتون آسمانون کا بعد ہو دحوارض کے

(جواب ۲) تیسری آیت مین لفظ بعد تاخر زمانے کے لیے نہ ہو بلکہ نعمتون کے متعدد ہونے اور انکی یاد دہی کیواسطے ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز مقدم ہو بیان مین موخر ہوتی ہے زمانا اسلیئے کہ اُس سے مجرد دنیا اوقات اور زمانہ کی مقصود نہین ہوتی بلکہ مقصود نعمتون کا ذکر ہے اور تنبیہ ہے۔

(جواب ۳) مراد "بعد ذالک مع ذلک" ہے اظہار ترتیب مقصود نہین ہے جیسا کہ ابن عباس سے تفسیر مین "والارض بعد ذلک دحیٰھا" کے مروی ہے "ای مع میثاقہ دحیٰھا" اور میاد کے معنی حرکت کے ہین

باب تیسرا حالات فلکی مین

۱۶ – احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان منتہاے ہوا پر ہین۔

(الف) حضرت یعقوبؑ کی وہ دعا جو تفسیر سورہ یوسف مین ابراہیم قمی رح نے نقل کی ہے "یا من سمک السمآء بالھوا" ای وہ خدا جسنے مستحکم کیا آسمان کو ہوا سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرہ بخاریہ کی سطح مقعر محدب کرہ ہوا سے ملی ہوئی ہے جیسا کہ حکمت مین ثابت ہے۔

(ب) امام حسین علیہ السلام کی دعاے روز عرفہ مین ہے "اور روکدیا ہوا کو آسمان نے" (بلد الامین کفعمی، صحیفہ حسینیہ، بحار) حکمت مین ثابت ہے کہ کرہ بخاریہ کرہ ہوا کو محیط ہے اور کوئی فاصل نہین ہے حالانکہ متقدمین کرہ نار کو کرہ ہوا اور فلک اول کا حایل قرار دیتے ہین۔

(ج) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے "روکدیا خدا نے ہوا کو آسمان و زمین کے درمیان مین (بحار) ان سب اخبار کا یہی منشا ہے کہ سماء دنیا کرہ ہوا کے اوپر ہے

۱۷ – احادیث و اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند اور شہاب ثاقب آسمان دنیا کے اوپر ہین (بحار، در منثور)

یہ بنا بر فلسفہ جدید صحیح ہے اسلیے کہ دنیا کا آسمان کرہ بخاریہ ہے جو ہماری زمین کو محیط ہے اور بنا بر یونانی حکمت کے چاند فلک دنیا کے اوپر نہین ہے بلکہ نیچے جھکا ہوا ہے۔

۱۸۔ آسمان فلک کے نیچے ہے بعض احادیث مین معلوم ہوتا ہے کہ سمار فلک کے نیچے ہے اور بعض کا مفہوم ہے کہ فلک آسمان کے نیچے ہے لیکن جب ہم اُس کرہ بخاریہ کو جو ہر سیارہ کی زمین کو محیط ہے آسمان قرار دین اور ہر سیارے کے مدار کو فلک کہین تو اُسوقت مین اخبار مین تناقض نہ رہیگا اور یہ مطلب ہوگا کہ ہر زمین کا آسمان فلک کے نیچے بھی ہوگا اور فلک کے اوپر بھی ہوگا۔

(۱۹) خدا فرماتا ہے ءَاَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا (سورہ نازعات) اور آسمان کو ہمنے نیوا اور بنا قرار دیا اسی سے معلوم ہوا کہ آسمان جسم ہے ویسا ہی جیسا کہ متقدمین قائل تھے۔ آسمان کے اطلاقات ہمنے سابقاً بیان کیے اگر فضا کو آسمان کہا ہے تو وہ بھی بمنزلہ بنا کے ہے جسطرح سے گھر مین سکونت ہوتی ہے اور مختلف اشیا رکھے جاتے ہین اسیطرح سے یہ فضاے نامحدود مخلوق نامتناہی سے معمور ہے اور تمام اجرام فلکی کو محیط ہونے کی جہت سے بنا کہا جا سکتا ہے۔

اور اگر آسمان سے ستارے مراد ہین تب بھی کوئی اعتراض نہین ہے اسلیے کہ ستارے مثل زمین مخلوقات الٰہی سے معمور ہین جسطرح سے مکان گھر والون سے آباد ہوتا ہے۔

(شبہ) نبار کا استعمال نیو اور رجز پر ہوتا ہے دوسری آیت مین خدا فرماتا ہے وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (سورہ انبیار) آسمان کو چھت بھی قرار دیا ہے اور بنا بھی جس سے اُسکا جسم محیط ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(جواب) ان دونون آیتون مین تشبیہ اور استعارہ ہے نس محض محیط ہونیکو دو آیتون مین دو تشبیہین و بنا کچھ زاید فائدہ مند نہین ہے بلکہ تشبیہ دوسری بات مین ہے جو واضح تر ہے کوئی عمارت بے اساس نہین بن سکتی اور بنے کے بعد قائم نہین رہ سکتی جبتک بنا مستحکم نہو ستارے وہ بناے مستحکم ہین جنکے وجود پر تمام اشیاء کواکب کے

منحصر ہین خصوصاً ثوابت جنپر سیارون اور چاندون کا وجود بھی موقوف ہے - اور
چھت کا وجود بظاہر سایہ کی غرض سے ہوتا ہے اور اس غرض سے کہ اوپر سے
آنے والی شئے سے حفاظت ہو ستارے نہ ہوتے تو اجرام جو یہ کرۂ زمین کو برباد
کر دیتے اور ایکدوسرے کے واسطے سایہ کا کام بھی دیتا ہے جس سے چھت
کہنا بھی صحیح ہے اور اگر آسمان سے فضا مراد ہے تو کوئی اشکال نہین فضا زمین کو
محیط ہے جیساکہ شب مین کہا ہے اور محیط ہونے سے مشبہ ہونا ضروری نہین ہے
اس سب سے قطع نظر خود خدا نے اس آیہ مین تفسیر بنا ہا کی فرمادی ہے
خدا فرماتا ہے ام السماء بناها رفع سمکها فسوّٰها کہ آسمان بنا کہ سطرح سے ہے کہ
وہ رفع سمکها ہے واضح ہو کہ امتداد اگر اعلیٰ سے اسفل کیطرف ہے تو اسکو عمق کہتے
ہین اور اگر اسفل سے اعلی کیطرف ہے تو اسکو سمک کہتے ہین مراد رفع سمک سے
بہت بلندی ہے اور در حقیقت ستارون کو جو دوری ہے زمین سے وہ عقل
بشری سے باہر ہے چنانچہ بعد ثوابت وسیارات کا زمین سے اپنے محل پر بیان
ہوگا پس سماء ایسی بناء ہے جسکو دوری ہماری عقل سے باہر ہے پھر سوّٰها
سے تفسیر فرمائی ہے اور اگر مراد تسویہ سے تالیف وخلقت ہے تو آسمان ایسے
بناء ہے جو بلند کرنے کے بعد بلندی پر بنایا گیا ہے یعنے جسکی بنیاد زمین سے
بہت بلندی پر رکھی گئی ہے اور چونکہ زمین سے بلند ہے لہذا چھت کہنا بھی صحیح ہو
محیط ہونا کب مذکور ہے بلکہ یہ آیہ بتا رہی ہے کہ آسمان کی بنا اور نیو زمین سے
بہت بلندی پر ہے اور بیشک وہ کواکب ہین جو زمین سے بہت دور پر بنائے
گئے ہین جنکو محیط رکھنا کسیطرح پر صحیح نہین ہے اور مراد تسویہ سے تسویہ حقیقی ہو
یعنے کواکب کروی ہین اگر کروی نہ ہوتے تو بعض سمتین سطوح رکھتین بعض مین زاویہ
ہوتے بعض مین خط بعض ہمسے قریب ہوتے بعض دور تسویہ حقیقی نہ ہوتا خدا نے
ستارون کو وہ بناء قرار دیا ہے جسمین تسویہ حقیقیہ ہے - پھر بناء کو اغطش لیلها
سے سمجھایا ہے جو صاف دلیل ہے اس بات کی کہ سماء مصطلح بطلیموسی مراد

نہین ہے اسلیے کہ اضافۂ لیل و نہار کی سماء مصطلح کی نسبت صحیح نہین ہو بلکہ دن و رات کی نسبت سورج و چاند کیطرف ہوتی ہے اور یہان اضافۂ سماء کی طرف ہو جو صاف دلیل ہے اس امر کی کہ مراد سماء سے سورج اور چاند اور دیگر ستارے ہین۔

۲۰ — احادیث و قرآن مین مذکور ہے کہ خدا نے آسمانونکو طبق در طبق بنایا ہے

(الف) سبع سمٰوٰت طباقا (سورہ ملک) خدا نے سات آسمان طبق در طبق بنائے۔

(ب) دعاے امام زین العابدین علیہ السلام مین ہے "اطباق سمٰواتک" طبق تیرے آسمانون کے طبق عربی لفظ ہے مراد مطابقت سے مشابہت ہے یعنے سب آسمان آپس مین مشابہ ہین احکام و اتقان مین جیسا کہ خداوند کریم قرآن مجید مین فرماتا ہے "ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت" (ملک) تو نہین دیکھتا خلق خدا مین اختلاف و تناقض طریق حکمت سے بلکہ تمام افعال الٰہی برابر ہین حکمت و اتقان مین اگرچہ ہیئت و صورت مین فرق ہے۔

اور ممکن ہے طبق سے یہ مراد ہو کہ سب متوازی ہین اسلیے کہ ہر ستارہ اپنے حیز مین ہے اور یہ کواکب مجموعہ ہین اجرام سماویہ کا جو فضا کو پر کیے ہین اور ان اجرام کی کوئی حد نہین ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد طباقا سے ذات طباق ہو اور سبع سماوات سے سبع سیارہ مراد ہون اور سبع سیارہ مین مثل زمین طبقات ہون دلیل اسپر تتمہ آیۃ ہے "جعل القمر فیھن نورا" کہ چاند کو ان ساتون آسمانون مین نور قرار دیا ہے اگر آسمانون سے یونانی آسمان مراد ہون تو ظاہر ہے کہ چاند کا نور ساتون آسمانون مین نہین ہے جس سے فیھن نورا صحیح ہو اور نہ متقدمین اسکے قائل ہین کہ ہر آسمان مین ایک یا کئی چاند ہین۔ لیکن بنا بر تحقیق جدید ثابت ہے کہ ہر سیارہ کیواسطے چاند ہین لہذا "جعل القمر فیھن نورا" کہنا صحیح ہوگا یعنے سب آسمانون مین چاند کو نور دینے کیواسطے بنایا ہے اور یہی چاند کی غرض بھی ہے کہ وہ ان ہی سیارات کو روشن کرتا ہے پس مراد سات آسمانون سے سات سیارے ہونگے۔

۱۲ ۔ ترتیب سات آسمانوں کی بنا بر ہیئتِ محمدی و نظام علوی جس سے فلسفہ جدید بالکل مطابق ہے ۔ یہ کہ فلسفہ جدیدہ مین بنا بر نظام کوبرنیکی یہ ثابت ہو کہ اراضی سبع سیارہ کرہ بخاریہ سے گھرے ہین جسطرح سے ہماری زمین کو کرہ بخاریہ محیط ہے سوائے نیچون اور برکان کے انکے گرد کرہ بخاریہ کا وجود نہین معلوم ہوتا پس بنا بر اس تحقیق کے سات سیارے ایسے ہین جنکو کرہ بخاریہ محیط ہے یعنے ہماری زمین زہرہ، عطارد، مریخ، مشتری، زحل، ارانوس، اور یہ ثابت ہو چکا کہ سمار سے مراد کرہ بخاریہ ہے اور آیندہ تعدد عوالم مین بیان کرینگے کہ سبع سیارہ زمین ہین اس تحقیق کی بنا پر اسلامی نظام بالکل مطابق ہے اسطرح سے کہ ہماری زمین اُسپر سماء دنیا یعنی کرہ بخاریہ جو ہماری زمین کو محیط ہے ۔ دوسرے کرہ زہرہ یہ دوسری زمین ہے اسکا کرہ بخاریہ دوسرا فلک ہے جو کرہ ہوا کے محیط ہے ۔ تیسرے زمین عطارد ہے اُسکا کرہ بخاریہ تیسرا فلک ہے جو اُسکے کرہ ہوا کو بھی محیط ہے ۔ چوتھی زمین مریخ ہے اُسکا کرہ بخاریہ چوتھا آسمان ہے جو اُسکے کرہ ہوا کو بھی محیط ہے ۔ پانچوین زمین مشتری اُسکا کرہ بخاریہ پانچوان آسمان ہے جو اُسکے کرہ ہوا کو بھی محیط ہے ۔ ساتوین زمین ارانوس ہے اُسکا کرہ بخاریہ ساتوان آسمان ہے جو اُسکے کرہ ہوا کو بھی محیط ہے ۔ اس نظام کو حدیث مین بعینہ اسطرح سے بیان کیا ہو حسین بن خالد ۔ ترتیب زمین و آسمان کی کیا ہے امام رضا علیہ السلام بایان ہاتھ پھیلا کر اُسپر داہنا ہاتھ رکھکر فرمایا یہ دنیاوی زمین ہے اُسپر دنیا کا آسمان ہے اُسپر ایک اور قبہ ہے اور دوسری زمین دنیا کے آسمان کے اوپر ہے اور دوسرا آسمان اُسکے اوپر ہے بطور قبہ کے اُسپر تیسری زمین ہے اُسپر تیسرے آسمان کا قبہ ہے اس قبہ پر چوتھی زمین ہے اُسپر چوتھے آسمان کا قبہ ہے چوتھے آسمان پر پانچوین زمین ہے اُسپر پانچوین آسمان کا قبہ ہے پانچوین آسمان پر چھٹی زمین ہے اُسپر چھٹے آسمان کا قبہ ہے چھٹے آسمان پر ساتوین زمین ہے اُسپر ساتوین آسمان کا قبہ ہے اور عرش خدا ساتوین آسمان کے اوپر ہے یہی خدا فرماتا ہے " سبع سموات و من الارض مثلھن "

حسین بن خالد - ای مولا ہمارے نیچے سواے ایک زمین کے اور کچھ نہین ہی -
امام علیہ السلام نے تصدیق کی - (تفسیر عیاشی، تفسیر ابراہیم قمی، تفسیر مجمع البیان
تفسیر برہان، تفسیر صافی، انوار نعمانیہ، بحار الانوار)
یہ حدیث کسیطرح سے حکماے متقدمین کی بنا پر صحیح نہین ہوسکتی جیساکہ سید جزائری نے
بھی انوار نعمانیہ مین اقرار فرمایا ہے کہ یہ حدیث کسیطرح سے اقوال حکما، وریاضیین سے
مطابق نہین ہوسکتی - البتہ نظام کوبرنیک سے بالکل مطابق ہے بطلیموسی کا نظام
وہ ہے جسکو نظام علوی مین قیامت کے حال مین بیان کیا ہے -
تفسیر آیہ کریمہ " من اقطار السموات " مین وارد ہے جب قیامت ہوگی
تو دنیا کے آسمان کو زمین گھیر لیگی اور دوسرے آسمان کو دنیا کا آسمان گھیر لے گا اور
تیسرا آسمان دوسرے آسمان سے محیط ہوگا اور ہر آسمان اپنے نیچے آسمان سے
گھر جاوے گا (تفسیر قمی) ظاہر حدیث یہ ہے کہ قدما جسطرح سے قایل ہین کہ ہر نیچے کا
کرہ اپنے اوپر کے کرہ کے شکم مین ہے یہ شکل قیامت مین ہوگی ابھی ایسا نہین ہے "

۲۲ - احادیث مین آسمان کا وزن بھی بتایا گیا ہے -

امام زین العابدین علیہ السلام ایک تسبیح کی دعا مین فرماتے ہین " سبحانك تعلم
وزن السموات " سزاوار تسبیح وہ خدا ہے جو آسمانون کا وزن جانتا ہے (صحیفہ
ثانیہ محمد العاملی) یہ کلمات بھی فلاسفہ قدیم کی تردید کرتے ہین اسلیے کہ درحقیقت
وزن کوئی شئے نہین ہے بلکہ مرکز کیطرف میلان جسم کا یہی وزن ہے جن اجسام
کا میلان سمت فوق مین ہے اُنکو لطیف اور ہلکا کہتے ہین اور جن اجسام کا میلان
سمت تحت مین ہے اُنکو بوجھ دار اور بھاری کہتے ہین اسیوجہ سے فلاسفہ قدیم
نے فلکیات کیواسطے بالاتفاق کہا ہے کہ اُسکا کوئی وزن نہین ہے کیونکہ اُنکے
نزدیک وزن نام ہے میل مستقیم کا اور فلکیات کیواسطے فلسفہ قدیم مین میل مستقیم
ثابت نہین لہذا وزن بھی نہ ہوگا معصوم نے اس قول کی تردید فرمائی ہے اور ارشاد
کیا ہے کہ خدا آسمانون کے وزن کو جانتا ہے یعنے اُسکے میل مرکزی سے واقف ہے

جیسا کہ فلسفہ جدیدہ مین بھی وزن و ثقل کرہ بخاریہ کا بتایا گیا ہے جسکو ہم انشاء اللہ محل و موقع سے بیان کرینگے۔

۲۳ — جہانتک اخبار و احادیث و آیات قرآنی کو دیکھو معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سات ہین لیکن حال کی تحقیق مین نو سیارے ہین لہذا نو زمینین اور نو آسمان ہونگے۔ فی نفسہ فلسفہ جدیدہ سے نظام اسلامی کو اختلاف نہین ہے۔ اسلیے کہ کرہ بخاریہ کو آسمان کہا ہے اور سوائے سات سیارون کے اور سیارون کے گرد کرہ بخاریہ کا وجود نہین پایا جاتا اسلیے کہ ہفتون ستارہ کے اوپر بھی کرہ بخاریہ نہین دیکھا گیا ہے کیونکہ یہ سیارہ سورج سے بہت دور ہے اور حرارت آفتاب کی کرہ ہفتون تک اسقدر کم پہونچتی ہے جسکا تخمینہ کیا گیا ہے کہ ہماری زمین پر جتنی سورج کی حرارت پہونچتی ہے اُس سے نو سو درجہ کم ہفتون پر پہونچتی ہے جب اسقدر حرارت کم ہے تو اُسکے گرد بخارات کہان آوینگے اور کرہ بخاریہ نہین تو آسمان بھی نہین ہے۔ اب رہا عطارد سیارہ یہ کرہ آفتاب سے بہت قریب ہے لہذا اُسکے کرہ پر بھی رطوبات گرمی کی شدت سے نہین ہوسکتی اور جب رطوبات نہین تو بخارات کس چیز کے ہونگے لہذا سات فلک ہوئے اور یہی اسلامی نظام ہے۔

باب پانچوان عرش و کرسی کے بیان مین

۲۴ — قرآن مجید و احادیث مین عرش و کرسی کا بابت ذکر آیا ہے لہذا معلوم کرنا اس امر کا ضروری ہے کہ مراد عرش سے فلک الافلاک اور فلک اطلس ہے یا اور کوئی شئے مراد ہے جہانتک اخبار و احادیث دیکھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نبی اُمّی اور اُنکے اوصیاء (صلے اللہ علیہم) فلاسفہ متقدمین کے ترجمان یا اُنکے مقلد نہ تھے بلکہ سخت الفاظ مین اُنکے علوم کی تکذیب اور اُنکے عقائد کا بطلان کرتے تھے جو شریعت اسلام کی سچائی کی بین دلیل ہے لیکن ہمارے متکلمین و مفسرین خواہ نخواہ تاویلات کرکے ان اخبار و آیات کو فلسفہ قدیم سے ملاتے تھے جسکو دیکھکر

اب جدید تعلیم یافتہ ہنستے اور مضحکہ کرتے ہین درحقیقت اسلامی تعلیم الٰہی تعلیم ہے کوئی فلسفہ اگر اُسکے مطابق ہوجاوے تو یہ اُسکی تحقیق علیہ ہے اور نہ مطابق ہو تو ہمکو فلسفہ الٰہی مین تاویل کی ضرورت نہین ہے۔ اسیطرح سے وہ حضرات اس فلسفہ جدید کے بھی ترجمان نہ تھے اسلیے کہ بنا ر اسکی پیرس کے مشہور حکیم کوبرنیکاالمتوفی ۱۵۴۳ء کی ہے اور نئی تحقیقات بعد مین ہوتے گئے ہین قبل ۱۰۰۰ھ کے اس ہیئۃ و فلسفہ کا وجود بھی نہ تھا پس کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ اس فلسفہ سے اُن حضرت نے سیکھا اُنکے علوم وہبی ولدنی تھے جس سے تحقیقات فلسفیہ اُنکے سب صحیح و درست ہین اور مخالف اُنکے لغو و باطل ہین اسی بنا پر ہم فلسفہ اسلامی کو کسی فلسفہ سے مطابق نہین کرتے بلکہ جو فلسفہ از خود اسلام سے مطابقت رکھتا ہو اُس مطابقت کو بیان کردیتے ہین۔ متقدمین نے فلک الافلاک کو بطلیموس کے دیکھکر عرش کو سب سے بڑا آسمان بنادیا حالانکہ تعلیم اسلامی اسکے خلاف ہے۔

مفضل بن عمر سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔

سوال۔ عرش و کرسی کیا شئے ہے۔

جواب۔ بنابر ایک صورت کے عرش جملہ مخلوقات ہے اور کرسی ظرف اُنکا ہے اور بنابر دوسری صورت کے عرش وہ علم ہے جسپر انبیاء و مرسلین اور حجج خدا مطلع ہین اور کرسی وہ علم ہے جسپر کسی نبی و رسول اور حجۃ خدا کو اطلاع نہین ہے (بحار الانوار، معانی الاخبار)

اس حدیث کی بنا پر معلوم ہوا کہ عرش کسی جسم مخصوص کا نام نہین ہے جو محیط اجسام ہو اور کرسی بھی کوئی جسم مخصوص نہین ہے بلکہ محل و مقر مخلوق الٰہی کرسی ہے۔

صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہین کرسی علم الٰہی ہے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے وسع کرسیه السموات والارض کی تفسیر مین فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ علم الٰہی آسمان و زمین سے وسیع ہے (اعتقادیہ شیخ صدوق رہ)

اور عرش کے بارہ مین فرماتے ہین۔ اعتقاد ہمارا عرش کے بارہ مین یہ ہے کہ عرش جملہ

مخلوق الٰہی کا نام ہے اور دوسری بنا پر عرش سے علم الٰہی مراد ہے (اعتقادیہ شیخ صدوق) معلوم ہوا عرش وکرسی کے دو مفہوم ہین ایک جسمانی دوسرے غیر جسمانی کسی مقام پر کچھ مراد ہے کسی مقام پر کچھ مراد ہے لہذا یہ اختلاف بیانی نہین ہے بلکہ ایک لفظ مشترک ہے جسکا دو معنون مین استعمال ہوا ہے لہذا ہم بھی عرش و کرسی کے دونون مفہومون کو بیان کرتے ہین۔

۲۵۔ (الف) قرآن مجید مین ہے "وسع کرسیہ السمٰوات والارض۔" (سورہ بقر) خدا کی کرسی آسمانون اور زمینون سے وسیع ہے۔

(ب) امام جعفر صادق علیہ السلام اور مجاہد وابن عباس کا قول ہے کہ کرسی سے مراد علم الٰہی ہے جو بیشک آسمانون اور زمینون سے وسیع ہے جیسا کہ عرب مین علمار کو کراسی کہتے ہین (مجمع البیان)

اور معنی کرسی کے ملک وسلطنت وقدرت کے بھی ہین جیسا کہ عرب مین کہتے ہین "اجعل لھذا الحائط کرسیا ای عمادا یعمد بہ حتی لا یقع و لا یمیل" یعنی اس دیوار کے واسطے کرسی قرار دو یعنی ستون بناؤ جس پر یہ دیوار تھمے اور نہ گرے نہ کسی سمت جھکے۔ اسوقت مین آیہ کے یہ معنے ہونگے قدرت الٰہی احاطہ کیے ہے تمام آسمان وزمین کو اور ہر شئے کو تھامے ہوئے ہے (مجمع البیان)

(ج) خدا فرماتا ہے "ثم استوی علی العرش" (سورہ اعراف) پھر خدا مستولی ہوا عرش پر۔ عرش کے معنی بھی ملک وسلطنت کے ہین۔

قفال نے کہا ہے عرب مین عرش اُس تخت کو کہتے ہین جس پر سلاطین بیٹھین یہان عرش سے کنایہ خود سلطنت پر ہے جیسا کہ عرب مین کہتے ہین "ثل عرشہ ای انتقص ملکہ" اُسکا عرش تھوڑا ہے یعنے اُسکی سلطنت تھوڑی ہے۔

ابو مسلم نے کہا ہے کہ ہر بنا عرش کہلاتی ہے اور بنا کرنیوالا عارش کہلاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے "وما یعرشون" (سورہ نحل) اور اُس چیز سے جس سے بنایا (بحار) ثم استوی علی العرش سے مراد استعلار وقہر ہے۔

بعض علما رنے فرمایا ہے مراد عرش سے ملک ہے اور خدا کا ملک اسکی مخلوقات ہے
جیسا کہ ابو مسلم اصفہانی نے لکھا ہے۔
شیخ مفید رہ نے عرش کے بارے مین فرمایا ہے " ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ عرش لغتہ
مین ملک کو کہتے ہین جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

اذا ما بنو امروان ثلت عروشہم   واودت کما اودت ایاد و حمیر

جسکا یہ مطلب ہے کہ جب اعانت کرتا مروان تو ملک اسکا ہلاک ہوجاتا اور دوسرا شاعر کہتا ہے۔
اظننت عرشک لا یزول ولا یغیر تجھکو گمان ہے کہ تیرا ملک و سلطنت کبھی نہ زایل ہوگا۔
نہ متغیر ہوگا۔ خدا نے بھی عرش کو ملک کے معنون مین استعمال کیا ہے ملکہ سبا کی سلطنت کے
بارے مین فرماتا ہے " واوتیت من کل شیئ ولہا عرش عظیم " (سورہ نمل)
عرش خدا سے مراد ملک و سلطنت الٰہی ہے اور استوا علی العرش سے مراد ملک و سلطنت کی
حکومت استیلا ہے عرب بھی استیلا کے مقام پر استوا بولتے ہین شاعر کہتا ہے ؎

قد استوی بشر علی العراق   من غیر سیف و دم مہراق

بے خونریزی کے بشر سلطنت عراق پر قابض ہوگیا۔ پس عرش سے علم مراد
ہونا مجاز لغوی ہے نہ حقیقت لہذا کوئی وجہ نہین ہے کہ تاویل کرین آیہ کریمہ الرحمن
علی العرش استوی کی یا یہ کہینگے کہ علم الٰہی حاوی ہے یا یہ کہینگے کہ قدرت الٰہی
اور حکومت اسکی مخلوق کو احاطہ کیے ہوے ہے اور جو روایات ملائکہ حاملین عرش کے
بارے مین ہین وہ احاد ہین نہ انسے یقین ہوسکتا ہے اور نہ ان پر عمل ہوسکتا ہے یقین اس
بات کا ہے کہ عرش اصل مین ملک کے معنون مین ہے۔ (بحار)
اگر استوے سے استولی مراد ہو اور عرش سے مراد جسم محیط ہو تو خصوصیت عرش سے
کیا ہے خدا کی قدرت و جبروت ہر شئے پر مستولی ہے لہذا یہ آیت خود بتاتی ہے
کہ عرش کوئی جسم نہین ہے اور جب جسم نہین تو استوے بمعنے استوے ہوگا اور اگر
عرش کو جسم قرار دین اور استوے سے استقرار مراد ہو تو لفظ " ثم " تراخی اور دیر کے
اظہار کیواسطے آتا ہے مطلب یہ ہوگا کہ خدا پہلے مضطرب و پریشان حال پھرتا تھا

جب آسمان وزمین بنا چکا اُسوقت عرش پر بیٹھا یہ اضطراب وحرکت وسکون دلیل امکان ہے لہذا معلوم ہوا کہ نہ عرش کوئی جسم ہے نہ خدا جسم ہے

(شبہ) استوا کے معنے استیلا وقدرت کے درست نہین ہین اسلیے کہ قدرت واستیلا خدا کی صفت ہے جو عین ذات وقدیم ہے خدا ہمیشہ سے قادر ومستولی ہے پھر "ثم" کے ساتھ کہنا جو تاخیر کو ظاہر کرتا ہے بتاتا ہے کہ بعد خلقت زمین وآسمان خدا قادر ہوا۔

(جواب) بیشک خدا ازل سے قادر ہے اور آسمان وزمین حادث ہین اور سلطنت ومملکت الٰہی ہین لیکن قبل وجود وخلقت استیلا اور حکومت اُسپر نہ تھی محکوم کے نہ ہونے سے اصل حکومت کی نفی اور مقدور کے نہ ہونیسے اصل قدرت کی نفی نہین ہوتی البتہ صرف وجود کے بعد ہوتا ہے اور اسیکو "ثم" کیساتھ بیان کیا گیا کہ ضرر کیا ہے۔

(د) امام جعفر صادق علیہ السلام سے داود رقّی نے تفسیر آیہ کریمہ "**وکان عرشہ علی الماء**" کی عرض کی۔ لوگ کہتے ہین عرش پانی پر ہے اور خدا عرش پر ہے۔ امام علیہ السلام۔ جھوٹے ہین وہ لوگ جنکو یہ گمان ہے یہانتک کہ فرمایا خدا حامل ہے اپنے دین کا اور پانی سے مراد علم ہے الحدیث (کافی)

(ہ) امام رضا علیہ السلام نے تفسیر مین آیہ "**ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ**" اور آیہ کریمہ "**الذین یحملون العرش**" مین فرمایا ہے۔

عرش نام ہے علم وقدرت کا اور علم وقدرت مین جو شئے ہے وہ عرش ہے اور حاملان عرش سے مراد وہ مخلوق الٰہی ہے جو حاملان علم الٰہی ہین اور وہ مخلوق جو گرد عرش تسبیح کرتی ہے اور وہ مخلوق ہے جو عمل کرتے ہین اُس علم پر جو اُنکو دیا گیا ہے خدا کیطرف سے اور ملائکہ اعمال کو بندون کے لکھتے ہین اور اہل زمین سے عبادت چاہتے ہین تاکہ لوگ گرد خانہ خدا کے طواف کرین اور خدا عرش پر مستولی ہے جیسا کہ کہا ہے "**والعرش ومن یحملہ ومن حول العرش**" یعنی عرش اور جو حامل عرش ہین اور

حاملان عرش سے کیا مراد ہے

وہ جو گرد عرش کے ہین - اور خدا ان سبکا حامل ہے - یعنی اُن سبکا حافظ ہے اور تھامے
ہوئے ہے اور ہر نقش پر قایم ہے اور ہر شئے کے اوپر ہے اور ہر شئے سے بلند
ہے (کافی)

(۵) ایک طولانی حدیث مین حنان بن سدیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے
روایت کی ہے فرمایا عرش کا کئی چیزون پر اطلاق ہوتا ہے خدا نے قرآن مجید مین
عرش کا مختلف طرق سے ذکر فرمایا ہے -

ایک "رب العرش العظیم" سے مراد ملک عظیم ہے -

دوسرے "الرحمن علی العرش استوی" سے مراد یہ ہے کہ خدا ملک و
سلطنت پر حاوی ہے اور ملک ایسی کیفیتہ ہے جو خدا کو مخلوق سے خالقانہ
ارتباط ہے اور عرش و کرسی مین فرق ہے یہ دو دروازے ہین جو دروازہاے
غیب مین سب سے بزرگ ہین اور یہ دونون غیب ہین (یعنی حواس و عقول انکا
ادراک نہین کر سکتے اسلیے کہ جسم نہین نہ جسمانیات سے ہین) جس تک علم مخلوق کا
نہین پہونچ سکتا اِس لیے کہ کرسی غیب کا ظاہری دروازہ ہے جس سے اعیان
موجودات ظاہر ہوتے ہین - اور عرش غیب کا باطنی دروازہ ہے کہ جو متعلق کیفیات
اشیا ہے اور علم کون، مقدار، حد، مکانیت، مشیتہ، صفتہ، ارادہ، علم الفاظ،
حرکات، علم عود اور بدا رہے - پس عرش و کرسی علم کے دروازہ ہین جو آپس مین
قریب ہین اسلیے کہ ملک عرش علاوہ ملک کرسی کے ہے اور علم عرش مین غیب
بہ نسبت علم کرسی کے زیادہ ہے اسی سے خدا نے فرمایا ہے "رب العرش العظیم"
یعنی صفتہ عرش اعظم ہے صفتہ کرسی سے اور دونون قریب قریب ہین -

حنان - مین آپ پر فدا ہون عرش و کرسی کے قریب ہونے مین کیا مصلحت ہے -

امام علیہ السلام - دونون اسلیے قریب ہین کہ عرش وہ علم ہے جو متعلق ہوتا ہے
کیفیتہ اشیا سے اور اُس سے علوم بدا کے ظاہر ہوتے ہین اور مکانیت اشیا کی
اور حدود اشیا کے یہ وجہ ہے کہ عرش و کرسی ایک دوسرے سے قریب ہین اور

اور ایک دوسرے کا ظرف ہے (کیونکہ اعیان محل کیفیات ہوتے ہین لہذا بمنزلہ ظرف کے ہین اور کیفیات محیط با عیان ہوتے ہین لہذا کیفیات بمنزلہ اعیان کے ظرف ہونگے (اور علماے اہلبیت ائمہ معصومین) علیہم السلام ان اُمور کو مختلف عنوانون سے تعبیر کرتے ہین اور تمثیل کے پیرایہ مین بیان کرتے ہین لوگون پر واجب ہے کہ (ان مختلف تعبیرات کو اختلاف بیانی یا دروغ وجہل معاذ اللہ نہ خیال کرین) بلکہ صدق دعوی پر ان حضرات کے استدلال کرین خدا جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے اللہ وہ قوی وعزیز ہے (بحار الانوار)

(ز) خداوند کریم عرش کے بارہ مین فرماتا ہے "رب العرش عما یصفون" سورہ یعنے خدا رب وحدانیتہ ہے برتر ہے اُن چیزون سے جو اُسکی نسبت کہی جاتی ہین۔ مشرکین خدا کو جسم قرار دیکر اُسکے ہاتھون کے قایل ہین جسکو خدا حکایتاً فرماتا ہے "ید اللہ مغلولۃ" خدا کے ہاتھ بندھے ہین۔ اور خدا کے پیر فرض کیے تھے اور کہتے تھے کہ خدا بیت المقدس کے پتھر پر پیر رکھکر آسمان پر چڑھتا ہے اور خدا کی انگلیون کے قایل تھے اور کہتے ہین کہ رسولخدا نے فرمایا ہے "خدا کی انگلیونکی ٹھنڈک میرے قلب مین معلوم ہوتی ہے" ان بیہودہ خیالات کو لحاظ فرماکر خدا نے فرمایا "رب العرش عما یصفون" یعنی خدا بڑی سی بڑی مثالون اور تشبیہونکا خالق ہے جنسے مشرکین اُسکو تشبیہ دیتے ہین اور خدا کے لیے ہین اعلی مثالین الحدیث (بحار)

(ح) حدیث مین ہے "قلب المومن عرش اللہ تعالی" قلب مومن عرش خدا ہے اور شاید یہ وجہ ہو قلب مومن کے عرش ہونے کی کہ قلب مومن محل معارف اللہ ہے۔ بہرحال عرش وکرسی کا اطلاق اخبار مین چند چیزون پر ہے علم ومعرفت، ملک وسلطنت، تمام صفات کمالیہ، پس کہہ سکتے ہین عرش علم، عرش قدرت، عرش رحمانیت، عرش قدس، عرش وحدانیت۔ اسیطرح سے قلب مومن عرش ہے۔

۲۵۔ بعض اخبار سے صراحت پائی جاتی ہے کہ عرش وکرسی مجسم ہین عرش کو محدد عوالم کون اور کرسی کو محدد نظام شمس فرمایا ہے۔

(الف) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ۔ خدا نے آسمانون کو کرسی کا عماد قرار دیا ہے (بحار)

(ب) سبع سموات کرسی مین مانند ایک حلقہ کے ہین اور کرسی عرش مین مثل ایک حلقہ کے ہے (بحار)

اس بنا پر نظام محمدی یہ ہوگا کہ ہمارا کرہ ارض ہے کرہ ہوا وکرہ بخار یہ ایک آسمان ہے اور وہ کرہ بخار یہ محدد اور منتہا ر نظام ارضی ہے اسیطرح سے ہر سیارہ مع اپنے کرہ ہوا اور کرہ بخار کے دوسرا نظام ارضی ہے جسکا کرہ بخار یہ اپنی نظام ارضی کا محدد ہے اور یہ سب سیارہ اور انکا نظام ارضی ہمارے سورج کے گرد گھومتے ہین جو مرکز عالم ہے اور وہ ایتھر جو محیط ہے نظام شمس کو وہ کرسی ہے جو محدد نظام شمسی ہے۔۔ اسیطرح سے خدا نے اور بھی بہت سے نظام شمسی بنائی ہین جسکو ہم بحث، تعدد عوالم مین بیان کرینگے اور وہ سب نظام شمسی جس فضا نا محدود مین محیط ہین اسکو عرش کہا ہے جو محدد تمام عوالم مادیہ کا ہے۔ اب وسعت عرش وکرسی کی اور آسمانونکا عمود کرسی ہونا اور سبع سموات کا کرسی مین مثل ایک حلقہ کے ہونا اور کرسی کا عرش مین مثل ایک حلقہ کے ہونا یہ سب صحیح و درست ہے اور بنا بر تحقیق جدید بھی کوئی خرابی نہ ہوئی۔

۲۶۔ احادیث واخبار مین ساق عرش کا بھی ذکر

ایک۔ رسول خدا نے فرمایا ہے خدا نے عرش کو خلق کیا اور اسکی ستر ہزار ساقین مین ہر ساق مانند استدارت زمین وآسمان کے ہے۔

ساق عربی ہے جسکے بہت سے معنے ہین۔ ایک پنڈلی کے معنی ہین۔ دوسرے ساق الشجر درخت کا تنہ۔ تیسرے ساق کے معنی سختی اور شدت کے ہین (قاموس منتہی الارب)

ساق سے مراد کسی شئے کی جڑ اور اصل بھی ہے جسپر وہ شئے قائم ہو۔ ساق الانسان
اور ساق الشجرۃ مین بھی یہ معنی مفہوم ہوتے ہین - اسی اعتبار سے ساق کا اطلاق
اصل حقیقت پر بھی ہوتا ہے (تفسیر کبیر جلد ۸) اب غور کے قابل یہ بات ہے
کہ مراد ساق عرش سے کیا ہے ساق سے پنڈلی اور تنہ درخت مراد نہین ہے
کہ ہم عرش کو کوئی درخت یا کوئی انسان ستر ہزار پیرون والا سمجھ لین بلکہ عرش کو محدد و
محیط جملہ عوالم قرار دیا ہے اُن عوالم کے سیارات و ثوابت اور کرات بخاریہ و ہوائیہ
ستر ہزار تعداد مین ہین اور اُنکو ساق کہا ہے مجموعہ اُنکا عرش ہے اور ساق بمعنے اصل
و حقیقت ہے چنانچہ موید ہمارے قول کی خود اس حدیث کے الفاظ ہین کہ کل
ساق کاستدارۃ السماء والارض " ہر ساق کا دور مثل آسمان و زمین کے
ہے اُس ساق کو مستدیر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ جملہ کراۃ عالم جنکو عرش محیط
ہے یا جنکا مجموعہ عرش ہے وہ ستر ہزار ہین -

۲۷- عرش کے متعلق اخبار مین سرادقات کا بھی ذکر ہے۔

وہب نے رسول خدا ص سے روایت کی ہے کہ عرش کے چھ لاکھ سرادق ہین طول و
عرض و مثانی ہر ایک کی اگر مقابلہ کیا جاوے انکا ان آسمانون اور زمینون سے
اور جو کچھ انمین خلق ہوا ہے تو ان سبکو ایک سرادق سے تھوڑی نسبت ہوگی اور بہت
چھوٹے معلوم ہونگے (تفسیر کبیر فخر الدین رازی، بحار الانوار)
سرادق کے معنے یہ ہین ہر وہ شئے جسکو خیمہ یا دیوار وغیرہ گھیر لین (نہایۃ ابن اثیر)
خدا کے سرادقات اور اُسکے مخلوقات ہر نظام کے متعلق لاکھون ہین اور ہر ایک
فضا نا محدود مین گھرا ہوا ہے جسکا علم خدا ہی کو ہے بشر اُسکے ادراک سے عاجز ہے
کیسی ہی فلسفی ترقی ہو پھر بھی ان چیزون کے ادراک سے عقل حیران رہے گی۔

۲۸- اخبار مین قوائم عرش کا بھی ذکر ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک قائمہ عرش کو دوسرے قائمہ عرش
سے اسقدر بعد و فصل ہے کہ دس ہزار سال مین طایر تیز پر اُسکو طے کرے (مناقب

ابن شہر آشوب، بحار الانوار) ممکن ہے کہ ان قوائم عرش سے نظامات مراد ہون اور ممکن ہے قوائم سے مراد محور و قطر عرش مراد ہو۔

اگر نظامات مراد ہین تو بیشک ایک نظام کو دوسرے نظام سے اور ایک عالم شمسی کو دوسرے عالم شمسی سے اس حد پر بعد ہے جسکا اندازہ ممکن نہین۔

اور اگر محور و قطر عرش مراد ہے تب بھی تمامی فضا، اور محدد و محیط جملہ عوالم کے قطر و محور کا کون عقل اندازہ کر سکتی ہے اس فضا ر نا محدود کا اندازہ اور ایک نظام شمسی کو دوسرے سے بعد کا اندازہ اسطرح سے ہو سکتا ہے کہ روشنی کی رفتار فی دقیقہ قریب ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل کے ہے باوجود اس سرعت سیر کے آفتاب کی روشنی کرہ ارض پر آٹھ منٹ مین پہونچتی ہے یہ بہت کم ہے اسوجہ سے کہ منجملہ اور ثوابت کے آفتاب کرہ ارض سے بہت قریب ہے اور دوسرے ثوابت جو مثل آفتاب کے خود روشن ہین اُنکی دوری تو اتنی ہے کہ عقل انسانی اُنکے ادراک سے سراسر عاجز ہے بعض تارونکی روشنی پندرہ سال مین اور بعض کی اٹھائیس برس مین یہانتک کہ بعض کی روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی دقیقہ کے حساب سے تین ہزار پانچسو برس مین کرہ ارض تک پہونچ سکتی ہے جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَزَّ شَانُهٗ

اب اس دوری کی کوئی حد و انتہا ہے ان مسافتون اور بعدون کو فلسفہ جدید نے جب اسطرح سے ثابت کیا ہے تو ہمارے احادیث و اخبار مین جو ایسے وسیع و لامتناہی فضاؤنکا اور مسافتون کا ذکر ہے یہ سب ایمان بڑھانیوالی باتین ہین نہ موجب بداعتقادی تیرہ سو سال قبل جن باتون کو بتایا گیا ہے اُنکی اب تصدیق ہو رہی ہے۔

۲۹۔ حدیث مین ہے کہ ہر روز عرش خدا ستر ہزار انوار سے مقنّود ہوتا ہے (بحار، شرح صحیفہ کاملہ) جسکا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ ثوابت جنکی روشنی کی شعاعین اُس محیط عالم تک پہونچتی ہین وہ ستر ہزار ہین۔

۳۰۔ اخبار و احادیث مین قندیلون کا بھی ذکر ہے۔

ابن سلام یہودی سے جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اُسکے جواب مین کہ

چودہ سے مراد چودہ قندیلین ہین نور کی جو معلق ہین عرش وکرسی کے مابین ہر قندیل کا طول لاکھ سال کی راہ ہے (بحار جلد ۱۴ اختصاص) قندیل عُرف مین اُس چراغ کو کہتے ہین جو بیضی شکل کی ہو اور ڈوریان یا تارون مین لٹکائی جاوے۔ اس بنا پر نظام شمسی سے تشبیہ دی ہے کیونکہ وہ بھی بیضی ہے۔ اور جسطرح سے قندیل کے بیچ مین چراغ روشن ہوتا ہے اُسیطرح سے نظام شمسی کے درمیان مین سورج مثل چراغ کے روشن ہوتا ہے تو مجازاً اُس نظام شمسی کو جو مخصوص عرش وکرسی کے مابین ہے قندیل سے تشبیہ دی ہو اور تعداد انکی چودہ بتائی ہے۔ اور یہ ارشاد کہ ما بین عرش وکرسی معلق ہین اسمین رد ہے یونانیون کی کہ یہ نظام ایک دوسرے کی کشش سے معلق ہین کسی جرم مین جھکے نہین ہین طول ہر ایک قندیل کا لاکھ سال کا بتایا ہے اس طول سے ممکن ہے کہ قطر اُسکا مقصود ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث مین کومٹ کی خلقت کی خبر ہو وہ بڑے دُمدار تارے جو نظر سے محسوس ہو سکتے ہین چودہ ہین اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسوقت تک وجود چودہ دُمدار تارون کا ہو اور قندیل سے تشبیہ انکی روشنی اور چمک کیوجہ سے دی ہے طول ہر ایک قندیل کا لاکھ سال کی راہ فرمایا ہے یہ بھی ایک شاہد قوی ہے کہ مراد اس سے دُمدار تارہ ہے جو کروی نہین ہوتا بلکہ مستطیل ہوتا ہے اور اُسکا طول لاکھ سال کی راہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد ان قندیلون سے فلک مذنبات ہو کومٹ کا مدار بیشک بیضاوی ہوتا ہے اور کومٹ اُس مدار مین مثل چراغ کے روشن ہے مفصل بیان ان سب کا آیندہ محل پر ہوگا۔

۳۱ - ایک دوسرے طریقہ سے قندیلونکا ذکر اخبار مین یون وارد ہے کہ۔ خدا نے ایک لاکھ قندیلین بنائی ہین اور لٹکایا ہے انکو عرش مین اور مین سماوات، وارض اور ہر وہ شئے جو انمین ہے حتٰے کہ جنت و دوزخ سب ایک قندیل مین ہے اور سوائے خدا کے اور قندیلونکا حال کوئی نہین جانتا ہے کہ اُنمین کیا ہے (انوار نعمانیہ، شرح صحیفہ سجادیہ) بیشک ان قندیلون سے بھی نظام شمسی کیطرف اشارہ معلوم ہوتا ہے و[illegible] معلق ہونا انکا اسی طرف اشارہ ہے کہ ایک دوسرے کی کشش سے

الم مین اور کسی شئے مین جھکے نہین ہین۔
درہزارون عالمون اور نظامات شمسیہ کا پتا ہے کہ ہر نظام شمسی حاوی ہے اراضی
سیارات کو اور اقمار کو اور جنت و نار کو اور جو کچھ لوازم معاش و معاد ہین سب ہر نظام
ہین ہین اور وہ نظام قندیل سے تشبیہ دیا گیا ہے۔ جو معلق ہے عرش مین یعنی فضائے
محدود و محیط مین اور یہ ارشاد کہ سب کچھ ایک قندیل مین ہے اور قندیلونکا حال سوائے
خدا کے کوئی نہین جانتا بیشک بعد ایک نظام کا دوسرے نظام سے اسقدر ہے
کہ جسکو حواس ادراک نہین کر سکتی اور ہرشلی و گیلیلی دوربینین اُنکے نظاروں سے
قاصر ہین۔ خصوصاً وہ زمانہ جو جہالت کا تھا اور عرب ہماسے بادیہ نشین الات رصدیہ
اور قومی دوربینون سے بیخبر تھے وہ کب نظارہ ان نظامات کا کر سکتے تھے یہ انہین
نبی و اوصیاء کی نظرین تھین جنھون نے تیرہ سو سال پیشتر آج سے وہ سب
دیکھ لیا تھا جسکو آجتک باوجود اس ترقی فلسفہ کے نہین دیکھ پایا ہے جبھی تو وہ حضرات
فرماتے ہین "سلونی عما دون العرش" زمین کیا چیز ہے عرش کے اوپر کی
باتین پوچھو تو بیان کرنے کو ہم تیار ہین (روحی وارواح العالمین لہ الفداء)
۲۳ب قرآن مجید و اخبار ائمہ طاہرین مین حاملان عرش و کرسی کا بھی ذکر ہے۔
(الف) خدا قرآن مجید مین فرماتا ہے یحملون العرش و من حوله (سورہ مومن)
ان حاملان عرش کی نسبت صاف صاف حدیثون مین موجود ہے امام جعفر صادق ع نے
فرمایا ہے کہ عرش سے مراد علم ہے اور حاملان عرش آٹھ ہین چار ہمین سے ہین اور چار
انمین سے ہین جنکو خدا چاہتا ہے (کافی) فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ
کہ مراد حاملان عرش سے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور حضرت علی مرتضیٰ ع اور حضرت امام حسن ع
اور حضرت امام حسین ع اور حضرت نوح و حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت
عیسیٰ علیہم السلام ہین (بحار) جسکا مطلب یہ ہے کہ عرش سے مراد علم الٰہی ہے
اور یہ آٹھ بزرگ حاملان علم الٰہی ہین۔
اور امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوقات الٰہی کی تمثال

عرش خدا میں ہے (بحار) اس سے یہ شبہہ نہیں ہو سکتا کہ عرش الٰہی کوئی جسم صیقلی یا آئینہ یا کاغذ ہے جس پر تصویریں اور نقشے کھنچی ہیں بلکہ علم ذہن میں صور حاصلہ کا نام ہے۔ بیشک علم الٰہی میں تمام صور مخلوقہ موجود ہیں اور وہ ہر شے کا عالم ہے اور یہ حضرات انبیاء و اولیاء اُسکے علم کے حامل ہیں یعنی انکا علم علم الٰہی ہے کسبی نہیں وہبی و لدنی ہے۔ لہذا حاملان عرش سے ملائکہ مقصود ہونا اور عرش و کرسی کو جسم متحجر سمجھنا یہ بالکل بے سر و پا ہے فلسفہ قدیم کے اثر نے اس قسم کے خیالات پیدا کر دیے ہیں۔

جناب شیخ مفید رہ فرماتے ہیں۔ اور جو روایات ملائکہ حاملین عرش کے متعلق وارد ہیں وہ احاد ہیں اُنسے نہ یقین ہو سکتا ہے نہ اُنپر عمل ہو سکتا ہے یقین اگر ہو تو اس بات کا کہ عرش اصل میں ملک کے معنی میں ہے (بحار الانوار)

۳۳۔ علماء نے حجب و سرادق کی تاویل میں بہت کچھ کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو حجاب خدا کی معرفت کنہ ذات کے بشر کے لیے مانع ہیں وہ بہت سے امور ہیں۔

ایک۔ انسان کا ناقص ہونا ہر جہت سے اسلیے کہ وہ ضعیف الادراک ہے، اور وہ ممکن ہونے کیوجہ سے محتاج ہے، اور حادث ہے، اور عاجز ہے، وغیرہ وغیرہ یہ سب امور بمنزلہ حجب ظلمانیہ کے ہیں جنکی وجہ سے انسان کنہ ذات و صفات باری کو نہیں سمجھ سکتا۔

دوسرے۔ بعض ایسے حجاب ہیں جنکو نورانی کہہ سکتے ہیں اور وہ وہ حجاب ہیں جنکو شان الٰہی کی نظر سے دیکھو۔ خدا کا تجرد، اُسکا تقدس، وجوب وجود اُسکا، کمال ذاتی، عظمت، جلال، وغیرہ وغیرہ ان سبکو حجب نورانیہ کہہ سکتے ہیں۔ دونوں قسم کے حجابوں کا اُٹھ جانا بشر کے سامنے سے محال ہے اور اگر یہ اُٹھ جاویں تو بجز ذات الٰہی کچھ باقی نہ رہے۔ (بحار الانوار)

دوسرے۔ مراد حجب سے صفات شہوانیہ و اخلاق حیوانیہ ہیں یہ حجب حجاب ظلمانی کہے جا سکتے ہیں اور اخلاق ربانیہ سے متخلق ہونا کثرت عبادات و ریاضات

ومجاہدات اور ممارست علوم حقہ کی یہ بمنزلہ حجب نورانیہ کے ہین سے حجاب فی مابین
خالق ومخلوق کے مابین سے ہٹتے ہین ان حجابون کے ہٹ جانے سے قوائے شہوانیہ
انسان کے جل جاتے ہین اور بندہ عین الیقین سے کمال الٰہی کو دیکھ لیتا ہے اور اندازہ
کرلیتا ہے اپنے نقص اور کمال الٰہی اور اپنی فنا اور غنا ہائے الٰہی کا اور عین الیقین سے
اپنے وجود کو دیکھ لیتا ہے کہ جو مستفاد ہے وجود باری سے کہ جو کامل ہے اور سمجھ لیتا ہے
کہ ہماری قدرت قدرت کاملہ کے آگے ہیچ ہے پس انسان اپنے کو عاجز اور اپنے
ارادہ اور علم وقدرت کو ہیچ سمجھکر ارادہ وقدرت وعلم الٰہی کیطرف رجوع کرتا ہے۔ اور
یہ سمجھ لیتا ہے کہ ہمارے چاہنے سے کچھ بھی نہین ہوتا مگر یہ کہ جو کچھ خدا چاہے اُسی کا ارادہ
ارادہ ہے اس حالت مین یہ شخص ہر شئے کو قدرت سے خدا کی کرنے لگتا ہے یہی فنا
فی اللہ اور بقار باللہ کا مرتبہ ہے (بحار الانوار)

تیسرے۔ حجب نورانیہ سے مراد وہ موانع ہین جو بندہ کو قرب الٰہی سے عبادات
مین ہوتے ہین جیسے ریا، سمعہ، عجب، مراء، وغیرہ۔ اور مراد حجب ظلمانیہ سے وہ
چیزین ہین جو حاجب ہوتی ہین گناہ اور نافرمانی خالق کیوجہ سے جب یہ حجاب
برطرف ہوتے ہین تو نور معرفت قلب مین چمک جاتا ہے اور ماسوے اللہ کی
محبت جل جاتی ہے (بحار الانوار)

ان حجابون کو جنکا علماء نے ذکر کیا ہے انکو آسمانی حجاب کہنا اس بنا پر صحیح ہے کہ
ہم بیان کر آئے ہین کہ ہر جرم فوقانی سما ہے اور ہر نظام شمسی کا خدا ہے خالق ہے
اور ہر نظام شمسی مین ذیروح مخلوق ہے جسکو ہم بیان کرینگے۔ لہذا ہر نظام کے لیے
یہ حجاب نورانی وظلمانی ہوسکتے ہین جسکو اخبار مین آسمان سے تعبیر کیا ہے تاکہ یہ خیال
ہو کہ ہمارے ہی کرہ ارض سے یہ حجاب مختص ہین بلکہ جہان کہین مخلوق ذیروح کا وجود ہوگا
وہین یہ سب حجاب پائے جاوینگے۔

۴۲ ببر۔ حجابون کی نسبت اخبار واحادیث مین ہے۔

(الف) رسول خداؐ نے ابن سلام یہودی سے فرمایا۔ کہ اٹھارہ حجاب ہین

اور طول ہر ایک کا لاکھ سال کا ہے (اختصاص ، بحار ،)

(ب) حجاب آسمانی نور خدا سے قیامت تک نورانی ہوتے رہینگے (بحار، مناقب شہر آشوب) حجاب بمعنے پردہ اور حائل ہے وہ دو طرح کے ہو سکتے ہین ۔ ایک وہ جو بسبب کثافت اور تاریکی کے حاجب ہون ۔ دوسرے وہ جو کہ بسبب اپنے نور و چمک کے اپنے قریب کی شئے کو نہ دیکھنے دین احادیث و اخبار مین انھین دو قسمونکا ذکر ہے ظلماتی اور نورانی ۔

مراد حجاب ظلمانی سے ممکن ہے سایہ ہو ہر سیارہ کا جو مخروطی و مستطیل ہوتا ہے اور شمس کے پوشیدہ ہونے سے پشت پر واقع ہوتا ہے یہ سایہ فضا مین واقع ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حجاب سے وہ سایہ مراد ہو کہ جو اقمار پر واقع ہوتا ہے جیسے ہمارے چاند مین زمین کا سایہ معلوم ہوتا ہے ۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حجاب ظلماتی سے وہ سایہ مراد ہو جو ایک سیارہ کا دوسرے سیارہ پر واقع ہوتا ہے جسکو کسوف اور گرہن کہتے ہین ۔

ان حجابون مین نفع یہ ہے کہ معتاد سے زاید نور کسی کا نہ پہونچے ۔

ممکن ہے حجاب نورانیہ سے خود وہ ثوابت مراد ہون جنکا نور ذاتی ہے اور جنکی چمک اور روشنی اُسکی قریب کی چیز نہین دیکھنے دیتی جیسے سورج کی چمک ۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد حجاب نورانیہ سے سیارات کا اکتسابی نور ہو ہر سیارہ ثوابت اور اپنے شمس کے نور سے روشن ہے فی نفسہ مثل زمین کی سیاہ و تاریک ہو مگر دوسرے نور سے روشن ہو رہے ہین جس سے دیکھنے والیکو اُسکی اصلی حالت معلوم نہین ہوتی جیسا کہ ابتک فلاسفہ قدیم سیارات کی حالت کو نہ سمجھ سکے اور اُن سبکو روشن خیال کرتے تھے ۔

اب رہا یہ امر کہ اخبار مین اُن حجابون کی تعداد معین کی ہے اور اُنمین اختلاف ہے تو مختلف مقامون پر مختلف حجابون کا ذکر ہے کہین سائل کو نورانی حجاب بتائے ہین اور کہین ظلماتی حجاب اور کبھی کسی نظام شمسی کے حجاب کا ذکر ہے اور کبھی تمام عوالم

و تمام نظاموں کے عمومی بحاؤں کا ذکر ہے اسوجہ سے تعداد وں میں بحاؤں اور انکی طول کسافت اور انکی کیفیت میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف بیانی پر محمول نہیں ہو سکتا۔

باب پانچواں دریاہاے آسمانی و جبل قاف کا بیان

۳۵۔ اخبار و احادیث میں دریاؤں کا عمق اور اُنکے طول کا بھی ذکر ہے۔

(الف) امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ "خدا کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ انسان کی مایحتاج کو اُسنے پیدا فرمادیا ہے دریاؤں میں جسکو خدا نے آسمان و زمین کے مابین میں خلق کیا ہے اور خدا نے دریا میں مقرر کی ہیں راہیں سورج، چاند اور ستاروں کی (تفسیر قمی، کافی، من لایحضر)

(ب) آسمانوں میں دریا ہیں نور کے جنکے انوار چمک رہے ہیں (بحار)

(ج) کعب سے مروی ہے کہ "خدا نے سات دریا خلق فرمائے ہیں ایک دریا ہے جسکا نام قیس ہے اُسکے بعد ایک اور دریا ہے جسکا نام اصم ہو یہانتک کہ سات دریا شمار کیے اور اُنکے نام بتائے پھر فرمایا اُسکے بعد دریا ہے جسکا نام باکی ہے وہ سبکے آخر میں ہے اور سب دریاؤں کو محیط ہے اور ایک دریا دوسرے دریا کو محیط ہے (کتاب مبداء والمعاد صدرالدین شیرازی)

(د) رسولخدا نے فرمایا ہے کہ "آسمان میں سات دریا ہیں ہر ایک کی گہرائی پانچسو سال کی راہ ہے (بحار، توحید شیخ صدوق رہ)

(ہ) رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا ہے کہ۔ پشت قاف پر سات دریا ہیں ہر دریا کا عمق پانچسو سال کی راہ ہے پشت پر اُسکی سات زمینیں ہیں اُسکے نور سے باشندے اُسکے روشنی پاتے ہیں پشت پر اُسکی ستر ہزار ملک ہیں (درمنثور، بحار)

(و) ابن عباس سے مروی ہے کہ خدا نے اس زمین کے بعد ایک دریا خلق

گیا ہے جو زمین کو محیط ہے بعد اسکے ایک پہاڑ ہے جسکو قاف کہتے ہین جو سماء
دنیا کے اوپر ہے اسطرح سے جیسے طایر ہوا پر اوڑنے مین ٹھہرا رہتا ہے۔ پھر خدا نے
اس پہاڑ پر ایک زمین خلق کی ہے ہماری زمین کیطرح سات درجہ بڑی اس سے۔
پھر اسپر ایک دریا ہے جو محیط ہے اُس زمین کو اسطرح سے سات زمینین اور سات
دریا اور سات پہاڑ تلے اوپر شمار کیے (در منثور، بحار)

یزید بن سلام۔ کیا وجہ ہے جو ستارے چھوٹے بڑے نظر آتے ہین حالانکہ
سب مساوی ہین (یعنی مستوی الخلقت ہین گھٹتے بڑھتے نہین)۔

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ۔ وجہ یہ ہے کہ مابین ستارون اور سماء دنیا
کے دریا مین ہوا دریا کو موجزن کرتی ہے جس سے ستارے چھوٹے بڑے معلوم
ہوتے ہین حالانکہ سب مستوی الخلقت ہین۔ (علل الشرایع، بحار)

ان اخبار مین جن چیزونکا ذکر ہے وہ حسب ذیل ہین۔

(۱) دریاؤن کی خلقت آسمان و زمین کے مابین۔
(۲) اُن دریاؤن مین انسان کے مایحتاج کو خدا نے خلق فرما دیا ہے۔
(۳) اُن دریاؤن مین چاند سورج تیرتے پھرتے ہین۔
(۴) سات دریا ہین اور ایک دریا سبکو محیط ہے۔
(۵) عمق دریاؤنکا پانچسو سال کی راہ ہے۔
(۶) وہ دریا نور کے ہین جنکے انوار چمک رہے ہین۔
(۷) پشت پر دریاؤن کے سات زمینین ہین جنکی روشنی اُنکے باشندونکے واسطے ہے۔
(۸) ترتیب یہ ہے کہ زمین اُسپر دریا اُسکے بعد جبل قاف جو سماء دنیا کے اوپر ہے
اُسپر زمین پھر دریا پھر پہاڑ اسیطرح سے تہ بتہ سات زمینین سات دریا سات پہاڑ ہین
(۹) پہاڑ آسمان پر اسطرح سے ہے جیسے طایر ہوا مین اُڑتے وقت ٹھہرا رہتا ہے۔
(۱۰) ستارون کے چھوٹے بڑے ہونیکی وجہ یہ ہے کہ ہوا موجون کو دریا کے بلند
کرتی ہوا اُسکی وجہ سے تارے چھوٹے بڑے معلوم ہوتے ہین۔

اب ہر ایک امر کو دیکھو فلسفہ جدید ہر ایک امر کی نسبت کیا بتاتی ہے۔
زمین سے مراد سیارے ہین جنکو ہم آیندہ بیان کرینگے۔
دریاؤن سے مراد فضاے محیط ہے مرکز شمس جو بیچون تک مملو ہے جسکو ایتھر کہتے ہین
انھین کو آسمان کہا ہے وہی سیارون کے مدار ہین۔ اسیکو حدیث مین صاف الفاظ
مین کہدیا ہے کہ "ان دریاؤن مین سورج چاند اور ستارے شناوری کررہے ہین"
ایتھر کو دریا سے تشبیہ دی ہے اور بیشک تشبیہ تام ہے۔
ایک اسوجہ سے کہ دریا وہ مقام ہے جہان جوہر سیال وشفاف ولطیف یعنے پانی
مملو ہوا یتھر وہ جوہر سیال ہے جو پانی سے زاید لطیف ہے۔
دوسرے۔ پانی مین بسبب سیلان موج وحرکت وتلاطم ہوتا ہے اسیطرح سے ایتھر
وغیرہ ہے جو سیلان ولطافت سے ہر وقت متلاطم ومتحرک رہتا ہے۔
تیسرے۔ دریامین حیوان تیرتے ہین اور حدیث مین بتادیا گیا ہے کہ ستارے
تیرتے پھرتے ہین اس مناسبت سے بھی دریا کہا ہے۔
انسانی احتیاج ان دریاؤن مین پیدا ہوتا ہے کرہ ہوائیہ وبخاریہ انسانی اصلاح
کیواسطے اسی دریامین ہے جس سے انسان زندہ رہتا ہے انسان کی ضرورت
کی چیزین حیوانات' نباتات کی اصلاح اسی کرہ ہوائیہ سے ہوئی ہے۔
چاند سورج اور کل ستارون کے مدار اسی ایتھر مین ہین جنپر کل ستارے دورہ کرتے
ہین سات سیارہ ہین جنپر کرہ بخاریہ محیط ہے جو سات دریا ہین اور ایک دریا سبکو
محیط ہو وہ دریا ایتھر ہے جو اس تمام فضا مین نظام شمس کے محیط ہے۔
ان دریاؤن کا عمق پانچ سو سال کی راہ ہے بیشک یہ فضا ئین اور یہ دریا ایسے وسیع
ودبیز ہین جنمین ستارے باوجود اس بزرگی کے کس آسانی سے حرکت کررہے ہین کہ
ایک دوسرے کے مزاحم نہین ہے
دریا نور کے ہین اسلیے کہ ایتھر سورج کی شعاعون کو جذب کرتا ہے اور فاضل اپنا زمین کو
دیتا ہے پس کل دریا منور وچمکدار ہوئے۔

ہر زمین سیارہ کی اپنے سورج سے روشن ہے اور اُسکے باشندے روشنی اپنی زمین کی پاتے ہین۔
پہاڑون کا وجود اسطرح سے ہے کہ ہر ستارے کی ایک مخروطی ظل ہے جو نہایت طولانی پشت پر ہر ستارے کے واقع ہوتی ہے سورج کے پوشیدہ ہونے کے وقت جب محاذات سورج کو نصف کرہ سے ہوتی ہے تو ہر سیارہ چھوٹا ہو یا بڑا اسکا مخروطی سایہ پڑتا ہے اسطرح سے کہ سمت الراس ظل کی کرہ ہوتا ہے اسی ظل مخروطی مستطیل کو جبل کہا ہے اور نام اُسکا قاف بتایا ہے۔ یہ پہاڑ یعنی ظل مخروطی آسمان یعنے ایتھر اور فضا پر بیٹیک اسی طرح سے قایم معلوم ہوتی ہے جیسے طایر ہوا پر قایم ہو۔
یہی ایتھر ہر ستارہ کی روشنی پہونچنے کا سبب ہے اگر ایتھر اس فضا مین نہ ہو تو ہرگز روشنی ستارونکی نہ پہونچے یہ ایتھر ہوا سے زاید لطیف ہے کرہ ہوا کی مجاورت و قرب اس ایتھر مین امتزاج اور موج پیدا کرتا ہے جسکی وجہ سے ستارون کی پوری روشنی نہین پہونچتی کبھی دھیمی کبھی تیز اُس سے معلوم ہوتی ہے جسکی وجہ سے ایک ہی تارہ چھوٹا اور کبھی بڑا معلوم ہوتا ہے اگر ایتھر ساکن ہوتا تو شاید ستارون کی ہمیشہ ایک ہی حالت معلوم ہوتی۔

۳۶۔ بعض حدیثون مین دریاے نور کا ذکر ہے۔
حکیم نیوٹن قایل ہے کہ نور ایک مادہ لطیف ہے جو جواہر دقایق نور سے مرکب ہے خطوط مستقیمہ مین اس سرعت سے حرکت کرتا ہے کہ ۱۹۲۰۰۰ میل جیسا کہ حکیم ڈومر ڈنمارک کے کہا ہے اور دیگر حکما کہتے ہین۔ ۱۲۹۹۹۰۰ میل حرکت ہے۔ یہ مادۂ نورانی و شفاف تمام فضا مین مملو ہے۔ اب اسکو دریاے نور کہنا بالکل موافق عقل و موافق تحقیق جدید ہے۔ یہ مادہ نور شمسیہ اُس فضا مین مملو ہے جو سیارون کے مدار کے درمیان مین ہین لہذا ہر دو سیارون کے درمیان مین یہ دریا نور کا موجود ہے یہی حال ہر نظام شمسی کا سمجھو۔

۳۷ - جبل قاف ظل مخروطی کو ہر کوکب کی کہا ہے اسلیے کہ قاف فعلی یقفو سے ہے یعنی اسکے اتباع اثار کے ہین - بیشک ظل سیارہ تابع ہے اپنی چال مین آفتاب کے نور کی چال سے جو اس سیارہ پر واقع ہوتی ہے اور ہمیشہ متحرک رہتی ہے اسیوجہ سے اُسکو اُس طائر سے تشبیہ دی ہے حدیث مین جو ہوا پر اُڑتا رہے اور اُڑتے اُڑتے ٹھہر جاوے -

۳۸ - ایک حدیث مین ہے کہ قاف کا پہاڑ زمرد کا ہے جو محیط ہے سما، دنیا کی جانب بیشک ایک قسم کی قوس فلک قمر پر ہوگی جسکی دونون سمتین مخروط ظل کیجانب ہونگی اور وہ وہ قوس ہے جہان چاند کو گرہن ہوتا ہے -

دیکھو قوس قزح کو جو آفتاب کی شعاعون کے انعکاس سے اس فضا مین نظر آتی ہے جنمین رطوبات ہوتے ہین اسیطرح سے کرہ قمر کے مدار پر انعکاس آفتاب کی کرنون کا ہمیشہ ایک قوس کی شکل مین زمردی رنگ دکھلاویگا جسکو اسلامی تعلیم مین زمردی پہاڑ سے تشبیہ دی ہے اور دنیا کی محیط کہا ہو چونکہ یہ قوس ہمیشہ باختلاف انعکاس شعاع شمسی متحرک ہوگا اسی بنا پر اسکو قاف کہا ہے یعنی تابع سیر مین نور آفتاب کی سیر کے -

۳۹ - بعض حدیثون مین ہے کہ جبل قاف زمرد یا زبرجد کے مانند سبز ہے آسمان کی سبزی اُسی سے معلوم ہوتی ہے -

مخروطی سایہ زمین کا مثل پہاڑ کے ہے اور وہ زمین کو اسطرح سے محیط ہے جیسے دائرہ افقیہ اور رنگ سطح ظاہر کا اسی ظل مخروطی اخضر کیوجہ سے ہے جسکا زبرجدی رنگ نور و ظلمت کے ملنے کیوجہ سے ہے جیساکہ ہمنے آسمان کے سبز رنگ ہونیکے بیان مین لکھا ہے اور ظل مخروطی ہماری زمین سے مخصوص نہین ہے بلکہ اراضی سبع سیارون کے گرد اس قسم کی ظل مخروطی موجود ہے جیساکہ ابن عباس سے یعنی مروی ہے اور اسکے رنگ سے آسمان کا رنگین ہونا اسکا یہ مطلب ہے کہ اس ظل مخروطی کا رنگ جسوجہ سے سبز ہے اُسی جنس اور اسی قبیل سے آسمان کا رنگ بھی سبز ہے کیونکہ شعاع منعکس زمین سے

اور ظلمت فضا یہ دونون ملکر سبز رنگ پیدا کرتے ہین جیسا کہ مذکور ہوا۔

۴۰ - بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جبل قاف تمام مخلوقات کو محیط ہے اور بعض اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہاڑ ہماری زمین کی پشت پر ہے ان دونون بیانون مین اختلاف نہین ہے اسلیے کہ ہماری زمین کا سایہ شبکو ہمارے محیط ہوتا ہے اور صبح کو ہماری زمین کی پشت پر یہ سایہ ہوتا ہے لہذا ہمیشہ تمام مخلوق کو محیط رہتا ہے۔

۴۱ - احادیث مین جبل قاف کا طول و عرض بھی بتایا ہے طول و عرض اُسکا ہزار سال کی راہ ہے اور فلک دنیا اُسکی دونون طرفین بنے ہوئے ہین اور ایسے پہاڑ کے ہین اس کل بیان سے ہمارے ثابت ہوگیا کہ دریا اور جبال کیا شئے ہین اور اُنکی مسافت اور طول و عرض ایک دوسرے کی مزاحم نہین اسلیے کہ کوئی ایسا جسم متحجر نہین ہے جو ایک دوسرے سے ٹکراوے یا مزاحم ہو۔

باب چھٹا آفتاب کا بیان

۴۲ - جدید فلسفہ مین آفتاب کو مرکز حرکات اجرام فلکی کہا ہے اور یہ ثابت کیا ہی کہ آفتاب ثوابت سے ہے اور اس نظام مین مانند مرکز کے ہے گرد اُسکے سیارات کشش شمسی سے معلق گھوم رہے ہین اپنے اپنے مدار بیضی پر اور خود سورج قایم و ساکن ہے جیسا کہ موجد ہیئۃ جدیدہ حکیم کوپرنیک کا خیال ہے۔

حکماے متاخرین اسکے خلاف ہین وہ کہتے ہین سکون سورج کا بلحاظ وضع و تعدیل کے ہے اُسکے تابع اور اُسکی کشش سے جو سیارات معلق ہین اُنکو دیکھنے سے سورج مرکز عالم معلوم ہوتا ہے اور فی نفسہ سورج اس فضاء نامحدود مین خود گردش مین ہے چنانچہ آفتاب اپنے کل سیارون کو لیے ہوئے اس فضاء نامحدود مین آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا چلا جاتا ہے جسکی تمیز حکماے ہیئۃ نے اسوجہ سے کی ہے کہ روز بروز نئے نئے ثوابت نظر آتے ہین اور بعض جو پہلے نظر آتے تھے وہ آنکھون سے غائب ہوتے جاتے ہین۔

(مثال) کسی شہر مین جہان ہزارون لالٹینین ہر سمت مین روشن ہین کوئی آہستہ آہستہ
سیر کرتا ہوا چلا جاوے تو اُسکو نئی نئی لالٹینین نظر آتی جاتی ہین اور جو سامنے نظر آتی
ہین وہ پیچھے چھوٹتی جاتی ہین۔ اسیطرح سے یہ سارا نظام شمسی ایک سمت مین گردش
کرتا ہوا چلا جاتا ہے جسکے سبب سے جو ثوابت پہلے نظر نہین آتے تھے وہ بھی
اب دکھائی دیتے ہین اور بعض جو پچھلے نظر آتے تھے وہ غائب ہوتے جاتے ہین
لیکن آفتاب بلحاظ اپنے سیارون کے نقل مکان نہین کرتا آفتاب کے ساتھ سارا نظام
حرکت کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اگر صرف آفتاب ہی مین نقل مکان ہوتا تو اس نظام کی
ہیئت جو موجود تھی بدل جاتی اور دوسری شکل پیدا ہوتی محض اس اعتبار سے آفتاب
کو ساکن کہا ہے۔ دیکھو ہماری زمین مرکز حرکات قمری ہے باوجود اسکے فی نفسہ ایک
سیارہ ہے اور آفتاب کے گرد چاند سمید حرکت کر رہی ہے پس جسطرح سے جو
شخص سطح قمر سے زمین کو دیکھے تو اُسکو زمین ساکن معلوم ہوگی لیکن اگر دوسرے کرے
دیکھو تو حرکت محسوس ہوگی اسیطرح سے کوئی شخص سیارات پر سے کرۂ شمس کو دیکھے تو
وہ ساکن معلوم ہوگا اسلیے کہ مجموع جاذب مجذوب سیارہ ہین اور ایک سمت جا رہے
ہین ہان اگر کوئی اس نظام شمسی سے علیحدہ ہو کر نظر کرے تو اُسکو یہ نظام شمسی حرکت
انتقالی کرتے دکھائی دیگا۔

ان متاخرین نے آفتاب کے لیے دو حرکتین ثابت کی ہین باوجودیکہ وہ مرکز عالم ہے
ایک۔ حرکت وضعیہ جو اپنے مدار اور محور پر ہوتی ہے تخمیناً پچیس روز اور نصف
روز مین تمام ہوتی ہے یہ حرکت مغرب سے مشرق کیطرف ہے۔
دوسرے۔ حرکت انتقالی مع اپنے نظام کے جسکو ہمنے بیان کیا۔

۴۳ ۔ اختلاف کیا ہے حکمانے حرکت انتقالی کے طول مین، استدارت مین،
اور مرکز دور آفتاب مین، اور سمت حرکت مین۔
(۱) ہمارا نظام شمسی سطح معدل النہار مین داہنی جانب کو جھکا ہوا چڑھتا چلا جاتا ہو
(۲) نظام شمسی افق کیجانب متحرک ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے کہ اُسکو میلان ہے

مجموع کواکب ہرکیل کی طرف اور مجموع ہرکیل جانب افق مین سورج کے اوپر واقع ہے دوسرے اسکو حرکت ذاتیہ ہے جو چھبیس روز اور پانچ ساعت مین تمام ہوتی ہے غرب سے شرق کیطرف گرد محور عمودی کے فلک البروج مین۔

(۳) فانڈیک صاحب کا خیال ہے کہ سورج مع اپنے سیارات کے نقطہ قبہ سماویہ کیطرف جو اُس خط پر واقع ہے جو پہونچا ہے اُس (و) پر کہ جو جھکا ہو (۴-۱) یعنے جو مماس ہے اس فلک عظیم کو اور منتہی ہے اُس (و) پر جھکا ہوا ہی شمالاً و جنوباً اور حرکت سالانہ اس سمت مین (۱۶۲۱) درجہ نصف قطر فلک ارض کے ہے یعنے (۱۴۸۷۴۷۰۰) میل ہے اور یہ وہ دائرہ ہے جو گرد اُس نقطہ کے واقع ہے جسکا مرکز ثریا ہے یعنی ثور بنا بر رائے میلر صاحب اور یہ حرکت فی دقیقہ چار میل ہے۔

(۴) یہ نظام شمسی اُس نقطہ کی طرف متحرک ہے جو جھکا ہوا ہے ایک دن مین بقدر (۴۲۲۰۰۰) میل حرکت کرتا ہے۔

(۵) بعض نے گمان کیا ہے کہ یہ نظام شمسی اُس چمکدار ستارے کیطرف حرکت کرتا ہے جو ثریا مین سب سے زیادہ چمکدار ہے جسکو انگریزی مین "الکیونی" کہتے ہین اور عربی مین "عقد ثریا" کہا ہے

(۶) ڈاکٹر کمبل امریکی کہتے ہین کہ زمین گرد سورج کے اُسیطرح سے گھومتی ہے جیسا کہ "کوپرنیک" کا خیال ہے لیکن سورج ہمیشہ جنوب سے شمال کیطرف حرکت کر رہا ہے مع اپنے سیارات کے اس رفتار مین ایک خط بنتا ہی اوپر کیجانب سانپ کی چال کے مانند کمبل صاحب کہتے ہین کہ یہ خیال نکرو کہ سورج خط منحنی مین حرکت کرتا ہے جس سے یہ لازم آوے کہ وہ کسی زمانہ مین پھر پلٹ کر اُس مقام پر آجاوے جہاں سے حرکت کی ہے بلکہ خیال یہ ہے کہ سورج مع اپنے نظام کے خط مستقیم مین چلا جاویگا اور نہ پلٹیگا۔

(۷) بعض کا خیال ہے کہ سورج مع اپنے نظام کے نکشتر ویگا کیطرف ۱۲ میل فی سکنڈ کے حساب سے بڑھ رہا ہے اس کل بیان سے ہمارے ثابت ہوگیا کہ

سورج کے باوجود مرکز عالم ہونے کے دو حرکتین ہین انتقالی و وضعی اگرچہ فروعات مین اختلاف بھی ہے۔

اور یہی نظام محمدی اور فلسفہ علوی مین ارشاد ہوا ہے جواب تیرہ سو سال کے بعد تحقیقات بسیار اختلاف کیساتھ تحقیق ہوا ہے۔

۴۴۔ خدا قرآن مجید مین فرماتا ہے ۔ کل فی فلک یسبحون ۔ سورہ یٰس ہر ستارہ (کیا سورج کیا چاند) اپنی فلک مین شناوری کر رہے ہین ۔ یہ آیہ کریمہ بالکل فلسفہ قدیم کی تردید کر رہی ہے کیونکہ وہ لوگ کل ستارون کو فلک مین ٹھکا ہوا کہتے ہین اور حرکت کواکب کی بہ تبعیت فلک ہے مفسرین و علما متقدمین نے تاویل و تکلف سے اس آیہ کے معنے بنائے ہین ۔ حالانکہ اگر شمس و قمر و دیگر کواکب کی حرکت ذاتی کے قایل ہو جائین اور اس مجموعہ کی حرکت انتقالی ہو فلک مخصوص مین تو کیا حرج ہے جیسا کہ حکمت جدیدہ مین بھی ثابت ہے غایت ما فی الباب یہ ہے کہ فلک شمس مجہول المرکز رہے گا اور باقی کے افلاک یعنی مدار معلوم ہونگے۔

۴۵۔ خدا فرماتا ہے ۔ والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم (سورہ یٰس) یعنی سورج کو جاری کیا اسکے مقام قرار مین یہ ہے تعیین خدائے عزیز حکیم کی ۔ متقدمین نے اس حرکت کو آفتاب کی حس بصری مین طلوع و غروب ہونا کہا ہے ۔ اور مستقر کی دو تاویلین کی ہین ایک لام بمعنی الی کہا ہے اور مستقر سے مراد منتہا بروج لیا ہے ۔ دوسرے لازم بمعنی فی کہا ہے اور مستقر سے فلک کو مراد لیا ہے حالانکہ ہر دو بنا پر تفسیر غلط ہے۔

ایک ۔ اس بنا پر کہ لام بمعنے الی ہو اور مستقر سے بروج مراد ہون تو لازم ہوگا کہ جب آفتاب بروج مین داخل ہوے اُسوقت ساکن ہو جاوے اسلیے کہ الی انتہا کیلیے آتا ہے اور حرکت کی انتہا جب برج تک قرار پائی تو برج مین داخل ہو کر سکون لازم ہوگا اسکا کوئی قایل نہین۔

دوسرے ۔ اگر لام بمعنے فی ہے اور مستقر سے فلک مراد ہے تو یہ کہنا ہوگا کہ شمس اپنی

فلک مین متحرک ہو اور اُسکا فلاسفہ قدیم مین کوئی قائل نہین نظام بطلیموسی کی بنا پر۔
البتہ جو تحقیق ہمنے کی ہے نظام محمدی کا جو منشار ہے وہ یہی ہے کہ آفتاب کو حرکت
انتقالی ہے اس فضاء نا محدود مین اور استقرار سے مراد زمانہ سکون ہے جسکو خدا
جانتا ہے یعنی قیامت کا دن معنی یہ ہونگے کہ آفتاب متحرک ہے یہانتک کہ زمانہ سکون
آوے جسکو خدا نے یون فرمایا ہے ۔ اذا الشمس کورت (سورہ تکویر) جب
سورج کی دھوپ تہ ہوجاویگی ۔ اذا النجوم انکدرت ؎ (سورہ تکویر) جب
تارے میلے ہوجاوین گے ۔
اور یہ بھی ممکن ہے کہ مستقر سے مراد محل استقرار ہو اور لام بمعنے فی ہو ۔ اسوقت آیت
کے یہ معنی ہونگے کہ خدا جانتا ہے آفتاب کو کہ وہ متحرک ہے اپنے مستقر مین یعنی
مقام قرار مین حرکت وضعیہ کے ساتھ اگرچہ حس بصری مین یا تحقیق فلسفی مین کوئی
اُسکو ساکن سمجھے ۔ یہ معنی اُسوقت ہین جب ہم اس آیۃ کو اسطرح سے پڑھین جسکو
عاصم نے حفص سے روایت کیا ہے ۔
اور اگر ہم اس آیۃ کو بنا بر تعلیم اہلبیت رسول تلاوت کرین تو آنحضرت نے اسطرح سے
بتایا ہے ؎ والشمس تجری لا مستقر لها ؎ اور آفتاب متحرک ہے جسکے
ٹھہرنے کا کوئی مقام نہین ہے ۔ اس تلاوت کو مفسرین نے جناب امیر ؑ اور
امام زین العابدین ؑ اور امام محمد باقر ؑ اور امام جعفر صادق علیہم السلام اور ابن مسعود
اور عکرمہ سے نقل کیا ہے ۔ اس بنا پر تو کوئی اشکال باقی نہین حرکت انتقالیہ
سورج کی ثابت ہی ہے ۔
۴۶ ۔ خدا فرماتا ہے ؎ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین (سورۂ ابراہیم) اور
مسخر کیا خدا نے تمہارے لیے سورج و چاند کو جو چلنے والے ہین ۔ سابق مفسرین نے
کہا ہے کہ تسخیر بمعنے تحریک ہے آفتاب مین حرکت حسیہ یومیہ یا سنویہ ہو اور دائب
بمعنے تعب ہے لہذا شمس و قمر اپنی انارت و تاثیر اور صلاح حیوانات و نباتات
مین مشغول ہین اور مخلوق خدا کے لیے تعب اُٹھاتے ہین ۔ سیاق آیہ اسیکو بتاتا ہے کہ

خدا نے اس آیہ مین اظہار نعمت کیا ہے اور یہ فوائد عظیم اور منافع خدا کی نعمت واحسان ہین۔

ہم کہتے ہین کہ تسخیر بمعنے تحریک ہے اور حرکت سورج وچاند کو بالذات ہے اور دبّ مایدب علی الارض سے ہے اور یہ دونون لفظین شمس وقمر کی حرکت کو ثابت کرتی ہین اور اسمین بھی عظیم منافع ہین اور یہ سب نفع نعمات الٰہی اور احسان نامتناہی خدا کا ہے دیکھو سطح کرہ شمسیہ کی مختلف ہے بعض مین کلف اور تل ہے حکماے ہیئتہ نے ثابت کیا ہے کہ اسقدر عظیم کلمعہین سطح شمسی پر جنمین سے بعض کا قطر پچاس ہزار فرسنگ ہے۔ بعض مقامات پر وسیع میدان ہین بعض مقامات پر شدید حرارت وشعلہ بلند رہتے ہین یہ نظام شمسی اُسوقت ہو سکتا ہے جب زمین کا دورہ مقابل مین آفتاب کے ہوتا ہے اور ان سب امور کا اثر و نفع شفق مین اور ہماری فضا مین اور کرہ مقناطیسیہ مین بعید ہوتا ہے یہانتک حکیم فاندیک نے کہا ہے کہ بڑی بڑی چھائیوں کا اثر شدید بارش ہے اور چھوٹی چھائیان جرم شمس کی کم بارش کا سبب ہوتی ہے اور حکیم ہرشل کا خیال ہے کہ آفتاب کا کلف ایک خاص اثر رکھتا ہے زمین کی فصلون پر خشک سالی اور بارش وغیرہ کی حیثیت سے اسوقت تک جسقدر معلوم ہوا ہے یہ ہے کہ بڑے کلف آفتاب کے سبب کثرت بارش کا ہوتے ہین اُن اقلیمون مین جو خط استوی کے محاذی ہین“

اسیطرحسے حرارت وبرودت کے منافع ہین جو شمس کی ذات سے وابستہ ہین لیکن تسخیر شمس خدا کی جانب سے یہی ہے کہ اُسمین حرکت محوری ہے جسکی وجہ سے اہل زمین اُس سے منتفع ہوتے ہین۔

۴۷ – خدا فرماتا ہے ”کل یجری لاجل مسمی (سورہ رعد) ہر ایک مدار معین مین سے زمانہ معین مین حرکت کرتا ہے“ جناب امیرؑ نے فرمایا ہے ”الحمد للّٰہ الذی جعلتہ معیظا للیل والنہار مجری الشمس والقمر۔ اور فضا ما نع ایسی ہے جسکو قرار دیا ہے خدا نے نکلنے والا شب وروز کا اور معین کیا ہے اُسکو

آفتاب و ماہتاب کے چلنے کے لیے۔ صاف صاف بتایا ہے کہ آفتاب و ماہتاب کی حرکت ذاتی ہے فلک کے ذریعہ سے نہین ہے۔ اور سب ستارے فضاے نامحدود مین معلق ہین اور آفتاب مین حرکت مستقلہ ہے۔

۴۸ ۔ آیات قرآنی مین خدا نے مرکزیت شمس کو بھی بیان فرما دیا ہے۔ ایک ۔ والشمس وضحٰھا والقمر اذا تلٰھا (سورہ والشمس) قسم آفتاب کی اور اسکی صبح کی اور قسم ہے ماہتاب کی جو کہ تابع و تالی ہے آفتاب کا۔ اس آیہ مین صاف فرمایا ہے کہ چاند تابع ہے آفتاب کا حرکت مین جیسا کہ متاخرین قایل ہین بخلاف متقدمین کے جو ماہتاب کی حرکت کو تابع آفتاب کی حرکت کا نہین کہتے۔ اور چونکہ سورج کا طلوع و غروب حس بصری مین بھی آفتاب کو متحرک بتاتا ہے لہذا اسکی حرکت کا اس مقام پر ذکر نہین ہے بلکہ اظہر صفات کا اُسکے ذکر کیا گیا ہے یعنی نور و ضیا باریکا۔ دوسرے ۔ خدا فرماتا ہے ” لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھار وکل فی فلک یسبحون (سورہ یٰسین) سورج چاند کو نہین پا سکتا یہ بھی بین دلیل اس امر کی ہے کہ سورج مرکز حرکات ہے جسکو حرکت خارج از نظام نہین ہے اور ماہتاب کو بھی حرکت انتقالی نہین ہے یعنے یہ نہین ہے کہ قمر اپنے مدار کو چھوڑ کر آفتاب سے جا ملے لہذا یہ کہنا صحیح ہوا کہ آفتاب ماہتاب کو نہین پا سکتا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ظاہر آیہ کا یہ مطلب ہو کہ سورج تیز رفتاری مین چاند کا مقابلہ نہین کر سکتا اور اُسکو تیز روی سے نہین پا سکتا اسلیے کہ آفتاب کو حرکت انتقالی چودہ میل فی دقیقہ ہے اور چاند کو حرکت انتقالی مع زمین کے فی دقیقہ بیس میل ہے پس ممکن ہے اس آیہ مین سورج کی حرکت انتقالی کا ذکر ہوا اور آیہ ” والشمس تجری لمستقر لھا “ مین سورج کی حرکت وضعیہ مراد ہو۔

ولا اللیل سابق النھار “ سے مراد یہ ہے کہ سلطان لیل (یعنی کواکب لیلیہ) سابق نہین ہوتے سلطان نہار (یعنی سورج) پر یعنے تمام ستارے تابع ہین سورج کے حرکت مین واضح ہو کہ ہر سیارہ کیواسطے دو حرکتین ہین ایک حرکت وضعی دوسرے

انتقالی گرد آفتاب کے اس دورہ کیوجہ سے کوئی تارہ کسی تارہ پر سبقت نہین کرتا اسلیے کہ جب کوئی تارہ طالع ہوگا تو مقابل اُسکا غروب کریگا اور جب ایسے مقام پر کوئی ستارہ طلوع کریگا جہان دوسرا ستارہ موجود ہوا اُسوقت یہ کہا جاویگا کہ ایک ستارے نے دوسرے ستارے پر سبقت کی حالانکہ ایسا نہین ہوتا۔ اسی بنا پر کہا ہے کہ چاند پر سورج تقدم نہین کرتا اور "ولا اللیل سابق النہار" سے یہ ثابت ہوا کہ کواکب لیلیہ بھی سورج پر سبقت نہین کرتے۔

(شبہ ۱) خدا فرماتا ہے "یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا" یہ آیہ خلاف پر دلالت کرتی ہے اسلیے کہ نہار جب طالب لیل ہے تو لیل سابق نہار ہوگی پس اس آیت اور "ولا اللیل سابق النہار" مین تناقض ہوا۔

(جواب) آیہ اول مین شب سے سلطان شب یعنی چاند مراد ہے جو سورج پر اپنی تیزی سے سبقت نہین کرتا اور اس آیہ مین شب سے مراد خود شب ہے پس جبکہ شب و روز بعد ایک دوسرے کے آتے رہتے ہین تو انکو ایک دوسرے کا طالب کہنا صحیح ہے۔

(شبہ ۲) ذکر آیت مین چاند سورج کا ہے پھر "کل فی فلک یسبحون" کیون کہا گیا۔

(جواب) کل عام ستارون کیواسطے ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تمام ستارے جو شبکو افلاک مین نمایان ہوتے ہین اور سیارے ہین سب اپنے اپنے افلاک مین متحرک ہین لہذا کچھ شبہ نہین ہوسکتا۔

(شبہ ۳) اس آیہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سیارے کیواسطے علیحدہ فلک ہے۔

(جواب) ہر سیارے کے لیے سیالات ہین کیسکا ایک چاند ہے کیسکے دو کیسکے تین وعلی ہذا چاند گرد اپنے سیارہ کے دورہ کرتا ہے اور ہر ایک کیواسطے دو حرکتین ہین ایک حرکت گرد سیارہ کے دوسرے حرکت وضعی پس ہر ایک کا مدار اُسکا فلک ہے۔

[illegible]سرے۔ خدا فرماتا ہے "ہو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ

منازل (سورہ یونس) خدا ایسا قادر مطلق ہے جسنے سورج کو ضیابار اور چاند کو نورانی بنایا اور معین کین اسکے لیے منزلین۔ اس آیۃ مین ماہتاب کے منازل کی تخصیص ہے دوسرے مقام پر فرماتا ہے "و القمر قدرناہ منازل (سورہ یس) ماہتاب کے لیے ہمنے منزلین معین کین یہ تخصیص بتا رہی ہے کہ سورج مرکز حرکات ہے وہ برج و منازل مین نہین جاتا جیسا کہ متقدمین کا خیال تھا ضرور تھا خدا سورج کی منزلونکا بھی ذکر فرماتا لیکن ان آیتون کے خلاف بہت سی حدیثین ہین۔

(۱) اصبغ بن نباتہ نے کہا فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے۔ سورج کے تین سو ساٹھ برج ہین ہر برج اسقدر وسیع ہے جیسے عرب کے جزیرے وسیع ہین ہر روز آفتاب ایک برج مین جاتا ہے (کافی، وافی، بحار، مجمع البحرین، تفسیر قمی)

مجمع البحرین مین ایک حدیث رسولخدا سے نقل کی ہے اور حدیث کی شرح مین کہا ہے کہ مراد برج سے دائرہ کا درجہ ہے بنا بر لغوی معنون کے اور اصطلاحی معنے مراد نہین ہین کیونکہ ہیئتہ کی اصطلاح مین نصف دائرہ کے سدس کو درجہ کہا ہے اور دائرہ کی تقسیم ۳۶۰ درجون پر ہے سورج ہر روز ایک درجہ مین جاتا ہے یعنی ہر روز ایک درجہ طے کرتا ہے۔ اور پورا دورہ ایک سال مین طے ہوتا ہے۔

یہ شرح خود مذکورہ حدیث سے باطل ہے۔ کیونکہ حدیث مین وسعت برج کی بقدر جزیرہ عرب کے بتائی گئی ہے حالانکہ ایک درجہ فلک البروج کا یا فلک آفتاب کا زمین سے کرورون حصہ بڑا ہے چہ جائیکہ مثل جزیرہ عرب کے ہو اور قطع نظر اسکے سورج ہر روز ایک درجہ مین دائرۃ البروج کے داخل نہین ہوتا ہے بلکہ بعض کے نزدیک ایک دن مین ایک درجہ سے زیادہ قطع کرتا ہے اور بعض کے نزدیک ایک درجہ سے کم طے کرتا ہے علاوہ اسکے شمسی سال ۳۶۰ دن سے زائد کا ہوتا ہے اور حدیث مین ۳۶۰ دن کا سال کہا گیا ہے۔

(۲) ابن عباس نے کہا۔ فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے آفتاب کی ۱۸۰ منزلین ہین ۱۸۰ روز مین جنکو آفتاب طے کرتا ہے پھر ایک دن مین انھین منزلون مین داخل ہوکر

پلٹتا ہے اس آمدورفت مین ایک سال تمام ہوتا ہے (بحار)
برج و منزل عرف مین محل و مقام کو کہتے ہین اس بنا پر دونون حدیثونکا ایک مفہوم ہی
اگر خبر کی شرح ہیئۃ قدیم کی بنا پر کیجاوے تو وہ سب اعتراض جزاول کے اسپر بھی وارد
ہون گے بلکہ کچھ زاید کیونکہ اس حدیث مین بتایا ہے کہ ہرایک منزل مین مکرر سورج کے
داخل ہونے سے سال تمام ہوتا ہے ٣٦٠ دن پورے نہین ہوتے جبتک آفتاب
پھر پلٹ کران منزلون مین داخل نہ ہو آمدورفت مین ٣٦٠ دن پورے ہوتے ہین
لہذا ان دونون حدیثون کی ایک اور تفسیر کرنا لازم ہے - اور وہ یہ ہے کہ ان حدیثون
مین حرکتہ میلیہ زمین کی سورج کی طرف بتائی ہے اسلیے کہ زمین کے محور استوائی کو
سورج کی طرف میلان ہے اور اسی میلان کی وجہ سے سال پیدا ہوتا ہے مثل اس
جھولی کے جو اپنے مقام پر متحرک ہو اسطرح سے کہ اسکی حرکت اس سمت واقع ہو جسطرف
سورج کی کرنین پڑ رہی ہین مثلاً جنوب سے شمال کی طرف ١٨٠ دن مین آوے
پھر شمال سے جنوب کیطرف ١٨٠ دن مین پہونچی جسکا مجموعہ ٣٦٠ دن ہون - اور
برج و منزل سے معنے عرفی مقصود ہون یعنے محل و موقع اور ان حدیثون مین محل و موقع سے
وہ قطعات زمین کے مراد ہون جو دائرہ نصف النہار کے نیچے ہین جسپر ہر روز سورج
کی کرنین پڑتی ہین - اس صورت مین بروج و منازل متعلق سطح ارض کے ہونگے نہ سطح
فلک سے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ مقدار جو خط نصف النہار کے نیچے ہے یعنی مقدار
ہے جسپر آفتاب ہمیشہ پڑتا رہے گا بوقت میل جنوبی و شمالی کے قریب (٤٧) درجہ
اصطلاحی کے اور ایک درجہ بنا بر رائے متقدمین بیس فرسخ سے زاید ہوتا ہے
اور متاخرین کے نزدیک ١٨ فرسخ پس مسافت مجموع میل جنوبی و میل شمالی کی
آفتاب کے آٹھ سو فرسخ سے زاید ہوئی - اگر ہم آفتاب کو فرض کرین ہر روز ایک
منزل مین اس خط پر جو مابین جنوب و شمال ہے اور منازل بنا بر حدیث ابن عباس
١٨٠ قرار دین تو اس صورت مین آٹھ سو فرسخ کو ایکسو اسی ١٨٠ قطعات ارضی پر تقسیم کرنا
پڑتا ہے تو اسوقت ہر حصہ زمین کا جسپر ہر روز سورج پڑتا ہے پانچ فرسخ [illegible]

حدیث مین بتایا گیا ہے کہ ہر برج مثل جزیرہ عرب کے ہے اور جزیرہ عرب جیسا کہ اب وسیع ہے ایسا ہمیشہ سے نہین ہے بلکہ عرب مین جزیرہ اُس قطعہ زمین کو کہتے ہین جو پانی سے گھرا ہوا اور ایک جریب سے لیکر دس فرسخ تک کا ہو سکتا ہے لہذا عرب کی زمین جو اب جزیرہ عرب کے نام سے موسوم ہے وہ بہت سے جزائر سے مرکب سمجھی جاتی تھی۔

اور دونون حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب کے میلان کے وقت ۸۰ منزلین زمین پر ہوتی ہین جب اُس مقدار کے جسپر کرنین آفتاب کی پڑتی ہین اور محاذات قرص زمین کی مدار جدی سے مدار سرطان تک رہتی ہے تو اُسوقت مین کرنین آفتاب کی ہر روز اُس خاص طبقہ زمین مین پڑینگی جو قریب پانچ فرسخ کے ہو مثل ایک جزیرہ کے جزائر عرب سے سطح سے نصف سال تک پھر اسطح سے سولج کی منزلین عود کرتی ہین جس سے تین سو ساٹھ منزلین آمد و رفت مین ہوجا ئینگی اور مجموعہ اُسکا سال ہے اور یہ دونون مذکورہ حدیثین متناقض نہین ہین بلکہ پہلے خبر مین سال بھر کے منازل کا ذکر ہے عام اس سے کہ منازل آنے مین ہون یا جانے مین۔ اور دوسری حدیث مین سال کی اُن منزلون کا ذکر ہے جنمین تفریق کی ہے آمد و رفت کی منزلون مین۔

ہمارے اس بیان کے فقرات حدیث خود تائید کرتے ہین۔ حدیث مین ہے ”آتا ہے ہر برج پر“ علیٰ کے ساتھ تعبیر کیا ہے جس سے سطح ارض کی منازل مراد ہو سکتی ہین اور اگر فلکی برج مراد ہوتے تو لفظ فی کا استعمال ہوتا اور کہا جاتا ”آتا ہے ہر برج مین“ پھر دوسرا فقرہ ”منزل“ ہے جسکا منشاء یہ ہے کہ شعاعین آفتاب کی زمین پر آتی ہین۔ خود آفتاب بروج مین نہین داخل ہوتا سہ لہذا یہ حدیثین اس تعبیر و تفسیر پر جو ہمنے کی ہے آیات مذکورہ سے معارض نہ ٹھہرین۔

۴۹ – خدا فرماتا ہے ” والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون (سورہ نحل)“ آفتاب و ماہتاب اور کل ستارے حکم خدا سے چلتے ہین اور ان رفتارون مین خدا کی کھلی ہوئی نشانی ہے سمجھنے والون کے لیے۔

بیشک ستارے فلک مین ٹھٹکے ہوئے نہین بلکہ ہرایک اپنے محور پر شناوری کر رہا ہے اور ہرایک کی رفتار خدا کی کبریائی کی نشانی ہے

مطابق نظام فیثاغورث اکثر سیارون کے مدار قریب قریب ایک ہی سطح مین ہین فرض کرو بہت سے کروی شکل کے جسم ایک بہت بڑے کرے کے گرد پانی کی سطح پر یون تیر رہے ہین کہ اُنکا نصف حصہ پانی کے اندر اور نصف اوپر نمایان ہے اس حالت مین ظاہر ہے کہ سطح آب ہرایک کرے کے مرکز سے ہوکر گزرتا ہے اسیطرح سے یہ کل سیارے اس فضا ر آسمانی مین آفتاب کے گرد معلق تیر رہے ہین اور ایک خالی سطح جسکو منطقة البروج کہتے ہین وہ مرکز آفتاب سے ہوتا ہوا زمین کے مرکز سے گذرتا ہے اس سطح سے زمین اوپر یا نیچے کیجانب کو حرکت نہین کرتی اور دوسرے سیارون کی سطح مدار سطح منطقة البروج سے بہت کم انحراف رکھتی ہے اور جس مقام پر کسی سیارہ کا سطح مدار منطقة البروج کو قطع کرتا ہے اسکو نوڈ یعنے نقطہ تقاطع کہتے ہین - لہذا ابنا بر نظام فیثاغورث جسکے مقلد حال کے حکما بھی ہین آفتاب مرکز عالم ہے اور اُسکے گرد آٹھ سیارے - عطارد - زہرہ، زمین، مریخ، مشتری زحل، یورنیس، نپ چون، فضا ر نامحدود مین آزادانہ اپنے اپنے مدار پر ایک خاص طریقہ اور وقت معینہ پر مختلف رفتار سے کشش آفتاب اور قوت دافع المرکز سے معلق جکڑے ہوئے گردش کر رہے ہین علاوہ ان آٹھ سیارونکے تین سو سا ٹھ چھوٹے چھوٹے سیارے ہین جنمین سے بعض کا نام وستا، جونو، سیریز، پالس، ہے مریخ اور مشتری کے درمیان مین مثل انھین بڑے سیارون کے آفتاب کے گرد گردش کر رہے ہین چونکہ ہر سیارے مثل قطار مور و ملخ کے آفتاب کے گرد گردش کرتے ہین مختلف مدارون پر پس کیا عجب ہے کہ جذب مادی سے ایک وقت مین آپس مین ملکر ایک بڑا سیارہ مثل مشتری کے بنجاوے اسلیے کہ دائرہ گردش ان سب کے قریب ایک دوسرے کے واقع ہین -

علاوہ ان سیارون کے جو اس نظام شمسی سے متعلق ہین دمدار ستارے اور

ہین پس یہ نظام جسمین آفتاب مرکز ہے اور اُسکے گرد مختلف اجسام جنکے نام جابجا
بیان کیے گئے ہین گردش کرتے ہین یہ سب ملکر ایک عالم ہے اور فضاے نامحدود
مین ایسے ایسے لاتعد و لاتحصیٰ ہین اور ہر ایک مثل اس آفتاب کے بذات خود روشن
تابان ہے اور ہر ایک کے گرد اسیطرح سے سیارے اور اقمار ہین جنکی حالت دریافت
کرنا قوت انسانی سے باہر ہے گردش کر رہے ہین -

کل سیارے سواے دُمدار تارون کے محور پر گردش کرتے ہوئے آفتاب کے
گرد چکر لگاتے ہین اور ان سبکی حرکت سالانہ ایک ہی سمت ہے اسطرح سے کہ اگر
جسم آفتاب سے دیکھنا ممکن ہو تو ہر ایک کی چال داہنی جانب سے بائین جانب
کو نظر آویگی مگر ہر ایک کی تیز روی الگ الگ ہے جو سیارے قریب آفتاب کے
ہین اُنکی چال بہ نسبت اُن سیارون کی چال کے جو زیادہ بعد رکھتے ہین تیز ہوتی ہے
مثلاً زمین کی چال مریخ و مشتری کی چال سے تیز اور اسیطرح سے زہرہ اور عطارد کی
چال زمین کی چال سے زیادہ ہے اسلیے کہ بہ نسبت زمین کے یہ دونون آفتاب سے
قریب تر ہین ان سیارون کا مدار بیضی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے دورہ گردش مین کبھی تو
آفتاب کے قریب آجاتے ہین اور کبھی دور ہٹ جاتے ہین اسکا یہ نتیجہ ہے کہ جب
قرب ہوتا ہے تو انکی چال تیز ہو جاتی ہے اسلیے کہ کشش آفتاب کا اثر زیادہ ہوتا ہے
اور جب بعد ہوتا ہے تو چال سست ہو جاتی ہے چنانچہ بائیس جون کو جب
کرہ ارض بباعث بیضاوی ہونے مدار کے آفتاب سے بعد حاصل کرتا ہے تو انکی
چال سُست اور تیئیس دسمبر کو جب قرب ہوتا ہے تو چال تیز ہو جاتی ہے جسکے
سبب سے آفتاب کی حرکت درحقیقت گردش زمین کے سبب سے ہے جاڑون مین
کسیقدر تیز اور گرمیون مین کتنی ہی سُست دکھائی دیتی ہے -

۵ - خدا قرآن مجید مین فرماتا ہے " ان اللہ یمسک السمٰوات و الارض
ان تزولا و لئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہٖ انہ کان حلیما غفورا
(سورہ فاطر) خداوند کریم آسمان و زمین کو تھامے ہوئے ہے گرنے سے اگر گرتے

ری تھام نہ سکے بجز خدا کے وہی ہے خدا نے اجسام کو خلق کیا ہے اور انکے
زا مفردہ مین قوت جذب دی ہے اس قوت جذب سے تمام اجرام مین قوت
جذاب ہے موجود ہونا کسی چیز کا اور پھر اسکا باقی رہنا دونون امر یہی جذب انجذاب
ہے ہین تین قوتین ہین جنسے اجسام مرکب و باقی ہین ایک عقد کی کشش ہے دوسرے
ت جاذبہ مثلا صقہ تیسرے قوت دافعہ قوت جاذبہ مثلا صقہ نہ ہو تو اجسام کا
جود نہ ہو عقد کی کشش نہ ہو تو مفردات سے مرکبات موجود نہ ہون قوت دافعہ نہ ہو
تمام اجسام باہم مخلوط ہو جاوین انھین قوتون پر دنیا قایم ہے تمام ثوابت و سیارے
ہارا بھی انھین تین قوتون سے قایم ہین عقد کی کشش نہ ہوتی تو کوئی کرہ نہ بنتا قوت جاذبہ
مثلا صقہ نہ ہوتی تو کرے ریزہ ریزہ ہو جاتے قوت دافعہ نہ ہوتی تو سب کرے ٹکرا جاتے
ب تمام کرے ایک دوسرے کی کشش سے قایم ہین اور قوت دافعہ سے ہر ایک
اپنے اپنے مدار پر علیحدہ علیحدہ مناسب دوری سے ملکر حرکت کر رہا ہے خداوند کریم نے
ی قوت سے آسمان و زمین روک رکھے ہین قیامت کے دن یہ قوتین زایل کر کے
م نظام عالم درہم و برہم کر دیگا۔

ت جاذبہ جو متماثل اجزا مین ہے جامدات مین قوی ہے بہ نسبت سیال کے اور
سیال مین گیز سے قوی ہے یہی وجہ ہے کہ جوامد بہ نسبت سیال کے دشواری سے
ٹتے ہین اور سیال مین تفرق اجزا بہ نسبت گیز کے دشوار ہے آسمان و زمین کو خدا نے
جامد سے بنا کر انکی زاید حفاظت فرمائی اور پھر انمین بھی قوت جاذبہ رکھکر ایک دوسرے سے
یم کیا ہے اسیکو خدا نے آیہ کریمہ مین بیان فرما دیا ہے۔

اس قوت جاذبہ کو بہت صراحت سے ایک حدیث مین یون بیان کیا گیا ہے۔
فلک دریائے مستطیل ہے مابین زمین و آسمان طول اسکا تین فرسخ ہی سورج و چاند
مین تیزی سے دوڑتے پھرتے ہین تین سو ملک چاند سورج کو اس بحر فلک مین کھینچتے
ن (تفسیر فرات، بحار) اس حدیث مین بتایا گیا ہے کہ چاند سورج کو تین سو ملک بحر
مین کھینچتے ہین تین سو جواہر قدسیہ کے جذب سے چاند سورج کا کھینچنا صریحی

جذب وانجذاب کا اظہار ہے۔

پھر اس جذب کو تیسرے مقام پر شریعت نے اسطرح سے بیان کیا ہے کہ جب کوئی سورج طالع ہوتا ہے تو اُسکو ستر ہزار ملک کھینچتے ہین (مجمع البحرین) مطلب یہ ہو کہ جو ثابت تارہ بر ہمی نظام سے اپنے مقام سے جدا ہوتا ہے اور دوسرے نظام مین طالع ہوتا ہے اُسکو ستر ہزار کششین کھینچکر اپنا سیارہ بنا لیتی ہین۔ یا یہ مطلب ہے کہ خود سورج بھی جدا شدہ شعلہ ہے کسی اور بڑے ثابت تارہ کا جب وہ جدا ہوتا ہے تو ستر ہزار کششین اُسکو نظام جدید قائم کرنے کے لیے روک لیتی ہین۔

۱۵ - قدیم فلاسفہ خیال کرتے تھے کہ شب و روز آفتاب کی حرکت سے پیدا ہوتے ہین لیکن فلسفہ جدیدہ نے اسکو باطل کر دیا ہے اور یہ تحقیق تائید کرتی ہی اسلامی فلسفہ کی جو تیرہ سو سال پیشتر پکار پکار کر یونانیون کی غلط فہمی کا اظہار کر رہا تھا اور سوائے چند اہل ایمان کے کوئی کان دھر کر سُنتا تھا۔

جناب امیر علیہ السلام اپنے خطبہ مین فرماتے ہین "والفضاء المکفوف الذی جعلتہ مغیضاً للیل والنہار" (نہج البلاغۃ) اور فضاء مکفوف (مانع) وہ ہے جسکو خدا نے شب و روز نگلنے کیواسطے خلق کیا ہے۔ اس کلام ہدایت نظام سے صاف معلوم ہوا کہ شب و روز کا وجود حرکت سے ظلمۃ و نور کے ہے اسلیے کہ شب زمین کا سایہ ہے جو ہمیشہ مشرق زمین سے مغرب کیطرف متحرک رہتا ہے۔ اور دن آفتاب کا نور ہے جو ہمیشہ مشرق زمین سے ظاہر ہوتا ہے اور مغرب مین غائب ہوتا ہے۔ جسکو خدا قرآن مجید مین فرماتا ہے "فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب" (سورہ بقر) خدا دن کو مشرق سے لاتا ہے تم مغرب سے لاؤ۔ بالشمس اور بہا صاف دلیل ہے کہ سورج کا لانا مقصود نہین ہے بلکہ کوئی دوسری چیز سورج کی مطلوب ہے اور وہ نور ہے جس سے دن ہوتا ہے۔ معصوم کا یہ فرمانا فضا کی صفت مین کہ وہ شب و روز کو نگلتی ہے اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ محل غروب شب و روز فضا ہے اور بتا دیا ہے کہ شب و روز سورج کیوجہ سے

ین ہین بلکہ حرکت لیلیہ ونہاریہ ظلمت ونور کی ہین اور یہ حرکت ظلمۃ ونور کی زمین کی
رکت کیوجہ سے ہے لہذا ایجاد لیل ونہار مین سورج کی کوئی داخلت نہ رہی۔

۵۲ — خدا قرآن مجید مین غروب وطلوع کی نسبت فرماتا ہے " حتیٰ اذا بلغ
مغرب الشمس وجدہا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندہا قوما " پھر طلوع کی نسبت
رماتا ہے حتیٰ اذا بلغ مطلع الشمس وجدہا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا
سورہ کہف) جب پہونچے (ذوالقرنین) مغرب مین آفتاب کے پایا سورج کو
چشمہ سیاہ مین غروب کرتے اور وہان بھی ایک قوم موجود تھی اور جب پہونچے ذوالقرنین
دیکھا سورج کو طلوع کرتے وہان بھی ایک قوم تھی جسپر آفتاب طالع ہوتا تھا نہ تھا
اُس قوم کیواسطے سوائے آفتاب کے کوئی سایہ ۔ اس آیہ پر دو اعتراض تھے مین

اعتراض ۱) زمین کروی ہے اُسمین کوئی مخصوص مقام مشرق ومغرب کا نہین ہے
بلکہ ہر نقطہ زمین مشرق ہے اُن لوگون کیواسطے جو مغرب مین رہتے ہین اور ہر نقطہ مغرب
ہے جو اُس سے مشرق کیجانب ہین تو یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ ذوالقرنین مطلع شمس یا مغرب
شمس مین پہونچے۔

اعتراض ۲) آفتاب زمین سے کرورون درجہ بڑا ہے کیونکر ممکن ہے کہ وہ کسی
دریا مین ہمارے ارضی سے ڈوبے

یہ دونون اعتراض ظاہر نظر مین صحیح معلوم ہوتے ہین لیکن غور سے دیکھو تو نہایت
صحیح ارشاد پاؤگے ۔ جہاز پر سوار ہونے والے دیکھتے ہین آفتاب اُسی سمندر مین
غروب ہوا ہے جس مین کہ جہاز جارہا ہے حالانکہ فی الحقیقت اُس سمندر کی کیا ہستی ہے
چند شعلہ آفتاب کے ان بڑے سمندرون کو بھاپ بناکر اڑادین یہ محض نظر کا
دھوکا ہے اس دھوکے کو خدا سیاح جہان ذوالقرنین کی سیاحت کے بیان مین
ذکر فرماتا ہے صحرائے عرب کے گوشہ مین بیٹھنے والے سورج کو ایسا ہی سمجھتے تھے
کہ وہ ایک سمندر مین غائب ہوجاتا ہے اُس سمندر کے پیچھے نہ کوئی دریا ہے
نہ زمین ہے نہ سورج کا طلوع وغروب ہے خدا نے ذوالقرنین کی سیاحت سے

دیکھا یا ہے کہ باوجود ایسے دور و دراز سیاحت کے اُنکو بھی تمھاری طرح سے معلوم ہوتا ہے
اپنے منتہاے سفر مین کہ سورج مشرق سے نکلتا اور مغرب مین ڈوبتا ہے حالانکہ وہان
بھی نظر کا دھوکا تھا اُنکی نظر کے مشرق و مغرب کے اُس پار بھی زمین ہے اور مخلوقات ہے۔
یونانیون نے کرہ آب سے خارج جو جزائر قرار دیے ہین وہ ایشیا، آفریقہ، ارویا، ہو
ہم نہین جانتے کہ ذوالقرنین کی سیاحت کہان سے کہانتک ہو گی مگر مشہور یہ ہے
کہ اُنھون نے ارض معمورہ کی شرقاً و غرباً بحراً و براً سیاحت کی تھی ممکن ہے کہ سواحل غربیہ
آفریقہ تک پہونچے ہون اور دریاے اطلانٹک سے عبور نہ کر سکے ہون جسکو بحر
وقیانوس بھی کہتے ہین اُس مقام پر ذوالقرنین کو یہ معلوم ہوتا ہو کہ آفتاب اس بحر نا پیدا
کنار مین غروب ہو رہا ہے حالانکہ اُسکے بعد بھی زمین ہے اور جہان ذوالقرنین پہونچے تھے
وہان بھی وحشی قوم موجود تھی یہان خدا نے محض ذوالقرنین کے وجدان اور خیال کی
حکایت کی ہے واقعیت کا اظہار نہین ہے ۔
اور دریاے اوقیانوس پر عین کا اطلاق صحیح ہے عین اُس دریا کو کہتے ہین جسمین مختلف
پانی گرتے ہون (قاموس، اقرب الموارد) اوقیانوس بیشک وہ بحر ہے جسمین تمام دریا
گرتے ہین لہذا عین کا مصداق ہے۔
حمئة سیاہ مٹی کو کہتے ہین یا **حامیة** بربنا ر اختلاف قرائت بمعنی شدید الحرارت
یہ صفت بحر اسود جو غرب ایشیا مین ہے اور محیط اطلانٹک پر جو غرب آفریقہ مین ہے
پوری ہوتی ہے کیونکہ بحر اسود کو سیاہ اور شدید الحرارت کہا ہے اور بحر اطلانٹک کو
شدید السخونتہ۔
اور یہ ارشاد کہ " وہان بھی ایک قوم ہو گی جسپر کوئی سایہ نہ ہوگا" اسمین بھی کوئی اشکال
نہین ہے جزائر سیبریا، الیابان، جزائر ہند، وہان کی مخلوق کو دیکھو کیسی وحشی تھی
حاصل بیان یہ ہے کہ ذوالقرنین کی سیاحت اُن جزائر مین ہوئی جو شرقی تھے اور وہان
ایک وحشی قوم ساکن تھی وہان سورج اُس قوم پر طالع ہوتا تھا جو مثل وحشیون کے برہنہ
تھے یا یہ کہ ایسی قوم تھی جنھون نے کوئی رہنے کا ٹھکانا اور مکان نہین بنایا تھا جسمین

دن کی دھوپ سے کوئی بچا وا نہ تھا

۵۳ ۔ قرآن مجید مین اکثر آیات مین حرکت یومیہ کا حرکت شمس سے تعلق ظاہر ہوتا ہے اور طلوع و غروب آفتاب کا اکثر ذکر ہے جس سے طلوع و غروب حسی مراد ہو گا اور اسی سے احکام شرع کا مثل نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ کا تعلق ہے ۔

۵۴ ۔ قرآن مجید مین دو مشرق اور دو مغرب کا ذکر ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے "رب المشرقین و رب المغربین" (سورہ رحمن) ابن عباس نے اس آیہ کی تفسیر مین کہا ہے کہ سورج کا ایک مطلع جاڑون مین ہے اور ایک مغرب جاڑون مین ہے اسیطرح سے ایک مطلع گرمی مین ہے اور ایک مغرب مین ہے (بحار الانوار)

اور ابن کوا سے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "جاڑو نمین مشرق اور ہوتا ہے اور گرمی مین مشرق اور ہوتا ہے تم نہین سمجھتے اسکو سورج کے قرب و بعد کیوجہ سے (احتجاج طبرسی) مطلب اُن حدیثون کا یہ ہے کہ گرمی اور جاڑے مین مشرق و مغرب سورج کا بدل جاتا ہے کسقدر سچا اور واقعہ کے مطابق ارشاد ہے ۔ بیشک آفتاب جاڑون مین خط استوا سے ۲۳ درجہ مائل بجنوب اور گرمیون مین اتنا ہی مائل بشمال ہوتا ہے جس سے دو مشرق اور دو مغرب ہوتے ہین ۔

۵۵ ۔ اسلامی تعلیم مین بہت سے مشارق و مغارب کا ذکر ہے ۔

(**الف**) **فلا اقسم برب المشارق و المغارب** (سورہ معارج) ابن عباس نے تفسیر مین اس آیہ کی فرمایا ہے کہ ہر روز سورج کیواسطے ایک مطلع ہے جس سے طلوع کرتا ہے اور ایک مغرب ہے جہان غروب کرتا ہے (بحار)

(**ب**) ابن کوا سے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "سورج کے تین سو ساٹھ برج مین پھر نہ آویگا مگر جب اُسکے لیے وہ دن آوے (احتجاج)

معلوم ہوا سورج کا ہر روز مشرق مغرب بدلتا ہے اور بیشک یہی ہوتا ہے آفتاب جاڑونمین خط استوا سے ۲۳ درجہ مائل بجنوب اور گرمی مین اتنا ہی مائل بشمال ہوتا ہے پس ۲۳ درجہ ایکمرتبہ مین نہین ہوتے بلکہ تدریجی اور رفتہ رفتہ ہوتے ہین جسکی وجہ سے

ہر روز نیا مشرق و مغرب ہوتا ہے اور سال کے تین سو ساٹھ دن ہین لہذا تین سو ساٹھ مشرق و مغرب ہوتے۔

اور اگر اس تفسیری بیان کا لحاظ نہ کرین تو بیشک مشارق و مغارب لاکھون ہین جو ہمارا اول وقت شب ہے اُن بلاد مین جو اسکے مغرب مین ہین کہین وقت طلوع ہوگا کہین ظہر کہین وقت عصر ارض تسعین مین چھ ماہ کا دن رات ہوتا ہے پس ہر شہر کا نیا مشرق و مغرب ہوا جسکو ہیئتہ اسلامی نے اسطرح سے بتایا ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے شامی کو حقیقتہً مشرق و مغرب کی بتائی ہے فرمایا "مشرق و مغرب مین فرق اتنا ہے جتنی ایک روز کی رفتار سورج کی تمکو سورج طلوع ہوتے معلوم ہوتا ہے مشرق سے اور غروب ہوتے معلوم ہوتا ہے مغرب مین (احتجاج) واقعی مشرق و مغرب ہر شخص کا وہی ہے جو اُسکو طلوع و غروب مین معلوم ہوتا ہے اور حس و نظر مین آفتاب متحرک معلوم ہوتا ہے۔ پس مشرق و مغرب محض اعتباری ہے ہر شخص سمجھتا ہے کہ اسیوقت طلوع و غروب ہوتا ہے۔

اور زیادہ توضیح مشرق و مغرب کی اسطرح سے فرمائی ہے کہ۔

" امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے بعض اصحاب سے فرماتے ہین۔ سورج غائب ہوتا ہے تمھارے سامنے سے قبل اسکے کہ ہمارے سامنے سے غائب ہو (وافی و وسائل تہذیب) بیشک ہر نقطہ زمین مشرق ہے اُس شخص کیواسطے جو اُسکے غرب مین ہو اسیطرح سے ہر نقطہ زمین مغرب ہے اُس شخص کیواسطے جو اُسکے شرق مین ہو لہذا کرورون مشرق و مغرب ہوے۔ اسیکو خدا نے فرمایا ہے پس غور کرو تو اس ارشاد مین پوری رد ہے فلاسفہ قدیم کی وہ لوگ طلوع و غروب سے سورج کی حرکت یومیہ کو ثابت کرتے ہین اسلیے ایک مشرق و ایک مغرب ہونا چاہیے تھا خدا نے بہت سے مشرق و مغرب بیان فرما کر بتایا کہ مشرق و مغرب اعتباری ہین جو کرورون ہو سکتے ہین۔

۵۶۔ قرآن مجید مین خدا فرماتا ہے " الم تر الی ربک کیف مد الظل و لو شاء

جعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضناہ الیہ قبضا یسیرا
(سورہ فرقان) تم نہین دیکھتے اپنے رب کی قدرت نمائی کو کیونکر اُسنے سایہ کو پھیلایا
اگر وہ چاہتا تو سایہ کو ساکن کر دیتا۔ اُسنے سورج کو اُسپر دلیل کیا پھر تھوڑا تھوڑا کر کے
اُسنے سایہ کو ہمارے لیے لیا۔ مفسرین و محدثین نے خوب خوب طبع آزمائیان کی
ہین محض اس بنا پر تاکہ فلسفہ یونانی کی مخالفت نہ ہونے پاوے ورنہ ایسی رکیک
تاویلون کی ضرورت کیا تھی صاف صاف آیہ کا مفہوم پیش کر دیتے عام اس سے
کہ فلاسفہ کے موافق ہوتا یا مخالف ہم اس مقام پر علامہ بیضاوی کی ایک تاویل
نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ جب خدا نے افلاک کو بدون سورج
و چاند کے خلق فرمایا اور افلاک کے نیچے و عوارض ہوا افلاک کا سایہ زمین پر پڑا
اُسی حالت کی نسبت ارشاد ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اس حالت کو ثابت و برقرار
رکھتے پھر سورج کو خلق کرتے اور اُسپر مسلط کرتے اسطرح سے کہ حرکات سے آفتاب
کے اُس سایہ مین کمی بیشی ہوتی۔ (تفسیر بیضاوی) یہ تاویل اسی بنا پر ہے کہ فلک
اُنکے نزدیک وہی پانچسو سال کی مٹائی کا جسم تھا اُسی کا سایہ زمین پر ڈال رہے
ہین۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ چاند سورج ندارد پھر سایہ کسطرح سے پڑا وہ کونسی روشنی
اُن افلاک پر تھی جسمین حایل ہو کر زمین پر سایہ واقع ہوا سورج ندارد سایہ موجود
عجب منطق ہے۔
(۱) ظاہر آیہ سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ ہر ستارہ کا سایہ ایک کا دوسرے پر
نظر آتا ہے شیخ بوعلی سینا نے بھی لکھا ہے کہ زہرہ سورج پر مثل ایک تل کے نظر
آتا ہے اسیطرح سے عطارد کا جرم بھی آفتاب پر معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب کو کب
کا سایہ ہے۔ عطارد سے زہرہ کو کسوف ہوتا ہے چاند سے سورج کو کسوف ہوتا ہے
جسوقت چاند زمین کے سایہ کے نیچے آجاتا ہے تو اُسکو گہن ہوتا ہے زحل کو مشتری
سے گہن ہوتا ہے۔ مشتری مریخ سے۔ اسیطرح سے زحل سے ثوابت کو گہن ہوتا
ہے۔ ممکن ہے خدا انھین سایون کو ساکن کر دیتا یعنی دیکھا ہی حال پیدا ہو جاتی

اور اسکا تدارک نہ ہوتا تو تمام عالم تیرہ و تار ہوجاتا خدا نے اجرام مظلمہ کے سایہ کو
متحرک کرکے آفتاب کی روشنی سے دور فرمایا۔
سایہ کا ساکن کردینا بھی محال نہ تھا فوٹوگرافر اس فن کی ایجاد کے بعد یہ کیسے کہہ
سکتا ہے کہ سایہ ساکن نہین ہوسکتا۔
(۲) ممکن ہے آیہ مین سطرف اشارہ ہو کہ تمام سیارون کی دوسری سمت ایک
ظل مخروطی مستطیل ہوتی رہے وجہ اُسکی یہ ہے کہ جب سورج پشت پر سیارہ کے
آجاتا ہے اور نصف حصہ کی محاذات ہوتی ہے تو نصف باقی کا سایہ ہمیشہ
بشکل مخروطی پشت سیارہ پر واقع ہوتا ہے اس صورت مین ہر سیارہ جب حرکت
کرتا رہتا ہے جیسے دریا مین مچھلی تیرتی ہے ممکن ہے اسی بنا پر احادیث مین سیارونکے
..ارون کو دریا سے تشبیہ دی اور ظل مخروطی کو مچھلی سے اور شاید اسی بنا پر حدیث
مین وارد ہوا ہے کہ زمین مچھلی پر ہے یعنی زمین کی پشت پر اُسکی ظل مخروطی ہے جو
مثل مچھلی دریا مین تیرتی ہے۔ بہرحال ممکن تھا کہ سایہ ساکن کردیا جاتا خواہ اُس
سیارے کو ساکن کرکے یا فوٹوگرافی کے اصول سے اس فضا مین سیارون کے
سایہ چھپ جاتے اور ساکن رہجاتے تو نتیجہ ظلمت و تاریکی ہوتی خدا نے اُس
تاریکی کو سورج سے دفع فرمایا ستارون کی حرکت سے سایہ بھی متحرک رکھا کسیطرف
دن کسیطرف رات ہوتی ہے ہمیشہ نہ تو ایسا ہے کہ ایک طرف دن ہو اور ایکطرف
رات نہ یہ ہو کہ سبطرف رات ہو نہ یہ ہے کہ سب طرف دن ہو ستارونکی حرکت سے
ظل مخروطی کو بھی حرکت ہے جس سے دن و رات مختلف ہوتے رہتے ہین۔
(۳) اور ممکن ہے کہ یہ تاویل ہو خدا نے جب سورج کو زمین پر طالع فرمایا اور
سایہ رات کا دفع ہوا تو عقل نے یہ سمجھا کہ ظل ایک کیفیۃ زائدہ جسم و لون کی ہے
اسلیے خدا نے فرمایا "ثم جعلنا الشمس علیه دلیلا" یعنی پہلے ہمنے سایہ
کو خلق کیا پھر عقول کو سایہ کی معرفت و حقیقت بتائی سورج کو طالع کرکے اسلیے کہ
"الاشیاء تعرف باضدادها" سورج طالع نہ ہوتا تو سایہ کے سوا اُس کا

عدم مفہوم نہ ہوتا پس گویا سورج دلیل ہوا وجود ظل پر " ثم قبضناہ الیہ قبضا یسیرا " پھر تھوڑا تھوڑا کرکے ہمنے سایہ دور کیا جسقدر سورج بلند ہوا مغرب کیجانب سایہ کم ہوتا گیا اور چونکہ حرکات مکانیہ ایک دفعہ نہین ہوتے بلکہ تھوڑا تھوڑا ہوتے ہین لہذا زوال سایہ کا بھی تھوڑا تھوڑا ہوگا پس مراد قبضا یسیرا سے زوال ہے

(۲) ممکن ہے یہ مراد ہو جب خدا نے زمین اور ستارون کو خلق کیا زمین کا سایہ پڑا جس سے رات ہوئی پھر ضوء شمسی کے متحرک ہونے سے سایہ مین بھی حرکت ہوئی پس سورج دلیل ہوا " ثم قبضناہ قبضا یسیرا " پھر تھوڑا تھوڑا سایہ ہمنے لینا شروع کیا یعنی تھوڑا تھوڑا سایہ دور ہوتا گیا جسقدر قوت دافعۃ المرکز زمین کی کم ہوتی جاویگی اور زمین سورج سے قریب ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ زمین اور سورج کی دوری سوا نیزہ بھر ہوگی اور قیامت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہوگا یہ سایہ دفعتاً دور نہ ہوگا بلکہ تھوڑا تھوڑا یہانتک کہ قیامت مین سایہ نہ رہیگا اور قبض ہوگا بقبض اسباب خواہ اسطرح سے کہ جن اجرام کیوجہ سے زمین کا سایہ پڑتا ہے اُن اجرام کو خدا گم کرکے لیوے یعنے ہٹا دے اور فنا کردے یا یہ کہ قوت دافعۃ المرکز کے ابطال سے دوری جاتی رہے " ولو شاء لجعلہ ساکنا " خدا چاہتا تو قادر تھا کہ دفع اسباب نکرتا اور کبھی قیامت نہ آتی سایہ کو ساکن کردیتا یعنی اسباب سایہ کے ساکن و باقی رہتے۔

۷۵ — خدا فرماتا ہے " اولم یروا الی ما خلق اللہ من شیئ یتفیؤا ظلالہ عن الیمین والشمائل سجدا للہ وھم داخرون " (سورۃ النحل) کیا نہین دیکھتے جو خدا نے بنائی ہے ہر شئے اُنہین کی سایہ اُسکا داہنے اور بائین پھرتا ہے خدا کو سجدہ کرتا ہے تذلل سے۔

(۱) یمین و شمال سے مراد یہ ہے کہ یمین فلک مشرق ہے اور شمال مغرب ہے اور سبب ان نامونکی تخصیص کا یہ ہے کہ انسان کی دونون جانبون مین قوی جانب داہنا ہے جس سے زیادہ قوت کے کام انجام پاتے ہین اور چونکہ زمین مشرق سے

مغرب کی طرف گھومتی ہے لہذا یمین فلک مشرق کو قرار دیا ہے اور مغرب کو
شمال پس چاند سورج اور تمام ستارے ہر روز شبکو افق پر مغرب کی سمت میں طالع
ہوتے ہین اسطرح سے کہ ہر ایک قوس بناتا ہے اپنے مدار پر وجہ یہ ہے کہ زمین چوبیس
گھنٹہ مین اپنا دورہ ختم کرتی ہے پس اگر کوئی شخص زمین پر کھڑا ہو مشرق کی طرف
پشت کرکے تو پہلے سورج کو داہنی طرف دیکھے گا افق سے قریب اور جب ربع
دورہ زمین کا ختم ہوگا تو سورج اپنے سر پر دیکھے گا اور جب نصف دورہ ختم ہوگا
تو سورج بائین پر معلوم ہوگا قریب جنہ افق کے اور جب نصف آخر دورہ شروع
ہوگا تو سورج بالکل مخفی ہوجائیگا جبتک کہ یہ نصف دورہ بھی ختم نہ ہو پس سورج وقت
طلوع سے وقت انتہا تک وسط افلاک پر جبتک ہے اسوقت تک سایہ جانب
غربی مین واقع ہوگا اور جب سورج خط نصف النہار سے جانب غربی مین ہٹیگا
تو سایہ شرقی پڑیگا یہ ہے مراد "یتفیؤ ظلالہ عن الیمین الی الشمال"
کے اس بنا پر سایہ اولی نہار مین شروع ہوگا یمین فلک سے ربع غربی پر زمین کے
اور سورج کے جھکنے پر خط نصف النہار سے ابتدا، سایہ کی شمال فلک سے
ہوگی جو ربع مشرقی پر زمین کے واقع ہوگا۔

(۲) یا مراد یمین وشمال سے یہ ہے کہ جب کوئی شخص مشرق کی طرف پشت کرکے
کھڑا ہو تو داہنی جانب جنوب ہوگا اور بائین جانب شمال اسلیے کہ وسط فلک
بروج دائرہ عظمی ہے جو مائل ہے خط استوی پر ساڑھے تیئیس درجہ پر اور یہ دائرہ ممتد
ہوتا ہے دو بڑے دائرون متوازیون تک جو بنائے جاتے ہین دائرہ استوی سے
ساڑھے تیئیس درجون کی دوری پر یہ دونون دائرے مدار کہلاتے ہین ان دونون
دائرون سے معلوم ہوتا ہے مقام آفتاب کا صعود و ہبوط مین اور دو دائرے
جو قطب جنوبی وشمالی سے بنتے ہین انکا بعد قطب سے ساڑھے تیئیس درجہ فرض کرو
ان دونون دائرون پر ہمیشہ دن و رات رہینگے جبتک سورج دونون نقطون انقلابی
مین رہے گا یہ ہین معنے سایہ کے انتقال سے داہنے سے بائین کی طرف اور

بائین سے داہنے کیطرف۔

دوسرا امر آیہ مین قابل بیان یہ ہے کہ یمین بلفظ واحد استعمال ہوا ہے اور شمائل بصیغہ جمع وجہ یہ ہے کہ یمین مشرق کو قرار دیا ہے پس نقطہ مشرق الشمس ایک ہوگا لہذا یمین بھی ایک ہی ہوا۔ اور شمائل سے مراد سایہ کے انحرافات ہین جو زمین پر واقع ہوتے ہین اور وہ بہت ہین لہذا شمائل بصیغہ جمع ارشاد ہوا۔

تفصیل اس بیان کی یہ ہے کہ اگر ہم خط استوا اور خط زوال بناوین برابر سے تو اس تقاطع صلیبی حاصل ہوگا جسکے چار گوشہ ہونگے اور چارون اصلی نقطہ ہونگے پس نقطہ جہۃ قطب شمالی سمت شمال کہلاویگا اور نقطہ قطب جنوبی سمت جنوب کہلاویگا اور نقطہ سمت طلوع کواکب سمت مشرق کہلاویگا اور نقطہ جہۃ غروب کواکب سمت مغرب کہلاویگا اسوقت زمین چار حصونپر منقسم ہوئی اسوقت مین تمام دوائر اس کرے کے زمین پر قیاس کرکے استعمال کیے جاوینگے اُنمین سے وہ دوائر ہین جو موازی دائرہ استوا کے ہین اور دونون قطبون تک گذرے ہین پس تقسیم کرے گی تین سو ساٹھ برابر کے حصون پر ہوگی اور ان دوائر کے تقاطع سے چھوٹی چھوٹی مسطحین مربع نکلینگی جنکو درجات کہتے ہین اس تقسیم سے مابین خط استوے اور قطبین کے نوّے درجہ برابر ہونگے اور مابین نصف دائرہ زوال (یعنی زوال لیل) اور نصف آخر کے (یعنے زوال نہاری) ایک سو اسّی درجہ ہونگے زمین کے اس تقسیم سے "اظلال شمائل" صحیح ہوگا۔

۵۸۔ اختلاف ہے اس بات مین کہ سورج کی حرارت ذاتی ہے جیسے نور اسکا ذاتی ہے یا نہین متقدمین کا خیال تھا کہ حرارت و برودت رطوبت و یبوست عنصریات سے مخصوص ہین اور آفتاب جرم فلکی ہے اسمین یہ صفات نہین ہوسکتے پس یہ حرارت جو آفتاب سے محسوس ہوتی ہے یہ نور شمسی کیوجہ سے ہے اور اسکی دو خاصیتین ہین جبتک وہ سطح زمین پر واقع ہوتی ہے نور ہوتا ہے اور جب اوس کی شعاعین منعکس ہوتی ہین تو اُنمین حرارت کے آثار پیدا ہوتے ہین۔

متاخرین قایل ہین کہ جرم شمسی بالذات منبع نور و نار ہے جس نور و نار کو سورج اپنی شعاعون کے ذریعہ سے ہر سیارے تک پہونچاتا ہے کرہ اسکا مرکب ہے طبقات ناریہ و بخاریہ سے کرہ آفتاب آگ کے دریاے عظیم سے ہیجان ہے ہر وقت مثل موجون کے اسکے شعلے بلند رہتے ہین ایک ایک شعلہ پچاس ہزار فرسنگ کے طول مین ہے سورج ایک ایسا جسم ہے جسمین مرات العکس سے چودہ سے زاید دہاتین ثابت کی گئی ہین مثل تانبہ، لوہا، نکل، جستہ، وغیرہ کے جن دہاتون کے گیس جرم شمسی سے اوڑکر اس فضاے نامتناہی مین بلند ہوتے ہین اور تمام نظام شمسی مین وہ حرارت پہونچتی ہے یہانتک کہ جو حرارت سورج کی ہماری زمین کو پہونچتی ہے وہ حرارت آفتاب سے ۲۰۰۳۸۱ ملیون کا حصہ ہے باقی ناریہ آفتاب کی ورسیارون اقمار وغیرہ پر منقسم ہوجاتی ہے۔

۵۹ ـ ہئیتہ اسلامی مین آفتاب کو معدن نور و نار فرمایا ہے جیساکہ تحقیق جدید مین بھی ہے۔

(الف) خدا فرماتا ہے "وجعل الشمس سراجًا" (سورہ نوح) اور سورج کو چراغ بنایا۔ صاف معلوم ہوا کہ چراغ جسطرح سے بالذات نار و نور سے فیضان پہونچاتا ہے اسیطرح سورج بھی۔

(ب) وجعلنا سراجًا وهاجًا (سورۃ النبا) اور قرار دیا ہمنے چراغ روشن تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ مراد اس سے سورج ہے "وهاج" کے معنی روشن آگ کے ہین (قاموس)

(ج) سلام بن مستنیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی ـ مولا سورج چاند سے کیون زاید گرم ہے۔

امام علیہ السلام ـ خدا نے آفتاب کو خلق کیا ہے آگ کے نور اور آب صاف سے ایک طبق اسکا نور سے ہے دوسرا طبق آب صاف سے اسیطرح سے سات طبق ہین ـ پھر خدا نے سورج کو آگ کا لباس پہنایا اسوجہ سے وہ چاند سے زیادہ گرم ہے

(خصال، علل الشرائع، بحار، روضہ کافی، تفسیر قمی، مجمع البحرین)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سائل تحقیقات شرعیہ سے واقف تھا اسیوجہ سے اُسنے سورج کو معدن نار سمجھکر سوال کیا لیکن وہ چاند کو بھی ٹھنڈا نہین خیال کرتا اُسکو بھی گرم سمجھتا ہے لیکن دریافت یہ کرتا ہے کہ ایک دوسرے سے کیون گرم ہے۔

امام علیہ السلام نے جو تعلیم فرمایا ہے وہ قابل غور ہے۔

(۱) سورج کو طبقات سے مرکب فرمایا ہے جسمین فلاسفہ قدیم کی رو سے وہ لوگ آفتاب کو بسیط خیال کرتے تھے۔

(۲) سورج کو مثل دیگر اجرام ارضیہ عنصریات ومادیات سے مرکب فرمایا ہے مثل آگ، پانی، بخار، ہوا کے آمین بھی متقدمین کی رو ہے وہ اجرام فلکی کو عنصریات سے نہین خیال کرتے تھے لیکن حال کی تحقیق مین سپکٹر سکوپ سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب مین بھی وہی مادہ موجود ہے جو ہماری زمین مین ہین البتہ فرق یہ ہے کہ یہ مادہ آفتاب مین گیس کی حالت مین سیال پائے جاتے ہین جو چیزین آفتاب مین پائی جاتی ہین وہ ہیڈ روجن، سوڈا، لوہا، نکل، جستہ، مگنیشیا، وغیرہ ہین علاوہ اسکے بہت اور ایسے مادہ ہین جو ہماری زمین پر نہین ہین۔

(۳) سورج کو بالذات منبع نور ونار فرمایا ہے جیسا کہ متاخرین قائل ہین۔

(۴) وجہ حرارت آفتاب کی یہ بتائی گئی ہے کہ خدا نے اُسکو آگ کا لباس پہنایا یعنی آگ اسکے طبقات کو پیچاپیچ محیط ہے جو بالکل متاخرین کی رائے کے مطابق ہے کرنل یوس فاندیک" کا قول ہے کہ۔ تو قوہ سورج کی روشنی کی منحصر اُس غلاف مین جو نورانی مادہ کا ہے اور محیط ہے جرم آفتاب کا جسکا نام موتوسفیر ہے اور تمام طاقت جرم آفتاب کی اسی طرف منصرف ہے کہ یہ کرہ اپنی حالت وخاصیت یعنی نور وحرارت کی صورت مین باقی رہے پس کرہ آفتاب گویا وہ جرم ہے جو گھرا ہوا ہے اس کرہ نوریہ ناریہ سے اور یہ اسیوقت تک آفتاب ہے جبتک اس

کرۂ ناریہ سے پہچان ہے۔ یہ کرہ نیرہ اُس مادہ سے بنا ہے جو موثر ہی جرم آفتاب کے نور مین اور یہ مسئلہ متاخرین نے الہسکپر سکوپ سے ثابت کیا ہے اب دیکھو جو مسئلہ بے آلہ مذکور نہ حل ہوسکتا ہو اُسکو یہ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام نے خواص و تابعین سے کسطرح سے بیان کرکے تسکین فرماتے تھے جو بین دلیل آنحضرات کے ملہم ہونے کی ہے اسلیے کہ بے اسباب و آلات کسی مسئلہ کی تحقیق کرنا بیشک غیب کی تعلیم ہے۔

(د) اصبغ بن نباتہ جناب امیر علیہ السلام سے نقل کرتے ہین۔ اگر سورج کا رخ اہل زمین کیطرف ہوجاوے تو تمام زمین جل جاوے اور جو کچھ زمین پر ہے سب جلکر رہ جاوے (بحار، روضہ کافی)

ظاہر نظر مین یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آفتاب کروی ہے اُسکا کوئی منہ نہین ہے اگر فرض بھی کرلین تو یہ لازم ہوگا کہ بعض صفحات آفتاب کے ہم اسوقت نہ دیکھتے ہون حالانکہ زمین کی گردش کے وقت ہمکو ہر سطح سورج کی دکھائی دیتی ہے پھر منہ کون سا رخ ہے۔

جواب یہ ہے کہ ہیئتہ جدید مین ثابت ہے کہ سورج مین بعض مقامات بہ نسبت بعض کے شدید الحرارت ہین یعنے تمام حصہ آفتاب کا حرارت مین برابر نہین ہے کلف دار حصہ سورج کا دیگر مقامات سے زاید حرارت رکھتا ہے سورج پر بہت بڑے بڑے کلف ہین جو آفتاب پر جہتہ شرقی مین نظر آتے ہین پھر تھوڑے عرصہ کے بعد وسط آفتاب مین معلوم ہوتے ہین پھر سمت غربی مین دکھائی دیتے ہین اکثر کلف جو قریب خط استوا کے آفتاب پر معلوم ہوتے ہین اُنکا بعد ۳۰ درجہ سے زاید نہین ہے احد القطبین کی طرف گمان کیا جاتا ہے کہ کلف اعماق مین کرہ نیرہ کے ہین یعنی گرمی و حرارت آفتاب سے جو گیز اُڑتے ہین اُنکو کرہ چارون طرف منتشر کرتا ہے اور اُنسے بہت بھاری گیز ایکمقام پر مجتمع ہوتے ہین جو حجاب ہوجاتے ہین نور آفتاب کے اور اُتنا حصہ سیاہ معلوم ہوتا ہے قرص آفتاب کا

ظاہری رخ نہایت کثیف ہے اور دوسرا رخ لطیف ہے جو ابخرہ لطیفہ سے وہین
پھیلے ہوتے ہین گرد سورج کے لاکھون میل تک لیکن ہمکو قرص آفتاب کے
نزدیک چہرے معلوم نہین ہوتے جسطرح سے آفتاب کے نور کی وجہ سے دنکو تارے
نہین معلوم ہوتے البتہ گرہن کے وقت ہمکو وہ ابخرات مختلف رنگ کے معلوم
ہوتے ہین جنمین اکثر سرخ رنگ کے ہوتے ہین اور جسقدر سورج سے قریب ہوتے
ہین اُتنے ہی روشن ہوتے ہین حتی کہ ان بخرات کا مستقل ایک کرہ گرد آفتاب کے
ہوگیا ہے جسکو کرہ موسفیر (یعنی کرہ ملونہ) کہتے ہین۔
وہ ولسن کے رصدخانہ کے ڈاکٹر پروفیسر جارج ای ہیل صاحب نے ساٹھ انچ
شیشی کی دوربین کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ سورج پر بعض اوقات عظیم برقی
بگولے آتے ہین جنھین اصطلاح مین آفتاب کا داغ کہا جاتا ہے یہ بگولے آفتاب کی
سطح پر سے ایسی تیزی سے گذرتے ہین جیسے زمین پر سے آندھیان اور اُنمین اس بلا
کا زور ہوتا ہے کہ خیال کرتے ہوے دل کانپتا ہے چھوٹی چھوٹی دوربینون کی
مدد سے جو سیاہ داغ نظر آتے ہین وہ ان آفتابی آندھیون کی بنیادین ہین جہان وہ
کرہ آفتاب کی گرم سطح پر اس زور سے چلتی ہین کہ اگر وہ ہماری زمین پر چلین تو اس زمین
کو بالکل لٹو کیطرح گھیر لین اور ایک منٹ مین شاید تین بار اسکا دورہ کر لین۔
جسکو امام علیہ السلام نے حدیث مین بیان فرمایا ہے۔
اور یہ کہنا کہ ہم تمام کرہ آفتاب کو دیکھتے ہین تو یہ سمجھو کہ قطب شمالی و قطب جنوبی کے
حصہ سورج کے ہماری زمین سے کبھی محاذی نہین ہوتے کیونکہ زمین کی حرکت گرد ان
حصون کے ہوتی ہے جو وسط آفتاب کے ہین پس جو شخص کرہ زمین سے قطب
جنوبی و شمالی کو آفتاب کے دیکھتا ہے وہ محاذی قطب آفتاب کے نہین ہوتا اور
شعاعین آفتاب کے قطب کی زمین کی سمت ہوتی ہین جیسے سورج کے وسط کی
شعاعین اس کرہ کے سمت آتی ہین ممکن ہے معصوم کا مقصود وجہ شمس سمت شمالی
آفتاب کی مراد ہو یعنی اگر اسکا رخ زمین کیطرف ہو جاوے تو زمین جل جاوے اور

اور کچھ شک نہیں ہے کہ سمت شمالی سورج کی محاذی کرۂ زمین سے نہیں ہے اگر
ہوتی تو زمین جل جاتی کیونکہ سمت شمالی سورج کی بعکس ہے۔
اور یہ جواب بھی ممکن ہے کہ سورج کی کل گرمی زمین پر نہیں پہنچتی بلکہ ۱/۳۸۱۲۰۰۰ ملیونواں حصہ
زمین تک پہونچتا ہے اور باقی گرمی سورج کی اور سیارون پر تقسیم ہوجاتی ہے ممکن
مراد معصوم کی " لوکان وجھہا لاھل الارض " سے " لاحترقت الارض " ہو یعنی اگر تمام گرمی سورج کی زمین پر پڑے تو بیشک زمین اور اہل زمین
جل جاوین ڈاکٹر فانڈیک صاحب کا قول ہے کہ جو گرمی سورج کی سال بھر میں تمام
زمین کو پہونچتی ہے اگر وہ ایک مرتبہ زمین تک پہونچی تو کیا حالت ہو بیشک
کرہ شعلہ بکر اٹھ جاوے۔

(۷) امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آفتاب و ماہتاب دو نشانیان ہیں
بعد اسکے فرماتے ہین کہ ضو اُن دونون کی عرش کے نور سے ہے اور حرارت اُن دونون کی
آتش جہنم سے ہے جب قیامت آویگی نور ان دونون کا عرش میں چلا جاویگا سو نہ
سورج رہیگا نہ چاند رہیگا " (تفسیر قمی، بحار) اس بیان سے بھی معلوم ہوا
کہ آفتاب مین ذاتی حرارت ہے اور چاند بھی ٹھنڈا نہین ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا
فنا صورت کے معدوم ہونے اور مادہ کے منتشر ہوجانے کا نام ہے۔ اور سورج
عرش کا جدا شدہ شعلہ ہے یا جہنم کا جدا شدہ شعلہ ہے جو قیامت مین اُسمین ملجاو
حال کے حکماء کا خیال ہے کہ تمام سیارے اور اقمار سورج کا جدا شدہ شعلہ مین
تعلیم سورج کو بھی جدا شدہ شعلہ عرش و جہنم کا بتاتی ہے ممکن ہے عرش و جہنم بھی کو
مخزن نور و آتش کا نام ہو اور وہ ایک بڑا ثابت تارہ ہو جسکے شعلون سے علیحدہ
نظام قایم ہوے ہین۔

(۹) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سورج کے لیے ایک ملک ہے
اُسپر پانی چھڑکتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین جل جاتی (بحار، کافی) یہ بھی اسی امر
دلیل ہے کہ سورج بالذات حرارت و نور رکھتا ہے۔

ر پانی کے چھینٹے دینا اگر بمعنی جاذبہ ہے تو کہہ سکتے ہین کہ اجرام مین آگ کی تیزی پانی
چھینٹون سے کم کیجاتی ہے خداوند کریم جوہر قدسی سے سورج کی حرارت کم فرماتا ہے
ل سے زمین نہین جلتی حرارت سے زمین کا محفوظ رکھنا پانی کے چھینٹون سے
ستعارہ ہے۔

اگر جاذبہ استعارہ نہ ہو تو ہر سیارہ تک جو آفتاب کی گرمی پہونچتی ہے اُسکے سرد
نے کیواسطے خدا نے وہ اجزاے مائیہ اور رطوبات جو کرہ ہوا مین ہین مقرر
ئے ہین جو آفتاب کی شعاعون کو سرد کرکے ہر سیارے کی زمین تک پہونچاتی ہین
ر آفتاب پر پانی کے چھینٹے دینا مراد اس سے آفتاب کی کرنین ہین جو حرارت
فتاب کی کرہ زمین تک پہونچاتی ہین۔

٦ ــ وزن آفتاب کے متعلق متقدمین کا یہ خیال ہے کہ وزن یعنی خفت و ثقل
لکیات مین نہین ہے نہ عناصر کا کوئی وزن ہے اسلیے کہ خفت اور ثقل اجزاے کرہ
ہوتا ہے نہ خود کرہ کا کیونکہ مراد وزن سے میل الی المرکز ہے اور چونکہ کرہ کو کسی
ت میلان نہین ہوتا لہذا اُسکے لیے وزن بھی نہین ہے۔

متاخرین مین حکیم کپلر صاحب کا خیال ہے کہ ہر شے مین وزن ہے اور خفت
ثقل کا اُسمین امتیاز ہوتا ہے قوت جاذبہ سے کسی مین قوت جاذبہ زیادہ ہے کسیمین
کم ہے جیسے پتھر پانی سے زیادہ کثیف ہے اور زمین سے مشابہ ہے اُسپر زمین کا
جذب زیادہ ہوتا ہے پانی کی بہ نسبت لہذا پتھر پانی سے بوجھل ہوگا اسیطرح سے
ہر جسم بہ نسبت دوسرے کے قوت جاذبہ مین تفاوت رکھتا ہے اور یہی وزن ہے
پس منشاء ثقل و خفت قوت جذب ہے اور یہ جس چیز مین پائی جاویگی کرہ ہو یا غیر
کرہ عنصری ہو یا فلکی وہان وزن ضرور ہوگا آفتاب ہو یا ماہتاب۔

فانڈیک کا خیال ہے کہ کثافت مادہ آفتاب کی ٢٥ درجہ کم ہے کثافت مادہ
ارضی سے کیونکہ ترکیب کرہ آفتاب کی بخارات وگیس سے ہے لہذا وزن ہلکا ہوگا زمین سے
مصر کا الہلال جلد ١٧ مین ہے کہ وزن آفتاب کا ٣٢،٩٣٦ حصہ زمین

سے بڑا ہے۔ نجم الملک محمود طہرانی نے تقویم سنہ ۱۳۲۰ھ مین لکھا ہے کہ کرۂ آفتاب
زمین سے ۲۲۵،۰۰۰ درجہ زاید ہے اور اگر ہم ایک کرہ پتھر کے کوئلہ کا بقدر کرۂ آفتاب
کے فرض کرین تو تھوڑا فرق ہوگا اور اگر خروار فارسی سے وزن کرین تو وزن آفتاب کا
(۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۲۰۰،۶) خروار ہوگا۔ جب اجرام فلکی
کیواسطے بھی وزن ہے تو اسلامی ہیئۃ مین بھی شمس وقمر کا وزن قرار دیا جانا خلاف
حکمت نہ ہوگا جیسا کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنی مناجات مین فرماتے ہین
"سبحانک تعلم وزن الشمس والقمر" (صحیفہ کاملہ) سزاوار تسبیح ہے وہ خدا جو
جانتا ہے وزن آفتاب وماہتاب کا۔

باب ساتوان تعداد ثوابت

۱۶۱۔ فلاسفہ قدیم کا خیال تھا کہ عالم جسمانی منحصر ہے اسی عالم مین جو مرکب ہے
تیرہ کرون سے نو افلاک ہین چار کرے عناصر کے ہین اور زمین ہماری مرکز حرکات ہے
جو ٹھہری ہے تیرہ کرون سے اور ثوابت ستارے ہین جو آٹھوین فلک مین ٹھکے ہوے
ہین عالم جسمانی منحصر ہے اسی فلک اطلس مین اسکے علاوہ کسی عالم کا وجود نہین ہے
یہی ایک عالم شمسی ہے اسکے علاوہ کوئی دوسرا چاند وسورج نہین ہے۔
سابق کے متکلمین نے کہا تھا کہ اگر دیگر عوالم کا وجود ممتنع ہوگا تو اس عالم کا وجود بھی ممتنع
ہوگا اسواسطے کہ وجود عالم کا امتناع اسوجہ سے ہے کہ ذات وطبیعت اُنکی مقتضی وجود
کو نہین ہے۔ یا امتناع اُسکا بسبب کسی عارض ومانع کے ہے اگر بالذات ممتنع الوجود
ہے تو لازم ہوگا کہ یہ عالم بھی ممتنع الوجود بالذات ہو کیونکہ یہ عالم مثل اُس عالم کا ہے جسکو
ممتنع قرار دیا ہے اور حکم دو مثلون کا صحت وامتناع مین یکسان ہوتا ہے۔
اور اگر ممتنع بالعرض ہے اور کسی وجہ سے وجود اُسکا ممتنع ہوا ہے تو جب سبب زایل
ہوگا اور عارض ومانع دفع ہوگا اُسوقت مین امتناع بھی باقی نہ رہے گا اور وجود اُنکا ممکن
ہوگا۔

متاخرین بھی تعدد عوالم کے قایل ہین وہ کہتے ہین جتنے ثوابت ہین سب آفتاب ہین
اور ہر ایک کا نظام شمسی مثل ہمارے نظام شمسی کے جدا ہے۔ دلیل انکی یہ ہے
کہ تمام سیارے اور اقمار ہمارے سورج سے کسب نور کرتے ہین اور وسعت ہمارے
نظام شمسی کی جو محدود ہے فلک نپچون سے وہ ایک ہزار پانچسو ملیون فرسنخ کا ہے
اور سورج باین وسعت فلک نپچون سے ایک بہت چھوٹا تارہ مثل اخروٹ کے
معلوم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نپچون کے بعد بالکل معلوم نہین ہوتا ہوگا۔ لہذا
نپچون سے بہت فصل پر جو ثوابت ہین وہ کیونکر ہمارے سورج سے روشن رہ سکتے
ہین۔ دیکھو بعض کومٹ ہمارے سورج سے اتنے فصل پر ہین کہ جتنا فصل سورج کو
نپچون سے ہے اس فصل سے بارہ گنا فصل ہے باوجود اسکے وہ ہمارے سورج
کی کشش سے قائم ہین اور کسی دوسرے ستارے کا جذب انپر نہین ہے کیونکہ اور
ستارون کو ان کومٹون سے اتنی دوری ہے جو قیاس سے باہر ہے اور وہ ہمکو
دکھائی دیتے ہین تو پھر بتاؤ ان ستارون کا جاذب اور نور دینے والا کون ہے۔
ڈاکٹر فانڈیک کا قول ہے کہ جو ثوابت ہمسے قریب ہین اور نظر آتے ہین انکی دوری
ہمسے اتنی ہے کہ جتنا بعد ہمکو سورج سے ہے اسکو ایک درجہ فرض کر و ویسے پانچ
لاکھ درجہ زاید ثوابت ہمسے دور ہین
سائنس دانون کا خیال ہے کہ نئی دنیا اس دنیا سے جسکی وہ شاخ ہے ایک کھرب
اٹھارہ لاکھ میل دور ہے ۱۰ جسکا قطر ۵ کھرب میل ہے ان اعداد پر غور کرنے سے
انسانی دماغ چکر مین آجاتا ہے آسمان کے ان رازون مین جو منجمون کو حیرت مین ڈالتے
ہین وہ ناگہن ستارون کے چھپے بھی ہین جو ہر جگہ حیرت انگیز اور بے شمار تعداد مین موجود
ہین انکی جسامت بہت بڑی ہے انکے اشکال عجیب و غریب اور ہیبت ناک ہین اور
جس طاقت کو وہ ظہور مین لاتے ہین وہ غیر محدود ہے انکی نسبت خیال کیا جاتا ہے
کہ وہ زمانہ مستقبل کے نظام شمسی کی ابتدائی شاخین ہین یا یون کہنا چاہئے کہ وہ اس
عالم کے مادہ پرو ٹو پلازم کے اڑتے ہوے حصہ ہین جنمین سے نئی سورج اور نئی دنیا

مین سطح پیدا ہو رہی ہین جیسے ایک گھومتے ہوے چکر سے آگ کے شرارے اوڑتے ہین یا کمہار کے چاک سے مٹی کے برتن۔

بعض محققین کا قول ہے کہ وہ ثابت تارہ جسکا نام دلفا ہے وہ ہمسے اسقدر دوری جسکا اندازہ (۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۲۰) میل یعنی ملیون ملیون میل ہے جسکا نور ہم تک تین سال مین پہونچتا ہے باوجودیکہ رفتار نور کی فی دقیقہ ایک لاکھ نوے ہزار میل ہے تو اب بتاؤ اُس ثابت کو جسکی روشنی اس حساب سے ہم تک سو برس مین یا ہزار برس مین پہونچتی ہے وہ ہمسے اور ہمارے آفتاب سے کسقدر دور ہوگا تو اُس دوری پر کیونکر خیال ہو سکتا ہے کہ یہ ثوابت ہمارے سورج سے کسب نور کرتے ہین یا ہمارے سورج کی کشش سے قایم ہین بجز اسکے کہ ہم قایل ہون کہ یہ ستارے بالذات نور رکھتے ہین اور خود مستقل مرکز حرکات ہین [مثلاً] ہمارے سورج کے اور وہ خود سورج ہین کہ جنمین سب سے چھوٹا ہمارے سورج سے ہزارون درجہ بڑا ہے دلیل اس بات کی کہ اُنمین سے چھوٹا بھی ہمارے سورج سے ہزارون درجہ بڑا ہے یہ ہے کہ ہمارا سورج ہیچون کے اوپر ایک چھوٹا تارہ سہا کے مانند دکھائی دیتا ہے اور اُس سے بلندی پر وجود بھی سورج کا نہین ہے باوجودیکہ یہ دوری دو ارب اسّی کروڑ میل سے زاید نہین ہے تو اب اندازہ کر سکتے ہو دلفا ستارے کا کہ وہ اس سے دس گنا دور ہے باوجود اسکے ہمکو یہان سے بڑا معلوم ہوتا ہے اس سے اُسکی بزرگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

علاوہ اسکے زلفا کو دیکھو جسکا نور تین سال مین پہونچتا ہے اور شعرے ستارے کا نور بیس سال سے زاید مین ہم تک پہونچتا ہے وہ زلفا سے بھی لاکھون کرورون میل کی دوری پر ہے پھر اُس ستارے سے سورج کو کیا نسبت ہوگی جیسے ایک پہاڑ کو رائی کے دانہ سے نسبت ہوتی ہے اور قطب شمالی کی روشنی زمین تک پہونچنے مین دس ہزار سال لگتے ہین اگر حساب لگاوین تو وہ ستارہ جسکو قطب شمالی کہتے ہین تقریباً زمین سے (۰۰۰۰۰۰۶۵۹۵×۰۰۰۰۹۲۷) میل ہوگا اور

اُسکے بعد معلوم نہین کہ قطب شمالی سے اُسطرف کتنی دور تک فضا ہے - پس یہ
معلوم ہوا کہ تمام ثوابت شموس ہین مثل ہمارے آفتاب کے اور وہ اپنے نور ذاتی
کیوجہ سے دیکھائی دیتے ہین اُنکے سیارے چھوٹے ہونے کیوجہ سے نہین دکھائی
دیتے اور ہر ایک ثابت تارہ مثل اس نظام شمسی کے اپنا علیحدہ نظام رکھتا ہے
اور ہر ایک مین مثل نظام شمسی کے عوالم ہین اور مخلوقات ہین -

وہ ثوابت جو آنکھ سے معلوم ہوتے ہین ۳۰۰۰ ہین اور قوی دوربینون سے
۲۰۰۰۰۰۰ تک دیکھائی پڑتے ہین دیکھو جب مطلع صاف ہو تو کہکشان مین اربون
تارے گنجھے معلوم ہوتے ہین اور حساب کیا گیا ہے کہ وہ منجملہ (۱۱۰۰۰۰۰۰۲) تارون
کے جو مرصود ہین کہکشان مین (۱۸۰۰۰۰۰) ہین اب اس سے اس فضاء غیر متناہی
کو بھی سمجھ سکتے ہو جسکو تصور کرنے مین عقل گھبراتی ہے پھر اسلامی اخبار مین جن
مسافتون کا ذکر ہے مثل اسکے کہ ایک ایک قندیل عرش کی ایسی وسیع ہے جسمین
تمام آسمان و زمین آجاوین اور ایک ایک درجہ اور طبقہ بہشت کا ایسا ہی جیسے
آسمان و زمین اس سے عقل کیون گھبراتی ہے - تمام ثوابت مع اپنے سیارات
اور اُنکے اقمار کے مثل ہمارے نظام شمسی کے متحرک ہین -

ان ثوابت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض تارے گرد بعض کے متحرک
ہین ان ستارون کو نجوم مزدوجہ یا مثلثہ کہتے ہین جسطرح سے ہماری زمین گرد آفتاب
کے متحرک ہے اسیطرح سے بعض تارے بعض کے گرد متحرک نظر آتے ہین -

ان تارون کی حرکت دوری بہت طولانی ہوتی ہے یعنی اُنکا سال ہمارے سال
سے بیحد بڑا ہوتا ہے چنانچہ نجوم مزدوجہ کی کم سے کم جو دوری دریافت ہوئی ہے
۳۶ سال ہین اور ایسے ستارے جو ابھی تک معلوم ہوے ہین ۸۰۰ ہین بسبب بعد
کے اچھی طرح سے ان ستارون کی رفتار کا پتہ نہین لگتا - یہ تحقیق حال کے فلاسفہ
کی محض قیاسی ہے کوئی بڑی دلیل اُنکے پاس نہین ہے مگر نظام محمدی و ہیئۃ علوی
اُنکے قیاس و تخمین کی تائید فرما کر متقدمین کی تردید فرمائی ہے -

٦٢ - خدا فرماتا ہے "ربنا ما خلقت هذا باطلا" (سورہ آل عمران) خدا وندا تو نے ان سبکو فضول وعبث خلق نہین فرمایا - خدا حکیم وعلیم ہے جو کسی چیز کو عبث نہین پیدا فرمایا ہمارا نظام شمسی کسقدر پرحکمت ومصلحت ہے اُسکے قوی، طبائع، مصالح، انوار، حرکات سب پرحکمت ہین جنمین بہت سی زمینین سیارون کی ہین ہر ایک زمین ہماری چھوٹی سی زمین کو نظر کرتے ہوے فضول وبیکار نہین بلکہ جسقدر اور زمین وسعت ہے اُسیقدر اُنمین آبادی اور اسباب تعیشات بھی زاید ہونگے پس اس حقیر اور چھوٹے سے سورج کے آثار وجود اِس حد پر ہین جسکو ان بڑے بڑے شموس سے کوئی نسبت نہین تو کیونکر انکا وجود عبث وبیکار ہوگا اُن کے آثار وجود یہ بیشک ہمارے اس چھوٹے سے سورج کے مقابل مین بدرجہا زاید ہونگے اُنکے سیارات کا زمین وآسمان نرالا ہوگا وہان کی مخلوق اعلی مخلوق ہوگی وہان کی ہر شئے ترقی کا اعلی نمونہ ہونگی جنکو ہمارے اخبار واحادیث نے اجمالاً بیان بھی کیا ہے بہشت ودوزخ کے عجائبات کو دیکھو جس سے عقول بشری حیران ہوتے ہین اور گھبرا کر انکار کر بیٹھتے ہین حالانکہ ایک پکا مسلمان جب صدق دل سے انکو دیکھتا ہے تو قدرت خدا پر عش عش کرتا ہے اور دیدہ ایمان روشن ومنور ہوجاتے ہین - عام اس سے کہ کوئی فلسفہ یا عقل حکمی اُنسے مطابق ہو یا مخالف کبھی وہ لوگ اُس مخالفت کی پروا نہین کرتے اُس طریقہ سے اُسکا اعتقاد رکھتے ہین جیسے چشم دوربین سے دیکھ لیا ہو اور پھر اگر فلسفہ بھی مطابق ہوگیا تو نور علی نور ہے جیسا کہ تعدد عوالم کے مسئلہ مین فلسفہ بالکل مطابق ہے چنانچہ ثوابت کو آفتاب کہا ہے اور اس تحقیق کی تائید اُسوقت اور زیادہ ہوگئی جب شعری ستارے کے گرد ایک سیارہ بھی نظر آیا جیسا کہ حکیم فیلکس ورنہ فرانسی نے تحقیق کیا یا ایک سیارہ برج سنبلہ مین دیکھائی دیا جسکا نام "اونوریا" ہے جسکو حکیم بالنیر نے دریافت کیا۔ ابتو یقین ہوگیا کہ ہر ثابت اسیطرح سے سیارات رکھتا ہے جیسے ہمارا سورج اور ہر ایک کا نظام علیحدہ ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

۶۳ - امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمھارے اس آفتاب کے علاوہ چالیس آفتاب اور ہین جنمین بہت سی مخلوق الٰہی ہے (بحار، وافی منتخب البصائر بصائر الدرجات) اس حدیث مین صراحت سے فرمایا ہے کہ ہمارے عالم سے خارج اور اس نظام شمسی کے علاوہ چالیس آفتاب اور ہین - اب اس حدیث مین تاویل کرنا بلا وجہ محض بغرض مطابقت فلسفہ قدیم اور اس تاویل سے واقعیت کا پوشیدہ کرنا ہماری سمجھ سے باہر ہے اور نہایت تعجب خیز ہے - لیکن اس حدیث مین دو امر ظاہر نظر مین قابل شبہ ہین -

(**شبہ ۱**) تعداد آفتابون کی چالیس فرمائی ہے بعض دیگر اخبار مین کم اور زیادہ تعداد کا ذکر ہے -

(**شبہ ۲**) آفتاب کی حرارت مقتضی خلقت کی نہین ہے متاخرین مین بھی کوئی قایل نہین ہے -

(**جواب ۱**) متاخرین نے کہا ہے آفتاب ایک کرہ نار اور شعلہ جوالہ ہے لاکھون اور کرورون سال اُسمین حرکت ہوتے ہوتے ایک انقباض پیدا ہوتا ہے اُسکے بعد ایک پپڑی بن جاتی ہے برودت آجانے سے اور کرورون سال گذرنے پر بسبب اپنی حرکت وضعی کے وہ شعلہ کرہ کی صورت مین ہوجاتا ہے پھر عرصہ گذرنے سے [illegible] بڑھنے سے اُسپر چھلکا آتا ہے اور لاکھون سال گذرنے سے اُس چھلکے کی مٹائی بڑھتی جاتی ہے حرارت کم ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ اُسمین صلاحیت روئیدگی کی آتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ سکونت کے قابل ہوجاتا ہے حدیث مین بھی ہے کہ سورج مین نور عرش سے آیا ہے اور نار [illegible] سے [illegible] قیامت کے روز نور سورج کا عرش مین چلا جاویگا اور سورج جہنم مین ڈالدیا جائیگا -

نہایت پرحکمت ارشاد ہے عرش سے نور کا آنا اس بات کو بتا رہا ہے کہ ہمارا سورج کسی اور بڑے جرم کا جدہ شدہ شعلہ ہے قیامت کے دن اس سورج کی یہ حالت ہوگی کہ ناریت اسکی اُس معدن نار مین چلی جاویگی [illegible] تمام سیارونکی [illegible]

تمام ثوابت کی آگ جمع کیجاوے گی اور نور اُسکا اُس معدن نور مین جاوے گا جسکو حدیث مین عرش کہا ہے اُسوقت تمام ثوابت بے نور اور ٹھنڈے ہوجاوینگے جب ثوابت ٹھنڈے ہوگئے اُنکے جگر کی حرارت غریزی نکل گئی پھر اُنمین کوئی ذی روح نہین رہ سکتی سب فنا ہوگا جیسے اب کرہ قمر کے ٹھنڈے ہوجانے سے اُسکی مخلوق تباہ ہوگئی جب ان ثوابت مین حرارت نہ رہی تو تمام نظام برہم ہوجائیگا قوت کشش و اتصال و قوت دافع المرکز کچھ بھی نہ رہے گی سب کرے ٹکرا جاوینگے یہی قیامت ہے سورج کا جہنم مین ڈالاجانا بھی صحیح ہے اُسکی آگ اور نور نکل گیا تو آفتاب کہان رہا صفۃ شمسیہ جہنم مین ڈالی گئی جس سے سورج کا جہنم مین ڈالاجانا صحیح ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ نور و نار نکلنے کے بعد وہ معدن نار جسکو جہنم کہا ہے سورج کو اپنی طرف جذب کرے اور یہ سورج دوسرے نظام مین داخل ہوکر اُسکا سیارہ بن جاوے یا کوئی اور حالت ہو۔

یہ حدیث بتارہی ہے کہ سورج سے حرارت نکلنے والی ہے اور وہ بیشک رفتہ رفتہ نکلے گی اوسط حالت آفتاب کی ایک سیارہ کے مانند ہوگی جو خلقت کی صلاحیت رکھے گا۔ جیسے دیگر کواکب کی نسبت کہا گیا ہے۔ اور حدیث مین بھی بتایا ہے کہ حرارت آفتاب رفتہ رفتہ نکل رہی ہے۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سورج کا نور ہر روز لے لیا جاتا ہے اور دوسرا نور اُسکو دیا جاتا ہے (احتجاج طبرسی) صاف ارشاد ہے کہ سورج کا نور ہر روز کم ہورہا ہے اور اُسکے عوض دوسرا نور ملتا ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ سورج بھی "العالم متغیر" کے کلیہ سے خارج نہین ہے جیسا دس بجے دنکو سورج ہوتا ہے ویسا اُسی دن بارہ بجے نہین رہتا قوت اُسکی کم ہوتی جاتی ہے جرم شمسی ٹھنڈا ہوتا جاتا ہے اور دوسرا نور ملنا اشارہ ہے دوسرے قسم کے نور کی طرف یعنی نور اُسکا بے ناریت کا ہوتا جاتا ہے یہ گویا دوسری قسم کا نور ملنا ہے۔

حکماے حال نے کہا ہے حرارت اور نور دو چیزین زندگی کے واسطے لازمی
ہین اسلیے صاف ظاہر ہے کہ سورج زندگی کا منبع اور سرچشمہ ہے پس جب سورج
کی روشنی اور گرمی ختم ہو جاویگی تو اسکے متعلقین بھی ختم ہو جاوینگے سورج کی حرارت دن
بدن کم ہوتی جارہی ہے وہ کرورون سال کے بعد زمین کی موجودہ صورت اختیار
کریگا اسوقت جتنی حرارت وروشنی سورج سے ہماری زمین پر آتی ہے اس سے
بائیس ارب ساٹھ کرور گنا زیادہ حرارت خارج ہوتی ہے اگر سورج کی مٹائی اسکے
نصف قطر کا [illegible] ہو تو ساڑھے چوہتر ارب سال کے بعد اس سے زیادہ
حرارت خارج نہ ہوگی جتنی اب سالانہ ہوتی ہے یعنے شرح اتنی مدت کثیر کے بعد بھی
وہی رہے گی مگر اس عرصہ مین اسکا ایک حصہ سرد ہو جاوے گا اسواسطے ساٹھ ارب
سال زمانہ قرار دینا چاہیے لیکن پانی کو جمانے والی خنکی ڈیڑھ لاکھ ملین سال کے بعد
پیدا ہوگی اور یہ میعاد بے قیاس ہے اسے اعداد مین ظاہر کرنا دشوار ہے جسکو خدا
فرماتا ہے "ویسئلونک عن الساعة ایان مرسٰها قل انما علمها عند
ربی لا یجلیها لوقتها الا ہو" (سورہ ۱۶ ۱ ف) اور پوچھتے ہین تمسے (اے محمد) زمانہ
قیامت کو کہدو علم اسکا خدا کے پاس ہے کوئی اسوقت کو ظاہر نہین کرسکتا مگر وہی خدا۔
علم قیامت بجز خدا کسیکو نہین ہے۔ جب سطح آفتاب سرد ہو کر اسپر ایک
قسم کا چھلکا چڑھ آویگا تو وہ گیزون کے نکلنے سے پھٹ جاویگا اندر سے کھولتا
ہوا لاوا نکلے گا وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد جم جاوے گا اور شگاف مٹ جاوین گے
اندرونی گیز گاہے گاہے آتش فشان پہاڑون کے راستہ سے نکلا کرینگے خنکی کی
ترقی کے ساتھ ساتھ بخارات اور کاربونک ایسڈ گیز نکلے گی پھر پانی منجمد ہو جاویگا
اور سطح آفتاب پر سمندر بن جاوینگے جیسے ہمارے یہان ہین پھر سمندر بھی جم جاوینگے
سورج کو شہاب ثاقب گرنے سے اور خلا کیطرف سے کچھ گرمی ملیگی مگر ٹمپریچر دن بدن
گرتا جاویگا کاربونک ایسڈ گیز جمنے لگے گی اور کرہ ہوائے شمسی برف کیطرح نمودار ہوگی
[illegible] پھر ... گیز ... منجمد ہونگی۔ نائٹروجن کا نیا سمندر پیدا ہو جاویگا

صرف لیتھیم اور ہیڈروجن باقی رہجاوینگے - آخر مین سورج چاند کیطرح ایک عظیم
کالا کرہ نظر آویگا - آخری حالت اُسکی یہ ہوگی جو زمین کے واسطے ہونے والی ہے
یعنی کرور سال کے بعد جب اسکا محور سکڑ جاوے گا تو زمین سورج مین گرکر بھسم
ہوجاویگی اسیطرح سے آخری نتیجہ سورج کا بھی یہی ہے کہ اُسکا محور سکڑ جاوے گا اور
وہ بھی کسی بڑے سورج مین گرکر بھسم ہوجاویگا جسکو اسلامی تعلیم نے جہنم بتایا ہے اور
خبر دی ہے آج سے تیرہ سو سال بیشتر کہ قیامت مین جہنم مین سورج ڈالا جاوے گا
بیشک ایسا ہی ہوتا ہے - اس کل بیان کے بعد ہم کہہ سکتے ہین کہ امام علیہ السلام
نے چالیس وہ سورج فرمائے ہین جو پہلے مثل ہمارے سورج کے گرم اور شعلہ در تھے
اب اُن چالیس سورجون کی یہ حالت ہے کہ اُنمین خلقت ہونے لگی اور وہ اب ثوابت
سے سیارون مین داخل ہوکر دوسرے بڑے ثوابت کے مطیع ہوگئے ہین اور
دوسرے نظام کے ماتحت ہین -
حکیم ہرشل کا خیال ہے کہ یہ سب اجرام صلاحیت مسکونیت کی رکھتے ہین حتی کہ
چاند سورج سب مین صلاحیت ہے منتہاے امر یہ ہے کہ ہر جرم مین ویسی مخلوق ہو
جو مقتضی اور مناسب اُس کرے کے ہے جیسے وہ ذیروح جو آگ مین خلق ہوئی
ہے مثل سمندل چڑیا کے جیساکہ متقدمین نے نقل کیا ہے -
فرانس کے مشہور حکیم پروفیسر فیوگی نے لکھا ہے کہ جب انسان اس دنیا سے رخصت
ہوجاتا ہے تو پھر کسی اور سیارے پر جاکر پیدا ہوتا ہے پھر وہان سے آگے جاکر کسی اور
دنیا مین جنم لیتا ہے اسطرح سے چند مرتبہ مختلف سیارون مین پیدا ہونے سے
اسکی روح کثیف اجزا سے پاک ہوکر اس قابل ہوجاتی ہے کہ وہ سورج کے خطۂ نور
مین داخل ہو وہ نری پاکیزگی اور خالص عقل رہ جاتی ہے پھر سورج کے خاص حصہ مین
مستقل سکونت اختیار کرلیتی ہے -
(**جواب ۲**) ممکن ہے مراد اس مخلوق شمسی سے مخلوق ذیروح نہ ہو بلکہ عام خلقت
مراد ہو مثل گیز اور عناصر سائلہ کے اور یہ اس بنا پر ارشاد ہوا ہے کہ یونانی جرم

[آ]فتاب کو بسیط اور غیر عنصری خیال کرتے تھے اُنکی تردید کیواسطے فرمایا گیا ہے
[او]ران سورجون مین بھی مخلوق الٰہی ہے جو مناسب حال شمسی ہے۔
جواب ۳) ممکن ہے مراد مخلوق شمسی سے ما فی نظام الشمس ہو جسطرح سے ہمارے
نظام شمسی مین ہر قسم کی مخلوق ہے اسیطرح چالیس اور ایسے سورج ہین جنکے نظام علیحدہ
علیحدہ مثل ہمارے نظام کے ہین اور ہر نظام مین ہمارے نظام کے مانند ہر قسم کی
[مخلوق] موجود ہے جیساکہ اس بیان کی تائید مین یہ دوسری حدیث موجود ہے۔
جابر جعفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے فرمایا۔ تمھارے آفتاب
کی پشت پر چالیس آفتاب ہین ہر دو آفتاب کے مابین چالیس عالم ہین جنمین خلق
کثیر ہے جنکو اسکی کبھی خبر نہین کہ ہمارے آدم خلق ہوے یا نہین (انوار نعمانیہ، بحار)
[ا]س حدیث مین صراحت خلقت کی کر دی گئی ہے کرہ شمسی مین خلقت کا ذکر نہین ہے
بلکہ نظام شمسی مراد ہے۔
۶۴ – حدیث مین ہے بروز جمعہ تین ساعت تک استیلا فرمایا عرش پر منجملہ تین
ساعت کے ایک ساعت مین خلقت آفتابونکی فرمائی (بحار، در منثور)
[ا]س حدیث سے بھی کثرت اور تعدد آفتابون کا ثابت ہے لیکن ایک ساعت مین
خلقت فرمانا آفتابون کی اس ساعت سے ساعت الٰہی مراد ہے نہ ساعت دنیوی
جسکو ہم مفصل اپنے مقام پر بیان کرینگے۔
۶۵ – امام جعفر صادق علیہ السلام نے یمن کے نجومی سے اپنی نسبت فرمایا ہے
[ک]ہ جب مین اس سورج کو حکم کرونگا تو یہ بارہ سورج بارہ چاند بارہ مشرق بارہ مغرب
بارہ دریا بارہ عالمون کو طے کر جاوے گا (بحار، احتجاج، بصائر الدرجات، اختصاص)
[ا]س حدیث سے بھی بہت سے شمس و قمر اور مشرق و مغرب اور عالمونکا ثبوت
[ہو]تا ہے لیکن اس حدیث مین بارہ آفتابون کا ذکر ہے اور اسمین منافات اُن حدیثوں سے
[نہ]ین ہے جنمین چالیس کا ذکر ہے اسلیے کہ وہ چالیس آفتاب خاص آفتاب ہین
[ج]نکی خصوصیت کو ہم بیان کر چکے پچھلے آرٹکلو نمین اور یہان بارہ کا عدد بیان ہوا ہے

اُنمین انحصار عدد شمسی کا نہین ہے بلکہ یہان اُن بارہ آفتابون کا ذکر ہے جنکو ہمارا سورج
بامر مدبر و مدبر حقیقی طے کر سکتا ہے اُنسے زائد آفتابون تک ہمارا یہ سورج نہین پہونچ سکتا
لیکن ایک نئی بات البتہ یہ فرمائی ہے کہ سورج ہمارا بارہ آفتابون تک بامر الٰہی
پہونچ سکتا ہے اسمین اُس مضمون کیطرف اشارہ ہے جسکو ہمنے اسی باب مین ذکر کیا ہو
یعنی قیامت مین سورج کی گرمی اور نور نکل جانے کے بعد پھر سورج سورج نہ رہے گا
بلکہ زمین بنکر یہ کسی اور نظام مین داخل ہوگا اور کسی بڑے آفتاب کا تابع و مطیع ہو جائیگا
معصوم نے اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ سورج ہمارا بارہ نظامون تک جذبہ
کشش سے کھینچ جاویگا یا یہ کہ قوت دافعۃ المرکز کے بطلان سے بارہوان آفتاب
اسقدر بزرگ ہے کہ وہ اسکو کھینچکر اپنے نظام مین داخل کر لیگا اور اپنی زمین بنالیگا
تیرہوین نظام تک اس سورج کی پہونچ نہ ہوگی۔
معصوم کا یہ فرمانا کہ "جب مین حکم کرونگا" یہ صاف دلیل ہے کہ آج ایسا نہو گا
جب حکم دیا جاویگا یعنے قیامت کے دن۔

باب آٹھوان چاند کا بیان

۶۶۔ متقدمین و متاخرین مین صفات قمر و حالات مین اُسکے بیحد اختلاف ہو
بعض کہتے ہین قمر مسطح ہے، بعض کروی کہتے ہین، بعض چھوٹا کہتے ہین، بعض بڑا
کہتے ہین، بعض بسیط و لطیف کہتے ہین، بعض مرکب کثیف کہتے ہین بعض نورانی کہتے
ہین، بعض ظلمانی کہتے ہین، بعض کا خیال ہے کہ قمر ایک ہے، بعض تعدد اقمار کے
قایل ہین۔ باوجودیکہ قمر تمام اجرام کی بہ نسبت کرہ زمین سے بہت قریب ہے لیکن
پھر بھی اُسکی پوری حالت دریافت نہین ہوئی اور بیحد اختلاف ہے۔ چہ جائیکہ وہ
اجرام فلکی جو کرورون سال کی راہ پر ہین اُنپر کوئی قطعی راے قایم کرنا کیونکر ممکن ہے
پس تحقیق فلسفی کی مخالفت حدیث و قرآن سے کیا ضرر پہونچا سکتی ہے اُسکی الہامیت
کی راہ سے اور فلسفہ کی تخمینی اور قیاسی حالت سے۔

۶۷ - چاند کے مقام مین اختلاف ہے اور اُسکے فلک مین بھی متقدمین کا خیال ہے
ماہتاب آسمان مین ٹھکا ہوا ہے اور اُسکا آسمان تمام عناصر کے آسمانون کو محیط ہے
اُسپر دوسرا آسمان ہے جسمین عطارد ٹھکا ہوا ہے -

موجودہ فلاسفر متفق ہین کہ ماہتاب ہمارے کرہ ہوا مین ہے جو گرد زمین کے اپنے
مدار پر حرکت کر رہا ہے کسی جسم مین ٹھکا ہوا نہین ہے جیسے ہماری زمین کسی چیز مین نہین
ٹھکی ہے چاند اور زمین ایک مدار پر حرکت کر رہے ہین چونکہ زمین کا مدار اور اُسکا فلک
وسط مین ہے افلاک مین سیارونکے لہذا ماہتاب بھی ستارون کے وسط مین ہے -

اسلامی ہیئتہ فلسفہ جدید کی تائید کرتی ہے -

(الف) قرآن مجید مین ہے "الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا
وجعل القمر فیہن نورا وجعل الشمس سراجا (سورہ نوح) کیا تم نہین دیکھتے
کیونکر خدا نے سات آسمان طبق طبق بنائی اور قرار دیا اُنکے درمیان مین ماہتاب کو
نور بنایا سورج کا چراغ -

اس آیہ مین صاف بتایا ہے کہ ماہتاب وسط مین ہے اور کل آسمان ماہتاب کا
ظرف ہین یہ نہین فرمایا کہ ماہتاب کو آسمان مین جگہ دی پس عام اس سے کہ سموات
سے افلاک مراد ہون یا وہ کرہ جو فوق مین ہے ہر دو بنا پر چاند وسط مین ہے -

اس بیان کی تائید سیاق آیت سے اسطرح سے بھی ہوتی ہے کہ خدا نے "
جعل الشمس فیہن سراجا" نہین فرمایا سورج و چاند کی حالت مین فرق رکھا ہو -

(ب) حدیث مین ہے - ماہتاب، ستارے، رجوم سماء دنیا پر ہین (بحار ۱۴) در
چونکہ سماء دنیا کرہ بخار یہ ارضیہ ہے لہذا معلوم ہوا کہ چاند سماء دنیا پر ہے اسطرح سے
نجوم و رجوم -

۶۸ - تعدد اقمار مین بھی متقدمین نے خیال کیا ہے کہ سوا ہمارے ماہتاب کے
اور نہین ہے لیکن تحقیق جدید مین ثابت ہوا ہے کہ جسطرح [illegible] آفتاب کے گرد سیارے
گردش کرتے ہین اسیطرح سے سیارون کے گرد ایک دوسری قسم کے سیارے ہین جنکو

چاند کتنے ہین گردش کرتے ہین انکا یہ کام ہے کہ آفتاب سے روشنی لیکر سیارون کو
جو مثل زمین کثیف ہین اُنکو نور بخشین ہر ایک سیارہ کے ساتھ تعداد قمر جدا ہے زمین
کے گرد صرف ایک قمر ہے مریخ کے ساتھ دو، مشتری کے ساتھ پانچ، زحل کیساتھ
آٹھ، یورنیس کیساتھ چار نپچون کے ساتھ ایک قمر گردش کرتے ہین ممکن ہے ان
سیارون کے گرد اور بھی قمر گردش کرتے ہون جنکا نظارہ ابتک نہین ہوا ہے۔
دکاسن، اور مونتاین، نے زہرہ کا بھی ایک قمر کہا ہے
ڈاکٹر میخائیل مدعی ہین کہ بہت سے فلاسفر مدعی ہین کہ زہرہ کا بھی ایک قمر مثل ہمارے
قمر کے ہے جسکو بعض نے چار مرتبہ دیکھا ہے جسکا قطر دو ہزار میل کا ہے اور دوری
اُسکی کرہ زہرہ سے قریبا اتنی ہی ہے جیسے ہمارے چاند کو کرہ زمین سے۔
ڈاکٹر فانڈیک کا خیال ہے کہ ایک کومٹ ہماری زمین کا جدید قمر بنا ہے جو زمین
کے گرد تین گھنٹہ بیس دقیقہ مین پانچہزار میل کے فصل سے دایرہ معدل النہار کے
گردش کرتا ہے جسکی نسبت اخبارون مین شہرت دیگئی تھی کہ بجاے ایک قمر کے
دو قمر زمین پر طالع ہوا کرینگے۔
واشنگٹن کے مشہور ڈاکٹر ہال صاحب نے ۱۸۷۷ء مین مریخ کے دو چاند تحقیق
کئے ہین جو مریخ سے قریب ہے اُسکا نام "فوبوس" ہے اور جو دور ہے اُسکا نام
"ڈیموس" ہے دونون قمرونکا قطر دس میل ہے "فوبوس" کا زمانہ دور سات گھنٹہ
۳۹ دقیقہ ہے اور "ڈیموس" کا دورہ اپنے محور پر ۳۰ گھنٹہ ۱۸ دقیقہ مین تمام ہوتا ہے
"فوبوس" کو بعد مرکز سے سیارے کے ۶۰۰۰ میل ہے اور سطح سیارہ سے صرف
۴۰۰۰ میل کا بعد ہے۔
اور ڈیموس کو بعد سیارے سے ۱۵۰۰۰ میل ہے۔
مشتری کے چار چاند حسب ذیل ہین۔

بعد سیارہ سے	مدة دوران				قطر میل
(۱) ۲۶۷۰۰۰	۵	۱	۱۸	۲۹	۲۴۰۰

(۲ ۴۲۵۰۰۰	۳	۱۳	۱۸	۲۱۰۰
(۳ ۶۷۸۰۰۰	۷	۴	۰	۳۴۰۰
(۴ ۱۱۹۳۰۰۰	۷۶	۱۸	۵	۲۹۰۰

یہ چاندکرہ مشتری سے اسطرح سے معلوم ہوتے ہین جیسے ہماری زمین پرسے ہمارا
چاند معلوم ہوتا ہے کبھی ہلال کی شکل مین کبھی بدر کی شکل ہین - مداران چاندون کے
سطح فلک مشتری کیجانب تھوڑا جھکے ہوے ہین اسوجہ سے ہردوری مین انکو گرہن
ہوتا ہے اورسورج کوبھی ہر دوری مین گرہن مین ڈالتے ہین سواے چوتھے چاند کے
اسکامدار بیجد جھکا ہوا ہے فلک سیارہ کی طرف اسوجہ سے کبھی اوپراوپر یہ چاند
نکل جاتا ہے اورکبھی نیچے نیچے اسوجہ سے ہردورہ مین آفتاب کو گرہن نہین کرتا -
زحل کے آٹھ چاند ہین لیکن شدت بعد کی وجہ سے کسوف و احتجاب وعبور اُنکا
سطح سیارہ سے ٹھیک نہین معلوم ہوسکتا لیکن مدار چاندون کے بیجد مدار سیارہ
کی طرف جھکے ہوے ہین اسوجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ چاندون کو انکے بہت کم
گرہن ہوتا ہے جوچاند سیارہ کے حلقہ خارجیہ کے قریب ہے اُسکی دوری
(۴۰۰۰۰) میل ہے -

اسم قمر	بعد سیارہ سے بحسب میل	مدة دوران ہر ایک کی م	س	د
میماس —	—۱۲۱۰۰۰—	۱	۲۲	۳۷
انکیلادس —	—۱۵۵۰۰۰—	۱	۸	۵۳
تینس —	—۱۹۲۰۰۰—	۱	۲۱	۱۸
دیونی —	—۲۴۶۰۰۰—	۲	۱۷	۴۱
ریہیا —	—۳۴۳۰۰۰—	۴	۱۲	۲۵
طیتان —	—۷۹۶۰۰۰—	۱۵	۲۲	۴۱
ہیپرون —	—۱۰۰۷۰۰۰—	۱۱	۷	۷
یاپیتوس —	—۲۳۱۴۰۰۰—	۷۹	۷	۵۷

یورنیس کے چار چاند ہین جو بعید دوری کیوجہ سے بالکل نامعلوم ہین نہ انکا قطر معلوم ہوسکتا ہی
نہ حجم وغیرہ البتہ بعد سیارہ سے اور مدت دوران گرد سیارہ کے معلوم ہوتی ہو جو حسب ذیل ہے۔

اسم	مدت دوران م	س		بعد سیارہ بحساب میل
اریئیل۔	٢	١٢	٢٩	١٢٠٠٠٠
اُمبریئیل۔	٤	٣	٢٧	١٧٠٠٠٠
ٹیٹانیا۔	٨	١٦	٥٧	٢٨٠٠٠٠
اوبرون۔	١٣	١١	٧٠	٣٧٠٠٠٠

نیپچون کا ایک چاند ہے جسکو اپنے سیارہ سے دوری ٢٢٠٠٠٠ میل ہے اور
مدت دورہ کی پانچ یوم ٢١ گھنٹہ ٣ دقیقہ ہے اور ممکن ہے دیگر اقمار بھی اس سیارہ کے
ہون جو بعید دوری کیوجہ سے محسوس نہین ہوتے۔
یہ تحقیقات تعدد اقمار کے جسقدر بھی ہین سنہ ایک ہزار ہجری کے ہین قبل اسکے
تعدد قمر کی فلاسفر یونانی کے مقابل مین جسنے خبر دی تھی وہ اسلامی فلسفہ تھا۔
(الف) جناب امیر علیہ السلام کا قول۔ ہمارا قمر یا اُنکے قمر (روضہ وافی)
یہ فقرہ صاف بتارہا ہی کہ اور قومونکے لیے ہمارے چاند کے علاوہ اور بھی چاند ہین۔
(ب) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے چاند کے علاوہ چالیس
اور چاند ہین ہر دو چاند کے مابین چالیس عالم ہین جنمین خلق کثیر ہے اُنکو اسکی بھی خبر نہین
کہ ہمارے آدم خلق ہوے یا نہین (انوار نعمانیہ) اس حدیث سے چالیس چاندونکا
وجود پایا جاتا ہے ممکن ہے آیندہ جدید تحقیق ہوا ور فلسفہ بھی چاند کے عدد مین
اتفاق پیدا کرے۔ لیکن بحث اس امر مین ہے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہی
کہ ہر دو چاند کے مابین چالیس عالم ہین۔ تعدد عوالم کے بیان مین ہم دکھاوینگے کہ
اقسام عالم کے کتنے ہین مختصر یہ سمجھو کہ عالم جسمانی، عالم روحانی، عالم مثالی، وغیرہ
وغیرہ بہت سے عالم ہین ممکن ہے ہر دو چاند کے مابین چالیس قسم کے عالمون کا
وجود ہو جسکو ہم نہین جانتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کل چالیس عالم ہون اس لیے

اِ حدیث کے عربی فقرہ یہ ہین "مابین القرص الی القرص لا خر اربعین عالما"
مابین قرص کے قرص آخر تک چالیس عالم ہین "القرص" مین الف لام عہد ذہنی کا
ہو جس سے مراد ہمارا قرص قمر ہو اور قرص آخر سے مراد آخری اور انتہائی قرص ہو
یعنی ان چالیس قرصون کے درمیان مین چالیس عالم ہین ۔ بعض نسخون مین کتاب کے
بجائے "عالما" کے "عاما" کی لفظ ہے اگر ایسا ہے تو ابعد بتایا گیا ہے جسکے
معنے سال کے ہین۔

۹۶۔ نظام محمدی مین یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اُن قمرون مین مخلوق کثیر ہے۔
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ تمہارے اس چاند کے علاوہ چالیس
چاند ہین جنمین خلق کثیر ہے وہ نہین جانتے کہ آدم علیہ السلام تمھارے پیدا ہوے
یا نہین (بحار)

یہ حدیث مسکونیت قمر کی بین دلیل ہے اور بتا رہی ہے کہ کرہ قمر ذیروح صاحب
ادراک ذی فہم مخلوق سے آباد ہے جسکو ہمارے آدم علیہ السلام کی خبر نہین ہی
جیسے ہمکو اور چاندونکی تفصیلی خلقت کی خبر نہین ہے۔

متاخرین مین ہوک، ہرشل، غوکب، کاسن، اراغو، گمستوک، ہپکرین، وغیرہ بھی قایل
ہین کہ ہمارے چاند پر ذیروح کا وجود ہے۔ لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ کرہ قمر ویران
ہے نہ اُسپر ہوا ہے نہ پانی نہ بخار نہ روئیدگی۔

سیاہ داغ جرم قمر مین جسکی نسبت متقدمین کا خیال تھا کہ کرہ قمر صیقلی ہے مثل
آئینہ کے اور یہ سیاہ داغ زمین و اشیاے زمین کا عکس ہے (شرح تذکرہ محقق برجندی
فاضل نیشاپوری)

بعض کا خیال ہے کہ کچھ اجسام جرم قمر مین ایسے ہین جو انارت کو قبول نہین کرتے
(تذکرہ) اس تحقیق کی بخوبی تردید ہو کر یہ ثابت ہوگیا ہے چونکہ چاند کا فاصلہ زمین سے
محض دو لاکھ چالیس ہزار میل ہے اور بہ نسبت کل اجرام فلکی کے قریب تر ہے
اسکے نیچرل سین کا تماشہ بہت ہی واضح و بین نظر آتا ہے۔ چاند مین سیاہ داغ جو

دیکھائی دیتے ہین اُسکو کہا ہے کہ وہ لق ودق میدان اور دامن کوہستان ہیں انکے
سیاہ نظر آنے کا سبب یہ ہے کہ وہان شعاع آفتاب بباعث ارتفاع جبال کے
پوری طرح نہین پہونچ سکتی اور جو حصہ کہ بہت ہی روشن وتابان نظر آتے ہین وہ
اونچی اونچی پہاڑون کی چوٹیان ہین انپر جب آفتاب کی کرن پڑکر منعکس ہوتی ہے
تو ہم انکو روشن ودرخشان دیکھتے ہین - زیادہ تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ صحراے
لق ودق جو چاند مین نظر آتے ہین سوکھے ہوے سمندرون کے قعر ہین جس سے
کہا جاتا ہے کہ چاند مین بھی مثل بحر اطلانٹک کے کسی زمانہ مین بہت بڑے بڑے
سمندر موجزن تھے اور جسطرح سے یہان زمین پر عمدہ اور خوشنما مرغزار وادیان تھین
اُسیطرح سے چاند مین بھی دلفریب سبزہ زار موجود تھے مگر اب وہ دریاہاے زخار
سوکھے نظر آتے ہین اور خوشنما مرغزار جو طرح طرح کے پھولون سے مزین تھے ویران پڑے
ہین سواے صحرا و بیابان و جبال عظیم الشان اور کچھ نظر نہین آتا ہے ان پہاڑونکے
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین کوہ آتش فشان تھے اسلیے کہ انمین بڑے
بڑے درے جو بالکل تاریک مثل اژدہون کے منھ کھولے نظر آتے ہین مگر اب وہ پہاڑ
جنسے گرم بخارات اور پگھلے ہوے فلزات نکلتے تھے بیکار اور خراب پڑے ہین اسلیے
کہ چاند کی حرارت بالکل زائل ہوچکی ہے اور اُسکا جگر تک ٹھنڈا ہوگیا ہے۔
یہ سب نظارات بتاتے ہین کہ ایک زمانہ مین یہ کرہ بھی آباد تھا اگرچہ اب غیر آباد ہے
اس سے معلوم ہوا کہ آبادی و بربادی ہر کرہ کیواسطے ہے جسوقت امام علیہ السلام نے
کرہ قمر کی آبادی کا ذکر فرمایا تھا ممکن ہے کہ اُسوقت تک یہ کرہ قمر بھی آباد ہوا اور اب
ذیروح کا نہونا کلام معصوم کی تردید نہین کرسکتا اور اس سے یہ بھی لازم نہین آتا
کہ دیگر اقمار بھی مثل ہمارے قمر کے ویران و غیر آباد ہون جیساکہ حدیث مذکورہ سے
بھی نہین پایا جاتا کہ ہمارا قمر مخلوق ذیروح سے آباد ہے بلکہ صاف فرمایا ہے کہ
" تمھارے چاند کے علاوہ چالیس چاند ہین جنمین خلق کثیر ہے " پس خلق کثیر کی خبر ان
چالیس چاندون سے متعلق ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چالیس کے علاوہ

اور بھی چاند ممکن ہیں جو غیر آباد ہوں اس حدیث میں محض آباد چاندوں کا ذکر ہے۔

۷۔ چاند کی نسبت متقدمین کا خیال تھا کہ سرد ہے لیکن متاخرین کے نزدیک ماہتاب بھی گرم ہے۔

حکیم فانڈیک کا قول ہے "ماہتاب کی حرارت زمین تک دو طرح سے پہونچتی ہو۔ ایک اسطرح سے کہ سورج کی کرنوں کا ماہتاب سے انعکاس ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کرہ قمر آفتاب سے گرم ہو کر اپنی گرمی دوسرے کرہ پر پہونچاتا ہے۔

حکیم فیلکس ورنہ کا قول ہے "ضوء قمر کے ساتھ خفیف حرارت بھی کرہ ارض تک پہونچتی ہے۔ نظام محمدی میں بھی چاند کو گرم کہا ہے اور فلاسفہ قدیم کی تردید کی ہے۔

(**الف**) امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سورج و چاند دو آلہی نشانیاں ہیں پھر فرمایا ہے کہ اُن دونوں کی روشنی نور عرش سے ہے اور حرارت اُن دونوں میں آتش جہنم کی ہے۔

(**ب**) امام محمد باقر علیہ السلام سے سائل نے دریافت کیا۔

سوال۔ چاند سے سورج کیوں زیادہ گرم ہے۔

جواب۔ خدا نے ماہتاب کو آگ کے نور کی ضوء سے خلق کیا ہے اور آب صاف سے ایک طبق اس کا ضوء سے خلق ہوا ہے دوسرا طبق آب صاف سے حتے کہ سات طبق اسطرح سے ہیں بعد اسکے خدا نے پہنا دیا اسکو لباس پانی کا اسوجہ سے چاند سورج کی بہ نسبت ٹھنڈا ہے۔ اس حدیث میں بھی صاف بتایا ہے کہ چاند گرم ہے اگرچہ اسکی گرمی کم ہے بہ نسبت سورج کے اور بتا دیا ہے کہ جرم قمری میں حرارت باطن میں موجود ہے۔

متاخرین بھی چاند میں طبقات ناریہ کے قایل ہیں جسطرح سے ہماری زمین کا جرم گرم ہے چنانچہ زمین اکثر اندرونی گیزوں کے دباؤ سے پھٹ جاتی ہے اور شعلے نکلتے معلوم ہوتے ہیں اور کوہ آتش فشان کے ذریعہ سے بڑے بڑے شعلے نمودار ہوتے ہیں یہی حالت کرہ قمر کی بھی تھی اسمیں بھی کوہ آتش فشان تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر ہول نے

اپنی تحقیقات مین چاند کے کوہ آتش فشان کا نظارہ بیان کیا ہے اور صبح اور
شفق کرہ قمر کی دیکھی ہے اور بڑے بڑے شعلہ کوہ آتش فشان کے شفق قمر سے
زاید روشن اُنکو نظر آئے ہین اور کرہ بخار یہ و ہوا اور جود فضا کا وجود کرہ قمر کے لیے
ثابت کیا ہے۔
حدیث مین یہ بھی بتا دیا ہے کہ کرہ قمر بسیط نہین ہے بلکہ ہوا پانی ضوء نار وغیرہ کے
یعنے مادہ عنصریہ سے مخلوق ہے جیسا کہ مرات العکس وغیرہ سے ماہتاب مین
اٹھارہ یا اس سے بھی زاید دہاتین ابتک دریافت ہوئی ہین ان سب فلزات
کی موجودگی ماہتاب مین ایسی یقینی ہو چکی ہے جیسے مادیات کا کوئی بدیہی مسئلہ اور
قوی دوربینون سے اسپرزدی نالہ جہاڑ جھنکاڑ نظر آتے ہین جیسے زمین پر۔
اے۔ ماہتاب کی روشنی کی نسبت متقدمین کا بھی خیال تھا کہ اسکا نور ذاتی نہین ہے
بلکہ آفتاب کے نور سے مستفاد ہے۔ متاخرین کا خیال ہے کہ جملہ سیارہ اقمار مثل
زمین کے کثیف ہین اور آفتاب کیطرح انمین نور نہین ہے یہ سب آفتاب سے کسب ضیا
کرتے ہین اور جبکو آفتاب کی شعاعین منعکس ہوکر زمین کیجانب آتی ہین تو ہم اُنکو دیکھتے
ہین ہر ایک ثابت تارہ جو بذات خود روشن ہے اپنے اپنے مقام مین حرارت
و نور پہونچا رہا ہے چنانچہ یہ سارا انظام شمسی صرف آفتاب کی ذات سے روشن ہے
ہر ایک سیارہ اور اُسکا قمر آفتاب سے اخذ نور کرتا ہے اور ایکدوسرے کے سامنے
چمکتے نظر آتے ہین چونکہ اجسام غیر شفاف ہین نور کی شعاعین نفوذ کرکے وار پار نہین
ہوسکتین لہذا جسم قمر پر جو ایک غیر شفاف جسم ہے شعاع نور آفتاب کی پڑکر پھر
وہان سے منعکس ہوتی ہے اور زمین پر پھیل کر چاندنی بنجاتی ہے یہ روشنی آفتاب
کی روشنی کے پانچ لاکھ چالیس ہزار حصون مین سے صرف ایک حصہ ہے اسلیے
کہ آفتاب کا نور پورا منعکس نہین ہوتا کچھ جسم قمر مین نفوذ ہوکر زایل ہوجاتا ہے اور
باقی جو منعکس ہوتا ہے وہ ہر سمت مین منتشر ہوجاتا ہے لہذا نور چاند کا آفتاب کے
نور سے پانچ لاکھ چالیس ہزار درجہ ماند ہوتا ہے اور چاندنی مین حرارت نہ ہونا اس بات کی

دلیل نہین ہے کہ چاند سورج سے اخذ نور نہین کرتا یہ ضرور نہین کہ آفتاب کی روشنی
کسی جسم سے منعکس ہو تو اُسمین حرارت بھی ہو نور منعکسہ مین حرارت ہونا یا نہ ہونا ہر ایک
جسم کے ایک خاص کیفیت سے تعلق رکھتا ہے مثلاً لوہا، تانبا، چاندی، سونا، جو
چیزین یکلخت اور چکنی اور چمکیلی ہین اُنسے نور کے ساتھ کسیقدر حرارت بھی منعکس ہوتی ہے
مگر مثل لکڑی، یا مٹی، کوئلہ، وغیرہ جنکے مسامات کھلے ہوے ہین وہ حرارت کو بالکل
جذب کر لیتے ہین اور شعاع نور جو اُن سب سے منعکس ہوتی ہے جسکے سبب سے
اُنکو ہم دیکھ سکتے ہین بالکل ٹھنڈی ہوتی ہے چنانچہ زمین پر جب آفتاب کی کرن
پڑکر منعکس ہوتی ہے تو اُسکی حرارت مٹی پانی حیوانات و نباتات کے جسم مین جذب
ہوکر رہ جاتی ہے جسکی وجہ سے کل چیزین گرم ہو جاتی ہین اور صرف اُسکا نور منعکس ہوتا ہے
مگر نور بھی مثل حرارت کے کل چیزون سے یکسان منعکس نہین ہوتا ہے جن چیزون مین
کہ بہت چمک اور تڑپ ہوتی ہے وہ صرف اس سبب سے ہے کہ اُن چیزون مین نور
کو منعکس کرنیکی زیادہ قابلیت ہے جسقدر کہ سطح چکنی اور ہموار ہوتی ہے اُسیقدر اُس سے
نور زیادہ منعکس ہوتا ہے چنانچہ لکڑی وغیرہ پر وارنش کرنا اسی قاعدہ کے مطابق ہے
پس معلوم ہوا کہ حرارت و نور کے منعکس ہونے کے قانون قریب قریب ایک ہی سے
ہین اور اکثر اوصاف و کوائف اجسام مادی ان دونون قانون کے یکسان ہین تجربے سے
ثابت ہے کہ ماہتاب مین روشنی آفتاب کی روشنی سے پانچ لاکھ چالیس ہزار درجہ
کمزور ہے لہذا ایک ادنے تامل سے ظاہر ہے کہ جب نور آفتاب کا جسم ماہتاب
مین جذب نہین ہوتا بلکہ صرف منتشر ہو جاتا ہے اور اس منتشر ہونے کے باعث سے
زمین پر اس درجہ کمزور ہوکر پہونچتا ہے تو حرارت آفتاب جسکو اکثر اجسام مادی بالکل
جذب کر لیتے ہین جیسا کہ بیان ہوا چاند سے منعکس ہوکر جو ایک جسم مادی ہے زمین پر کیونکر
کب آسکتی ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ چاند آفتاب کا نور دیتی ہے اسیطرح سے کل سیارے
سورج کے نور دیتے ہین مگر چونکہ زمین و اہل زمین کے لیے آفتاب کا نور چاند کے توسط سے
زیادہ پہونچتا ہے بہ نسبت دیگر سیارون کے اسوجہ سے یہ زیادہ روشن معلوم ہوتا ہے

اب اسلامی تحقیقات اس بارہ خاص مین پڑھو اور صلوٰۃ بھیجو محمدؐ و آل محمدؐ پر۔
(**الف**) قرآن مجید مین ہے **جعل الشمس ضیاء والقمر نورا** (سورۂ یونس)
خدا نے آفتاب کو ضیا بار اور چاند کو نور بنایا۔ خود فرق بتایا ہے چاند و سورج کی
روشنی مین لیکن اس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ ماہتاب کا نور مستفاد ہے نور آفتاب
سے یا ذاتی نور ہے بلکہ ایک طرح ذاتی ہونا معلوم ہوتا ہے جو ظاہر نظر مین تحقیق کے
خلاف ہی حالانکہ غور سے دیکھو تو بالکل تحقیق جدید کے موافق ہے۔
نظام ہرشلی جسکی بنا سدیمون پر ہے اسکی بنا پر جملہ سیارے اور اقمار سورج کے
جدا شدہ شعلہ ہین اس تحقیق کی رو سے تمام سیارے اور اقمار نور و ضیا رہو ئے ہین۔
بلکہ ہرشل کا یہانتک خیال ہے کہ یہ اجرام مظلمہ فی الجملہ نور رکھتے ہین جنکا نور ذاتی ہو
اس قول کی تائید مین بہت سے فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ ہمنے اکثر محاق کے زمانہ
مین صبح کو چاند دیکھا ہے اور ہمیشہ سب گرہن مین ہمنے چاند کا قرص سرخ دیکھا ہو
یہ دونون امر دلیل ہین اس امر کی کہ چاند خفیف نور رکھتا ہے البتہ یہ ترطیب و چمک
اور زیادتی نور کی سورج کے نور سے مستفاد ہے لہذا چاند کو بھی بالذات نورانی
کہنا غلط نہین ہے۔
(**ب**) امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیاع سابری سے پوچھا بتا سورج
اپنے نور سے چاند کو کسقدر نور دیتا ہے۔
بیاع سابری۔ اے مولا مین نے آجتک کسی سے یہ نہین سُنا۔
امام علیہ السلام۔ اچھا بتا سورج سے زہرہ کو کتنا نور ملتا ہے۔
بیاع سابری۔ مین نے یہ بھی آجتک کسی سے نہین سُنا۔
امام علیہ السلام۔ بتا سورج کو لوح محفوظ سے کتنا نور ملتا ہے۔
بیاع سابری۔ مین نے یہ بھی نہین سُنا۔
امام علیہ السلام۔ یہ وہ باتین ہین جسکو اگر کوئی شخص جان لے تو وہ غیب پر گویا
مطلع ہوگیا۔ پھر فرمایا فن نجوم کوئی نہین جانتا سوا ئے اہلبیت قریش (یعنی اولاد رسولؐ)

کے اور یا اسکے جاننے والے اہلبیت ہین ہند کے (بحار)

صاف بتایا ہے کہ تمام سیارے اور اقمار مثل ہماری زمین کے کثیف ہین اور سب آفتاب کے نورچین ہین اور مقدار سے اُس نور کے بجز اُن اولیاء اللہ کے کوئی مطلع نہین ہے۔ اور لوح محفوظ سے علم الٰہی اور علم غیب مراد ہے جسکو ہم انشاء اللہ بشرط حیات مفصل فلسفۃ الاسلام کی کتاب العدل مین بیان کرینگے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسقدر نور سورج مین علم الٰہی سے پہونچا ہے کیونکہ خدا فاعل مختار عالم بالاشیاء ہے اُسنے جسقدر نور حسب مصلحت و مشیت سورج کو دیا ہے اُسکی مقدار معصوم دریافت فرمارہے ہین جسکے بعد فرمایا کہ یہ سب علوم غیبیہ ہین جنکو کوئی فلاسفر و حکیم اپنی ذہانت سے نہین دریافت کرسکتا جسطرح سے بدون آلات رصدیہ اور قوی دوربینون کے گھر بیٹھے ان حضرات معصومین کو علم ہے۔

(ج) قرآن مجید مین ہے " واجعل القمر فیھن نورا (سورہ نوح) اور چاند کو آسمانون مین نور قرار دیا- ابن عباس نے اس آیہ کی تفسیر مین کہا ہے کہ خدا نے چاند کو آسمانون مین خلق کیا ہے اسواسطے کہ آسمان سبب ہین روشنی پہونچنے کا اہل زمین کے لیے اور خود آسمانون مین کوئی اثر چاند کی روشنی کا نہین ہے (بحار) بیشک ہر آسمان مین چاند ہین اور وہ سیارون کی زمین مین روشنی پہونچانے کی غرض سے خلق ہوے ہین اُنکو آسمانون کے روشن کرنے مین کوئی دخل نہین ہے اور آسمان سبب ضیاء اہل زمین کے لیے اسوجہ سے ہین کہ روشنی ہر ستارے کی اس ایتھر کیوجہ سے پہونچتی ہے جسکو ہم سماء کہتے ہین۔

(د) چاند دیکھنے کی دعا مین امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہین " مین ایمان لایا ہون اُسپر جسنے تیری وجہ سے ظلمتون کو دور کیا اور واضح کیا تیری وجہ سے پوشیدگیون کو (صحیفہ کاملہ) بیشک اہل زمین کے لیے نور آفتاب بتوسط قمر زیادہ پہونچتا ہے بہ نسبت دیگر سیارون کے اس بنا پر کہ چاند ہمسے بہ نسبت اور ستارون کے بہت قریب ہے اسوجہ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ چاند کیوجہ سے ظلمتین دور ہوئین دیکھو

چاند سب ستارون سے بڑا نظر آتا ہے مگر حقیقت مین یہ سب سے زیادہ چھوٹا ہے
اسکا قطر جس سے اسکی جسامت کا اندازہ ہوسکتا ہے صرف ۲۱۶۰ میل ہے
یہ اسقدر چھوٹا ہے کہ اگر چہ کروڑ بتیس لاکھ چاند یکجا ہوکر جمع ہون تو کرہ آفتاب کے
برابر ہونگے - فرض آفتاب و ماہتاب کا برابر نظر آنا زاویہ رویت سے تعلق
رکھتا ہے اسوجہ سے دور کی چیز چھوٹی اور قریب کی چیز بڑی دکھائی دیتی ہے
پس معلوم ہوا چاند باعتبار جسامت کے کرہ آفتاب کے مقابل مین ایک
ذرہ ہے ظاہراً آفتاب کے برابر ہوتا ہے جسم اسکے نزدیک ہونے کی دلیل ہے
اور یہ نزدیکی سبب ہوتی ہے ظلمتون کے برطرف ہونے کی اور غرض چاند کی یہ
بھی ہے کہ اپنے سیارہ کو روشن رکھے چنانچہ جو ستارے سورج سے بہت دور واقع
ہین انکو بہت بہت سے چاند دیے گئے ہین فقط اسلیئے تاکہ آفتاب سے کسب ضیاء
کرکے سیارون کو روشنی پہونچاوین ہماری زمین کیواسطے صرف ایک ہی چاند دیا گیا
ہے جو کافی طور پر ہمکو روشنی دیتا ہے -

۲ م - امام رضا علیہ السلام نے حسن بن سہل منجم سے سوال فرمایا تجھکو علم
نجوم مین کتنا دخل ہے -

حسن - کوئی شئے ایسی نہین جسکو مین نہ جانتا ہون -

امام علیہ السلام - بتا سورج کی روشنی چاند سے کئے درجہ زاید ہے - اور چاند
کی روشنی سے مشتری کی روشنی کسقدر زاید ہے - اور مشتری کی روشنی زہرہ کے
نور سے کسقدر زاید ہے -

حسن - مین نہین جانتا -

امام علیہ السلام - پھر تو کچھ نہین جانتا یہ تو معمولی مسئلہ نجوم کا ہے (بحار)
حکماے متقدمین نے کوئی اندازہ ان روشنیون کے درجات کا نہین کیا تھا
اس وجہ سے حسن منجم بھی نہ جانتا تھا پہلے جس شخص نے درجات نور مین بحث کی ہے
وہ امام علیہ السلام ہین اب تحقیق جدید مین بھی تخمینی اندازہ کیا گیا ہے چنانچہ چاند کی

روشنی سورج کی روشنی سے پانچ لاکھ چالیس ہزار حصوں مین ایک حصہ کہا گیا ہے
اور زہرہ ہمارے سورج سے زمین کی بہ نسبت تین حصہ زاید نور سے مستفیض ہوتا ہے
اور عطارد زمین سے آٹھ حصہ زاید اور زحل ہماری زمین سے نو حصہ مین سے
ایک حصہ پاتا ہے اور یورینس تین سو ساٹھ حصوں مین بہ نسبت زمین کے ایک
حصہ پاتا ہے اور نیپچون اُس روشنی کو جو زمین کو پہونچتی ہے اُسکے نو سو حصوں مین سے
ایک حصہ روشنی آفتاب سے پاتا ہے جیسا کہ فلامریون فرنساوی کا قول ہے
اسی بنا پر کہا ہے کہ سورج ہر سیارہ پر سے دیکھائی دیتا ہے قطر اُسکا مختلف مقدار
مین نظر آتا ہے چنانچہ ہمارے کرہ پر بالشت بھر کا قطر معلوم ہوتا ہے اور زہرہ پر سے
ڈیڑھ بالشت کا قطر معلوم ہوتا ہے اور عطارد پر سے دو قدم کا قطر معلوم ہوتا ہے
اور مریخ پر سے سورج نصف قدم کا اور مشتری پر سے مانند انار کے معلوم ہوتا ہے
اور کرہ زحل پر سے نارنج کے مانند اور یورینس پر سے مثل بیضہ مرغ کے اور نیپچون پر سے
بسبب بعد کے سورج مثل اخروٹ کے معلوم ہوگا اس حدیث مین معصوم نے
درجات نور مین تفاوت بھی بتایا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمام سیارے آفتاب
کے نور سے مستفیض ہوتے ہین اسلیے کہ عطارد و مشتری و چاند کو ایک جنس سے خیال
کر کے ایک مقام پر بیان فرمایا ہے۔ حالانکہ اُسوقت حکمت یونانی ماہتاب کو
محض آفتاب کا نور جنین سمجھتے تھے۔
اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ مشتری نفس الامر مین چاند سے زاید روشن ہے اگرچہ حس بصر
اسکے خلاف ہے۔ اسیطرح سے عطارد سے بھی نور مشتری زاید ہے پس تحقیق جدید
فلسفہ الٰہی کے موافق ہوئی۔
۳۷۔ قرآن مجید مین ایک خاص حالت چاند کی بتائی ہے ؎ **وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل** (سورہ بنی اسرائیل) ہمنے شب و روز کو دو نشانیان
قرار دیا ہے پس محو کی ہمنے نشانی رات کی۔ مراد یہان چاند سورج ہین جو شب و روز
کی نشانیان ہین شب کی نشانی محو کرنے سے مراد محو قمر ہے یعنے کمی و زیادتی نور کی

پہلے ہلال ہوتا ہے کم کم نور زیادہ ہو کر بدر ہوتا ہے پھر گھٹتا ہے یہانتک کہ محاق
ہوتا ہے یہی محو قمر ہے۔

حدیث مین ہے "جبرئیل بھیجے جاتے ہین احد الشمسین کیطرف اور وہ پہلو سے اپنے
مس کرتے ہین اور لیجاتے ہین اُسکی شعاع و نور کو اور چھوڑ جاتے ہین اُسمین ضو اسلیے
خدا فرماتا ہے "وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل"
(تفسیر فرات، بحار) صاف بتایا ہے کہ چاند سورج کا جدا شدہ شعلہ ہے رفتہ رفتہ
نور کم ہوا جرم قمری ٹھنڈا ہو گیا اور نور جاتا رہا نور کا جاتے رہنا محو سے تعبیر کیا گیا ہے
ضو اُسمین باقی ہے جو اُسکو سورج کے نور سے ملتی ہے ذاتی نور اُسکا نہین رہتا اُسوقت
چاند بنتا ہے جرم قمر مین سیاہ داغ کو علاقہ محو بتایا ہے بیشک چاند کے ٹھنڈے
ہونے کی یہ علامت ہے جو خشکی اور صحرا کے نشانات ہین احد الشمسین تغلیبا کہا ہے
جو کلام عرب مین مصطلح ہے۔

۴۷ ۔ فلسفہ الٰہی و نظام محمدی مین چاند کی تین حرکتین بتائی ہین۔

امام زین العابدین علیہ السلام چاند دیکھنے کی دعا مین فرماتے ہین "اے مخلوق مطیع
پروردگار چلنے والے تیز رفتاری سے اور چلنے والے اُن منازل مین جنکو خدا نے
تیرے لیے معین کیا ہے۔ اور تصرف کرنیوالے فلک تدبیر مین (صحیفہ کاملہ)
اس ارشاد مین تین حرکتون کا ذکر ہے۔ ایک چلنا تیز رفتاری سے۔ دوسرے
سیر مخصوص بہ منازل۔ تیسرے تصرف جو بمعنے تحویل ہے یہ بھی ایک قسم کی حرکت ہے
چاند کی حرکت سریعہ یہ ہے کہ وہ ستائیس روز سات گھنٹہ چوالیس منٹ مین زمین
کے گرد اپنی گردش ماہواری کو پورا کرتا ہے اسکو حرکت دوری کہتے ہین۔ دوسرے
گردش محوری ہے جس سے اُسمین رات دن ہوتا ہے مثل دیگر سیارون کے
یعنی اثنائے گردش دوری مین چاند اپنے محور پر آہستہ آہستہ چکر مارتا ہے۔
یہان پر ایک امر قابل لحاظ ہے کہ چاند کا ہمیشہ ایک رخ سامنے نظر آتا ہے حالانکہ
گردش محوری کیوجہ سے اُسکے ہر ایک حصہ کو یکے بعد دیگرے نظر آنا چاہیے تھا

حالانکہ ایسا نہین ہوتا صرف اتنا ہوتا ہے کہ اثنائے گردش ماہواری مین کبھی تو قطب
شمالی اور کبھی قطب جنوبی کے حصہ کم وبیش نظر آتے ہین باقی ہمیشہ قریب قریب
چاند کا ایک ہی رخ سامنے رہتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ چاند کی گردش محوری و دوری
ایک ہی ساتھ اور ایک ہی مدت مین تمام ہوتی ہے یعنی جتنے زمانہ مین چاند زمین کے
گرد اپنے چکر کو پورا کرتا ہے اتنی ہی دنون مین اپنی حرکت محوری کو بھی تمام کرتا ہے
جسکی وجہ سے چاند کا ایک دن ہمارے اٹھائیس روز کا ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ
چاند کی حرکت محوری جو ایک مہینہ مین تمام ہوتی ہے بہت ہی سست ہے لہذا
اہل زمین کو چاند کا ایک ہی رخ نظر آتا ہے۔
تیسرے قسم کی حرکت چاند مین یہ ہے کہ وہ زمین کے ساتھ ساتھ آفتاب کے گرد
بھی چکر لگاتا ہے غرض چاند جو زمین کے ساتھ مثل رویف لگا ہوا ہے اُسکے ساتھ
حرکت سالانہ مین شریک ہے کبھی مدار ارض کی سطح کے اوپر اور کبھی اُس سے
نیچے گردش کرتا ہے لہذا ایک مہینہ مین زمین کے دائرہ حرکت کو دو مرتبہ قطع کرتا ہے
ایک نقطہ تقاطع کو راس اور دوسرے کو ذنب کہتے ہین چاند گرہن اور سورج گرہن کے
واقع ہونے کے یہی مقامات ہین اسلیے کہ چاند ان نقطون سے ہو کر گذرتا ہے
تو آفتاب و ماہتاب اور زمین سب ایک سطح مین آجاتے ہین۔
۵۷ — امام زین العابدین علیہ السلام نے چاند دیکھنے کی دعا مین چاند کے اس
نرالے طلوع و غروب کو بھی بیان فرمایا ہے "اور خوار کیا تجھکو زیادتی
اور نقصان سے اور طلوع و غروب سے (صحیفہ کاملہ) چونکہ چاند بالکل نارنگی
کی طرح گول ہے لہذا ایک ہی وقت مثل سورج کے اُسکا نصف حصہ سے زاید روشن
نہین ہوسکتا یعنی جو رخ آفتاب کی طرف رہتا ہے وہ اخذ ضیا کرتا ہے اور دوسرا
رخ بالکل تاریک رہتا ہے غرضکہ چاند کی حالت ہمیشہ یکسان رہتی ہے اُسمین
کسی قسم کا تغیر نہین ہوتا مگر ہماری نظرون مین کبھی تو وہ ہلال اور کبھی بدر دکھائی دیتا
ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اثنائے گردش ماہواری مین کبھی تو چاند کا رخ اور کبھی اُسکی

پشت زمین کیطرف پڑتی ہے جسوقت کہ پورا روشن حصہ سامنے رہتا ہے اُسوقت
ماہِ تام نظر آتا ہے اور یہ بات چودھوین تاریخ حاصل ہوتی ہے اور جسوقت اُسکی
پشت زمین کی طرف پھری رہتی ہے اور ہم اُسکو نہین دیکھ سکتے اُسوقت چاند کو
محاق کہتے ہین اور یہ اُنتیس تاریخ کو واقع ہوتا ہے اُسوقت ہم چاند کو ہرگز نہین دیکھ
سکتے اسلیے کہ زمین کیطرف چاند کی پشت ہوتی ہے اور اُسکا روشن حصہ بالکل
آفتاب کیطرف پھرا ہوتا ہے مگر بعد اسکے جب قمر کا رخ ادھر ہونا شروع ہوتا ہے
تو اُسکا صرف تھوڑا حصہ مثل ناخون کے نمایان ہوتا ہے جسکو ہلال کہتے ہین -
پانچوین تاریخ کو چاند کا نصف روشن حصہ جو دائرہ حرکت کے اندر ہے زمین سے
محاذات حاصل کرتا ہے اور یہ مخروطی حصہ بھی تحت زاویہ رویت کے قریب نصف
قرص کے معلوم ہوتا ہے نوین تاریخ کو اس سے اور زیادہ روشن حصہ سامنے
آتا ہے اور چاند کوزہ پشت دکھائی دیتا ہے رفتہ رفتہ چاردہم کو چاند کا پورا نصف
حصہ جو ہمیشہ روشن رہتا ہے زمین کے روبرو آجاتا ہے اور چاند پورا دکھائی دیتا
ہے اُسوقت چاند کو بدر کہتے ہین بعد اسکے چاند اوج سے مائل بحضیض ہوتا ہے
اور رفتہ رفتہ اُسکا روشن حصہ حجاب مین پڑجاتا ہے یہانتک کہ ۲۹ تاریخ بالکل
مفقود ہوجاتا ہے -

۶۷ - چاند مین کسوف ہونے کیوجہ متاخرین نے یہ بتائی ہے کہ چاند اور
زمین ایک ہی سطح پر گردش نہین کرتے ہین بلکہ زمین اور چاند کی سطح حرکت مین
پانچ درجہ کا جھکاؤ ہے چونکہ چاند زمین کے چارطرف یعنی اسکے اوپر نیچے داہنے
بائین گردش کرتا ہے لہذا ظاہر ہے کہ اثنائے گردش ماہانہ مین چودہ روز تک وہ
زمین کے دائرہ حرکت کی سطح کے اوپر اور چودہ روز کے قریب اُس سے نیچے
رہتا ہے یعنی چاند کا دائرہ حرکت سطح منطقۃ البروج کو جسمین زمین حرکت کرتی ہے
ایک مہینہ کے عرصہ مین دو مرتبہ قطع کرتا ہے ان دو مقام تقاطع کو راس و ذنب
کہتے ہین خلاصہ یہ ہے کہ جب چاند بلندی سے مائل بہ پستی اور پستی سے مائل

بہ بلندی ہوتا ہے تو جسوقت چند ساعت کے لیے زمین اور ماہتاب دونون
ایک ہی سطح مین آجاتے ہین اگر ایسے وقت مین چاندماہ کامل ہو تو چاندگرہن ہوتا ہو
اور اگر حالت محاق مین ہو تو سورج گرہن ہوتا ہے مشاہدہ سے ثابت ہے کہ چاند
گرہن سوائے شب چہاردہم کے اور کبھی نہین ہوتا وجہ یہ ہے کہ شب چہاردہم کو
آفتاب اور ماہتاب کے درمیان مین حایل ہوجاتی ہے اور یہ سب کے سب
ایک سیدہ مین آجاتے ہین لہذا زمین کے درمیان حائل ہوجانے سے چاند پر زمین کا
سایہ پڑتا ہے جسکی وجہ سے وہ حجاب مین پڑجاتا ہے اس کیفیت کو چاندگرہن کہتے
ہین ہر چودھوین تاریخ اس کیفیت کے واقع ہونے کا موقع آتا ہے مگر چونکہ چاند اور
زمین ایک سطح مین حرکت نہین کرتے لہذا ماہ کامل کبھی تو سطح منطقۃ البروج سے
جسمین زمین حرکت کرتی ہے ذرا سا اوپر یا کبھی اُس سے ذرا سا نیچے رہجاتا ہے
اور اسوجہ سے زمین کے سایہ سے بچتا ہوا نکل جاتا ہے پس چاندگہن کے واقع
ہونے کے اسباب لازمی دو ہین۔ ایک یہ کہ چاند ماہ کامل ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ
اُسوقت نقطہ راس یا ذنب سے ہوکر گذرے شرط اول کا منشا یہ ہے کہ آفتاب و
ماہتاب کے درمیان زمین حائل ہو اور شرط دوم کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب مین
ماہتاب ایک ہی خط مستقیم مین اور ایک ہی سطح مین آجاوین پس جسوقت چاند
زمین کے سایہ کے اندر آجاتا ہے اُسکو گرہن کہتے ہین۔ یہ کچھ ضرور نہین کہ ہر مرتبہ
پورا چاند زمین کے سایہ سے چھپ جاوے اسلیے کہ جسقدر چاند کا حصہ منطقۃ البروج
سے اوپر یا نیچے رہتا ہے وہ زمین کے سایہ سے نہین چھپ سکتا خسوف کامل
صرف اُسیوقت مین ہوتا ہے جبکہ مرکز آفتاب و ماہتاب و ارض ایک ہی
سطح اور ایک ہی خط مستقیم مین آجاوے جسوقت پورا چاند زمین کے
سایہ کے اندر آجاتا ہے اُسوقت سرخ مایل بہ سیاہی نظر آتا ہے حالانکہ اُسکو مطلق
نظر نہ آنا چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ شعاع آفتاب جو زمین کے کرہ ہوا سے ہوکر گذرتی
ہے وہ مطابق قانون انعطاف کے کج ہوکر جسم قمر مین پڑتی ہے جسکی وجہ سے چاند نا پدید نہین ہوتا

اب دیکھو نظام محمدی مین وجہ کسوف خسوف کی کیا لکھی گئی ہے ۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ۔ خدا اُس ملک کو حکم کرتا ہے جو موکل ہو فلک پر تا کہ ہٹا دے فلک کو جسپر سورج چاند اور دیگر نجوم وکواکب حرکت کرتے ہین (کافی وافی بحار، من لایحضر، انوار نعمانیہ ، تفسیر قمی) اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ فلک مثل اُس فلک کے نہین ہے جو متقدمین کا فلک ہے بلکہ مجرا ء کواکب یعنے مدار کواکب کے فلک ہین کواکب کے ۔ چاند کا بلندی سے مائل بپستی ہونا جس سے زمین اور ماہتاب دونون ایک ہی سطح مین آجاوین اس میلانکو تبدیل فلک کہا ہے مقام تقاطع یعنے راس وذنب بیشک وہ مقام ہین جہان سے چاند اپنی راہ بدلتا ہے اور اُسی مقام پر آنے سے چاند گرہن اور سورج گرہن ہوتا ہے

یہ بھی اس حدیث مین بتایا ہے کہ چاند سورج ہی پر منحصر نہین ہے بلکہ اور نجوم وکواکب بھی منکسف ہوتے ہین عطارد سے زہرہ کو کسوف ہوتا ہے چاند سے سورج کو کسوف ہوتا ہے زہرہ اور عطارد کا جرم بھی آفتاب پر مثل ایک تل کے نظر آتا ہے زحل مشتری سے منکسف ہوتا ہے مشتری مریخ سے اسطرح سے زحل سے دیگر ثوابت منکسف ہوتے ہین اور یہ کسوف اسی بنا پر ہے کہ جب یہ تارے گردش کرتے ہوئے ایک سطح مین آجاتے ہین سطح منطقۃ البروج کے اور نقطہ تقاطع سے گذرنے لگتے ہین اُسوقت ایک دوسرے سے منکسف ہوجاتا ہے اور نقطہ تقاطع سے گذرنا اور میلان اسکو استعارہ تبدیل فلک سے کیا ہو۔

احادیث واخبار مین ہے کہ چاند وسورج کو قیامت مین گرہن ہوگا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند سورج دونون ساتھ گرہن مین ہونگے قرآن مجید مین ہے وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ " جب نجوم میلے پڑجاوینگے " یہ بھی قیامت کی حالت کا ذکر ہے یہ روز اس نظام کی برہمی کا دن ہے کل سیارات اس نظام کے حرکت غیر معینہ کرینگے جسکی وجہ سے جو سبب کسوف خسوف کا آجکل دن ہے یہ نہوگا نہین معلوم کون تارہ کس تارہ کے درمیان مین آپڑے اور کون ستارہ کس ستارہ

منکسف ہو اُسوقت ہو سکتا ہے کہ چاند سورج ساتھی منکسف ہو جاوین بلکہ قرآن مجید مین سب سیارون کے میلے پڑ جانے کی خبر ہے۔

۷۷ – شریعت اسلام مین کسوف و خسوف کو کسی حادثہ کی خبر نہین بتایا ہے سمرہ بن جندب ناقل ہین کہ جناب امیرؑ نے اپنے خطبہ مین فرمایا کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ لوگ گمان کرتے ہین کہ کسوف شمس و خسوف قمر اور تارے ٹوٹنا سبب ہے بڑے لوگون کی موت کا حالانکہ وہ لوگ جھوٹے ہین البتہ یہ چیزین آیات الٰہی سے ہین عبرت دلانے کیواسطے لوگون کو تاکہ وہ توبہ کرین گناہون سے (بحار)

یعنے خدا کی قدرت و جبروت پر نظر کرکے اُسکی قہاری سے خایف ہون اور توبہ کرین پس نماز پڑھنا چاند گرہن مین کسی خوف کے سبب نہین ہے بلکہ ہماری مذہبی کتب کو دیکھو ہر وقت کی ایک دعا ہے تاکہ بندہ کسیوقت یاد الٰہی سے غافل نہ ہو ہر حال کی ایک دعا ہے چاند دیکھنے کی دعا، شام کی دعا، ستارون پر نظر کرنیکی دعا، ہر گھنٹہ کی دعا، ہر روز کی دعا، ہر مہینہ کی دعا، اسیطرح سے چاند گرہن اور سورج گرہن کی بھی دعا ہے اور وہ نماز ہے۔ اور نماز آیات اسکو اسوجہ سے کہا ہے کہ یہ نشانیان ہین خدا کی قہاری و کبریائی کی اور آثار قیامت مین سے چاند گرہن و سورج گرہن ہے لہذا ان دونون کو دیکھکر قیامت کا قیامت خیز گرہن یاد کرتے ہین اور عبرت حاصل کرکے خوف زدہ ہو کر قبل از قیامت خدا سے توبہ کرتے ہین گناہون کی قیامت کا گرہن بیشک قیامت کا گرہن ہوگا اُس روز چاند و سورج و کواکب بے نور ہو جاوینگے اُس روز یہ وجہ گرہن کے نہ ہوگی جو آجکل ہے بلکہ درحقیقت اُس روز یہ کرہ ٹھنڈے اور بے نور و نار کے ہونگے اسلیے اُس روز سبکے ساتھ گرہن ہوگا اور وہ سبب ہوگا نظام شمسی کی برہمی کا جسکا ذکر مفصل جلد معاد مین ہوگا۔

۷۸ – امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نکاح کرنا محاق مین موجب اسقاط حمل ہے (بحار) شمس و قمر و دیگر کواکب کے آثار امور تکوینیہ مین ظاہر ہین مخبر صادق کی خبر سے ثابت ہوتا ہے کہ ان امور مین بھی مدخلت ہو اور اکثر نہ واقع ہو

اس اثر کا اُسکے عدم کی دلیل نہین ہے جسطرح سے ادویہ وعقاقیر کے خواص و آثار کا باطل یا خلاف واقع ہونا بہت سے اسباب خارجی وداخلی سے ہوتا ہے اسیطرحسے یہان بھی سمجھو۔ اسیطرحسے اُس حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام کو تصور کرو جسمین فرمایا ہے کہ سفر کرنا یا نکاح کرنا قمر در عقرب مین اچھا نہین ہے (بحار، کافی)

باب نوان سیّارونکا بیان

۹۷۔ سیارون کے عدد مین اختلاف ہے متقدمین مین کئی گروہ ہین۔

(۱) بطلیموس کا خیال ہے کہ سیارہ سات ہین۔ آفتاب، ماہتاب، زہرہ، عطارد، مریخ، مشتری، زحل،

(۲) ذیمقراطیس، حکیم ارشمیدس کا قول ہے کہ سیارے غیر متناہی ہین۔

(۳) فلسفہ جدید مین کوپرنیک کا خیال ہے کہ چھ سیارہ ہین اور چاند سورج خارج ہین۔

(۴) بعض کا خیال ہے کہ مریخ و مشتری کے مابین ایک اور سیارہ ہے جسکا نام سیرس ہے اور یہ بڑا سیارہ ہے۔

(۵) ہرشل نے جب یورنیس دریافت کیا تو اُسکا خیال تھا کہ سات سیارہ ہین۔

(۶) بعض منجمین نے مزید تحقیقات کے بعد مابین فلک مریخ و فلک مشتری چار سیارون کا اور پتہ لگایا ہے پلس، جون، وستا، سیرس، انکی تحقیق کی بنا پر گیارہ سیارہ ہین۔

(۷) اب دو سو ستر اور سیارے معلوم ہوئے ہین جنمین سب سے بڑا وہ ہے جسکا قطر دو سو میل سے زاید نہین ہے لیکن درحقیقت یہ سیارے جو مابین مدار مریخ و مشتری کے نظر آتے ہین یہ مستقل سیارے نہین ہین بلکہ یہ اجزا ہین ایک بڑے سیارہ کے زمانہ دراز گذرنے پر کسیوجہ سے کوئی بڑا سیارہ پھٹا ہے اور یہ اُسکے ٹکڑے ہین جو چکر مار رہے ہین اسلیئے کہ سبکی رفتار ایک سے ہو اور ایک

صفات مین لہذا اس تحقیق کے بعد یہ وہی راے صحیح ہو گی۔
(۸) حکیم لیور ریا فرنساوی نے یورنیس کے بعد نیچون کا نظارہ کیا اور برکانکا عطارد کے پہلے اسکی تحقیق مین نو سیارے قرار پائے چنانچہ اب بجاے سات کے نو سیارے ہین۔ عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، مشتری، زحل، یورنیس، نیچون، برکان۔
ہماری راے مین انحصار سات یا نو یا چھ پر یہ سب غلط ہے بلکہ سیارونکی تعداد مین کمی بیشی ہوتی رہتی ہے کبھی کوئی سیارہ پھٹ کر ایسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بن جاتا ہے جس سے وہ اجزا نظر نہین آتے اور نہ خود اُس بڑے سیارہ کا وجود رہتا ہے یہی چھوٹے چھوٹے اجزا کبھی کسی سیارہ کے قریب پہنچاتے ہین اور اُس سیارہ کے گرد چکر مارتے ہین جیسا کہ زحل کے گرد علاوہ آٹھ چاندون کے ایک نورانی حلقہ محسوس ہوتا ہے ممکن ہے کسی جرم کے پھٹنے سے اُسکے چھوٹے کرہ ایک سلسلۃ الذہب کے مانند زحل کے گرد آگئے ہون۔ لہذا ہماری ذاتی راے یہ ہے کہ سیارات وا قمار کی تعداد نظام شمسی مین معین نہین رہ سکتی ضرور گھٹتی بڑھتی رہے گی۔
سائنس مین ثابت ہوا ہے کہ سورجون اور سیارون کے باہمی تصادم سے وہ مادہ پیدا ہوتا ہے جس سے عالم بنتے ہین اسے "کاسمک ڈسٹ" (خاک سماوی یا نیبولیم) کے نام سے پکارا جاتا ہے ایک طرف سیارے بنتے ہین دوسری طرف بگڑتے چلے جاتے ہین اور یہی سلسلہ جاری ہے۔ اس خاک سماوی کا ذکر اسلامی فلسفہ مین بھی ہے۔
؎ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جب خدا نے حضرت آدمؑ کی خلقت چاہی جمعہ کی پہلی ساعت مین جبرئیل کو بھیجا۔ اُنھون نے داہنے ہاتھ مین آسمانی مٹی لی ساتوین آسمان سے سماء دنیا تک ہر آسمان سے مٹی لی۔ پھر دوسرے ہاتھ مین ساتوین اوپر والی زمین سے سب سے نیچی زمین تک ہر زمین سے مٹی لی (کافی) آسمان سے مٹی لینا، کاسمک ڈسٹ،، کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے

اور زمین سے مٹی لینا اشارہ اسطرف ہے کہ سبع سیارہ جو وضع و تعدیل میں ٹھیک ہو چکے تھے اور انہیں ارضیت آ چکی تھی یہ چودہ مٹیاں حضرت آدم کی خلقت مین شریک تھین۔
بہرحال اس بنا پر تعداد سیارات واقمار کی ہر وقت برابر نہین رہ سکتی۔
۸۰ ۔ فلاسفہ قدیم جو کہ چاند سورج کو سیارون مین شمار کرتے تھے انکی تردید اسلام نے اسوقت کی تھی جب فلسفہ جدید کا وجود بھی نہ تھا۔
جناب امیر علیہ السلام نے سرسفیل منجم سے بر سبیل امتحان دریافت فرمایا تھا بتا زہرہ اسکے توابع اور جوامع سے کیا نسبت ہے (بحار فرج الہموم سید ابن طاؤس رح) سرسفیل کچھ نہ بتا سکا اسلیے کہ وہ فلسفہ یونانی کا ماہر تھا اور امام کا سوال واقعیت سے تھا۔
دیکھو مراد توابع سے چاند ہین اور جوامع سے مراد سورج ہین۔ تمام اقمار اپنے سیارے کی حرکت مین جذب وکشش مین اسطرح سے تابع ہین جیسے سیارے اپنے اپنے آفتابون کے تابع ہین۔ شموس کو جوامع فرمایا اس بنا پر کہ ہر سورج اپنے نظام مین کل سیارات واقمار کا جامع اور جاذب وحافظ ہے پس سیارہ واسطہ ہین درمیان چاند کے جو توابع سے ہین اور درمیان سورج کے جو جوامع سے ہین اگر سرسفیل اس بات کا جاننے والا ہوتا تو کہدیتا کہ نسبت اقمار کو سیارات سے وہی ہے جو نسبت سیارون کو اپنے آفتاب سے ہے اور سیارہ زہرہ واسطہ ہے درمیان چاند و سورج کے۔
زہرہ کی نسبت اسوجہ سے سوال کیا گیا ہے کہ تمام سیارون مین روشن معلوم ہوتا ہی اور اسوقت تک فلسفہ بیخبر تھی اس بات سے کہ زہرہ کے بھی قمر ہونگے جیسے ہمارا قمر ہے۔ اس حدیث مین صاف بتایا ہے کہ اقمار توابع ہین سیارات نہین ہین اور سورج سیارہ نہین ہے بلکہ جوامع ہین اور اپنے سیارونکے حافظ ہین۔
۸۱ ۔ نظام محمدی مین جہانتک دیکھا جاتا ہے گیارہ سیارون کا ذکر ہے سات

سیارون کا صراحت کے ساتھ جیسا کہ مشہور ہے اور چار سیارون کی طرف اشارتاً خبر دی گئی ہے۔

(الف) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ۔ آسمان پر چار ستارہ ہین جنکو کوئی نہین جانتا بجز عرب کے اہلبیت (یعنی اہلبیت رسول) کے اور اُن چار مین سے ایک ستارے کو اہلبیت ہند کے بھی جانتے ہین اسوجہ سے اُنکا حساب کچھ درست ہے (انوار نعمانیہ)

اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چارون ستارے بھی ہمارے نظام شمسی کے سیارے تھے ثوابت نہین ہوسکتے اسلیے کہ وہ ہزارون ہین چھ ہزار تک اُنکی اب تعداد بتائی جاتی ہے متقدمین بھی ایکہزار بائیس ثوابت کے قایل تھے پھر تخصیص چار کی کیا وجہ رکھتی ہے اور اُس تارے کو جسکی معرفت اہل ہند کو بھی یہ بھی بے محل ہے کیونکہ وہ بھی ثوابت کو سیکڑون مین شمار کرتے تھے لہذا تخصیص و انحصار چار مین اُنکے سیارہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور قطع نظر اسکے یہ بھی حدیث مین ہے کہ "اہل ہند اُن چار مین سے ایک ستارے کو جانتے ہین اسوجہ سے اُنکا کچھ حساب درست ہے" یہ بھی سیارہ ہونیکی دلیل ہے کیونکہ حساب ثوابت سے نہین ہوتا ہے بلکہ سیارہ کی رفتار سے حساب ہوتا ہے اُسکے مدار، مقارنات، مقابلات، اجتماع، تربیع، وغیرہ سے لہذا یہ سب مین دلیل ہے اس بات کی کہ وہ چار ستارے ہمارے نظام شمسی کے سیارہ تھے جنکی تحقیق حال کے فلاسفرون نے ایک ہزار ہجری کے بعد سے کی ہے۔

حدیث مین اُن چار سیارون کا ذکر ہے جنکو کوئی نہ جانتا تھا پانچ سیارے جنکو سب جانتے ہین۔ زہرہ، عطارد، مریخ، مشتری، زحل، ہین اب رہے وہ چار جنکا علم اہلبیت رسول کو ہے۔ ایک یورنیس ہے جسکو ہرشل نے دریافت کیا۔ دوسرے نیچون ہے جسکو لیوریا صاحب نے ۱۸۴۶ء مین اعلان کیا تھا۔ تیسرے برکان ہے۔ چوتھے زمین ہے۔ اہل ہند کو جس سیارے کا

علم تھا غالباً وہ زمین ہے جسکی نسبت پہلے بھی اختلاف تھا نظام بطلیموس نے
زمین کے سکون کا اعتقاد پیدا کرا رکھا تھا لیکن ہند کے منجمہ برہمن اکثر اسکو متحرک
سمجھتے تھے اس بنا پر ہمارے نظام شمسی کے نو سیارے ہوے۔

(**ب**) ایک حدیث مین گیارہ سیارون کا ذکر ہے۔ خداوند کریم قصہ حضرت یوسف
مین فرماتا ہے " **انی رایت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رایتھم لی
ساجدین** " (سورہ یوسف) تحقیق کہ دیکھا ہمنے گیارہ ستارون اور چاند سورج کو
کہ یہ مجھکو سجدہ کر رہے ہین۔ رسولخدا سے یہودی نے ان گیارہ کے نام پوچھے
حضرت نے فرمایا انکے نام یہ ہین۔ جریان، طارق، ذیال، قابس، عمودان،
فلیق، مصبح، ضروح، فرع، وثاب، ذوالکتفین۔ یہ سنکر یہودی مسلمان ہوا (تفسیر
نیشاپوری، کشاف) اس حدیث کا ضمیمہ بعض کتب مین اسطرح سے لکھا ہے کہ " ہر ایک
ان ستارون مین کا گھیرے ہوے ہے آسمان کو (تفسیر قمی) اس حدیث سے یہ بھی معلوم
ہوتا ہے کہ یہ گیارہ بھی سیارے ہین اسواسطے کہ حدیث مین بیان ہوا ہے کہ یہ
آسمان کو گھیرے ہوے ہین کرہ بخاریہ آسمان ہے اور سیارات اپنے مدارون پر
اس کرہ بخاریہ مین حرکت کر رہے ہین جسکو گھیرنے سے تعبیر کیا ہے۔

دوسری دلیل انکے سیارہ ہونے کی یہ ہے کہ معصوم نے بظاہر صفات مشہورہ
مخصوصہ کا ان ستارون کے ذکر فرمایا ہے اور انکے جو نام تھے انکا ذکر کسی مصلحت
سے نہین کیا ہے عام اس سے کہ اورون سے اسوجہ سے مخفی کرنا مقصود ہو کہ
وہ تکذیب کرتے اور آلات رصدیہ قوم کے پاس موجود نہ تھے جس سے انکو تصدیق
کرائی جاتی اعجاز وغیرہ سے کام لیا جاوے تو اسکو سحر سمجھتے ہین لہذا صفات کے
ساتھ ذکر کیا ہے۔ یا یہ کہ سائل ان ستارون کو انھین صفات مخصوصہ سے جانتا
تھا اسکے علم کی بنا پر صفات کا ذکر ہوا۔ اب دیکھو تطبیق ان صفات کی ہمارے
سیارات پر " جریان " سے مراد ہماری زمین ہے جیسا کہ بعض احادیث مین
اسکو جاریہ بھی کہا ہے " طارق " سے مراد زحل ہے جیسا کہ عبدالعلی برجندی

نے حاشیہ شرح چغمینی مین لکھا ہے "ذبال" عطارد ہے اسواسطے کہ ذبل کے
معنے خشک اور بے رونق کے ہین (مجمع البحرین) عطارد بسبب قرب شمس
بے حد خشک اور بے رونق ہے -
"قابس" وہ ہے جو شدید الحرارت ہو اور بہت سی آگ سے گرمی حاصل کرے
(مجمع البحرین، قاموس) ہر کان ستارہ بیشک اس صفت سے متصف ہو یہ سورج
سے بہت قریب ہے اور شعلہاے آتشین اس سے ہر وقت بلند رہتے ہین -
"عمودان" بظاہر مشتری ہے - اسلیے کہ عمود لغت مین بمعنے سید و سردار کے ہین
(مجمع البحرین) اور مشتری اس نظام شمسی مین سب سیارون سے بڑا ہے جو زمین
سے ایک ہزار تین سو گنا ہے قطر اسکا ۸۹ ہزار میل ہے اسکی بزرگی کو سرداری سے
تعبیر کیا ہے - دوسری سرداری اسمین یہ ہے کہ وہ بڑا سیارہ بد مریخ کے تھا اور
پھٹ گیا اسکے چھوٹے چھوٹے کرے گرد مشتری کے چکر مار رہے ہین مقدمۃ الجیش ہین
اور اس لشکر کا سردار مشتری ہے جیسا کہ عرب مین مقدمۃ الجیش کو عمید کہتے ہین
(مجمع البحرین) مشتری مین دو سرداریان ہین اسلیے اسکو عمودان کہا ہے -
"فلیق" غالباً وہ سیارہ ہے جو مریخ کے بعد تھا اور پھٹ کر اب چھوٹے چھوٹے
کرے گرد مشتری کے گھوم رہے ہین فلق کے معنے پھٹنے کے ہین (قاموس،
مجمع البحرین)
"مصبح" سے مراد زہرہ ہے اسلیے کہ اس تارے کو کوکب الصبح کہتے ہین -
"ضروح" سے غالباً یورنیس مراد ہے اور اس نام مین فی الجملہ تحریف ہے صاد
مہملہ بے نقطہ کی زیادتی یا سہو کاتب ہے یا اشتباہ مخاطب ہے - اور صروح
لغت مین وہ ہے جو دوسرون سے قطع تعلق کرے (مجمع البحرین) بیشک یورنیس
ان نظام شمسی مین سبع سیارہ کے دائرہ گردش سے باہر ہے سب سے بے تعلق
ہے اور سورج سے بھی اسکو اس حد کی دوری ہے جسکا اندازہ ایک ارب ستر
کرور میل ہے جسکے باعث سے آفتاب کا نور اور گرمی اس تک بہت کم

پہونچتا ہے پس آفتاب سے بھی گویا بے تعلق ہے۔

"فرع" ممکن ہے پنجون ہو اسلیے کہ لغت مین "فرعۃ" جاے بلند و فراغ کو کہتے ہین (صراح، قاموس) پنجون سب سے بلند ہے جسکو فصل آفتاب سے اس حد پر ہے جسکے خیال کرنے سے عقل بشری گھبراتی ہے اسکی دوری دو ارب ستر کرور میل ہے یہ سیارہ سب سے بلند ہے لہذا فرع صحیح ہو گا۔ "وثاب" غالباً ایروس ہے جسکو حکیم مسوویت نے ارض و مریخ کے درمیان مین دریافت کیا ہے اور مصر کے پرچہ الضیاء نے صفحہ ۴۳۱ مین تحقیقات ۱۸۹۹ء مین درج کیا ہے۔

وثب وثاب بالکسر بمعنی مقاعد (قاموس) یعنی بیٹھنے کی جگہ پس اس بنا پر ایروس بھی مثل دیگر سیارون کے ذیروح کا وجود ہو گا۔

"ذوالکفین" غالباً مریخ ہے جسکے دو قمر ہین اور اسی مناسبت سے مریخ کو ذوالکفین کہا ہے۔

(ج) امام جعفر صادق علیہ السلام سے معنی افق المبین کے دریافت کیے گئے فرمایا وہ زمین ہے سامنے عرش کے جسمین دریا جاری ہین (بحار، معانی الاخبار) ہمنے عرش کو ثابت کیا ہے کہ وہ منتہاے نظام شمسی ہے۔ پس گویا یہ ارض پنجون ہے جو نظام شمسی کے منتہا پر ہے اور افق المبین اسطرف اشارہ ہے کہ اسکا مدار تمام سیارون کے مدار کے اوپر ہے۔

(د) امام موسی کاظم علیہ السلام نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ سے روایت کی ہے اُن جناب سے جبرئیل نے عرض کی مغرب کی پشت پر ایک زمین ہے جو روشن ہے اسمین مخلوق خدا ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ رفتار سورج کی اُنکے شہرون مین چالیس روز مین ہوتی ہے (بحار، مصباح کفعمی) اسکے قریب ایک اور روایت ہے کہ کوہ قاف کی پشت پر خدا نے ایک زمین خلق فرمائی ہے جو چاندی کے مانند چمکتی ہے طول زمین کا چالیس روز کی رفتار آفتاب کی ہے (بحار) یہ حدیث بالکل ستارہ برکان پر منطبق ہوتی ہے اسلیے کہ

سورج کی قریب ہونیکی وجہ سے وہ زمین بجید روشن وچمکدار ہے۔ دیکھو عطارد میں جو نور آفتاب کا پہونچتا ہے وہ ہماری زمین سے آٹھ حصہ زاید ہے برکان عطارد سے زاید قریب ہے بیشک اسکی چمک چاندی کے مانند ہوگی اور تمام سیاروں سے زیادہ چمکدار ہوگا۔

دوسرے یہ کہ برکان کی چال اپنے محور پر اٹھارہ ساعۃ مین تمام ہوتی ہے اور حرکت سالانہ اسکی گرد آفتاب کے بیس دن مین تمام ہوتی ہے اس حساب سے دن رات نو نو گھنٹہ کا ہوگا اس حساب سے برکان کا طول بقدر آفتاب کے چالیس دن کی رفتار کے ہوگا رفتار سنوی سے برکان کے اور زمین برکانکی مثل چاندی کے چمکدار ہوگی۔

پشت سے کوہ قاف کے اسطرف اشارہ ہے کہ ظل مخروطی زمین کے بعد یہ سیارہ واقع ہے اور پشت مغرب سے اشارہ اسطرف ہے کہ ہماری زمین آفتاب کے جہۃ شرقی مین ہو تو سایہ اسکا جہۃ مغرب مین ہوگا اور اُس سایہ کی پشت پر برکان ہوگا ممکن ہے جسوقت معصوم نے برکان کیوجود کی خبر دی ہو اُسوقت زمین ہمارے آفتاب کی جہۃ شرقی مین ہو۔

(۵) امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک عراقی منجم سے بطور امتحان دریافت فرمایا سکینہ کا نور زہرہ کے نور سے کسقدر کم ہے۔

منجم۔ قسم بخدا مین نے آجتک اس ستارہ کا نام بھی نسنا تھا۔

امام علیہ السلام۔ سبحان اللہ العظیم تمنے ایک ستارہ کو گھٹا دیا پھر کیا حساب کرسکتے ہو (بحار، کافی، وافی) یہ حدیث ایک اور سیارہ کا پتہ بتا رہی ہے جو غالباً یورنیس ہے۔ ثابت ستارے کا حدیث مین ذکر نہین ہے اسلیے کہ حدیث مین تمام سیارات کا ذکر ہے سکینہ کو بھی اُسی ذیل مین دریافت کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر اُسکو ثابت قرار دین تو ثوابت بالذات نورانی ہین اور سیارات ظلمانی لہذا نورانی کو ظلمانی سے قیاس کرکے نور کا دریافت کرنا بے معنی ہے اس

بنا پر ایک ہی صنف سے ہونا چاہیئے۔

تیسرے یہ کہ حساب ہمیشہ سیارون کی سعادت نحوست شرف ہبوط و مقابلہ
و اجتماع و تربیع و مقارنات وغیرہ سے ہوتا ہے نہ ثوابت سے امام کا فرمانا کہ پھر
تو کیا حساب کر سکتا ہے یہ بھی سکینہ کے سیارہ ہونیکی دلیل ہے۔

چوتھے۔ یہ فرمانا کہ تمنے ایک ستارہ چھوڑ دیا جو حساب مین داخل ہے یہ بھی
سیارہ ہونے کو ثابت کرتا ہے اسواسطے کہ ثوابت غیر محصورہ ہین اور غیر مرصودہ
کسی نے اسوقت تک متقدمین و متاخرین نے اُن سب کا شمار نہین کیا بس وہ
لاکھون ایسے ہین جنکو لوگ نہین جانتے اگر سکینہ بھی اُنھین ثوابت مین ہوتا تو امام
کا استعجاب بے محل تھا معلوم ہوا کہ یہ سیارہ ہے جنکے شمار کرنے اور دریافت کرنیکی
ہر ایک کو کوشش رہتی ہے ان قرائن سے اس ستارہ کا سیارہ ہونا ثابت
ہوا۔

اور عجب نہین کہ یورنیس ہو چند قرینون سے۔

ایک یہ کہ نام اسکا سکینہ ہے اور رفتار یورنیس کی بھی بہت سست ہے گویا کمال سکون
و اطمینان سے دورہ تمام کرتا ہے اور سکینہ سکون سے ہے۔

دوسرے۔ زہرہ اور سکینہ سے نور کا اندازہ دریافت فرمایا ہے زہرہ بہت چمکدار
تارہ ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی صبحکو بھی معلوم ہوتا ہے اور یورنیس شدت بعد سے اکثر شبکو
بھی نظر نہین آتا اور اگر معلوم بھی ہوتا ہے تو بہت چھوٹا اور تاریک مثل سُہا تارہ کے
اور نیچون تو دیکھائی نہین دیتا لہذا زہرہ سے یورنیس کی نسبت دریافت کی ہے
جو سب سے چھوٹا اور جو سب سے بڑا اور چمکدار نظر آتا ہے۔ ہمارے اس کل بیان
سے معلوم ہوا کہ اخبار مین بعض ایسے سیارونکا بھی ذکر ہے جو اُسوقت تک مرصود
نہ ہوے تھے۔ ان تین سیارون کو بجاے اسکے کہ ہرشل صاحب یا لیورریا کے
نام سے مشہور کیا جاوے انصاف یہ ہے کہ انکو اسلامی سیارہ یا محمدی و علوی
سیارہ کہنا چاہیے کیونکہ اکثر از سال پیشتر ان تین سیارون کی اسلام مین خبر موجود ہے

اگرچہ مسلمانون کی بے توجہی سے ان سیارونکی شہرت نہ ہوئی۔

۸۲ - حکماے متقدمین کا خیال تھا کہ بجز ہماری زمین کے اور کوئی زمین نہین ہے اور تمام عناصر مخصوص ہمارے عالم ارض سے ہین پہاڑ، درخت، سبزہ، حیوان سب ہماری زمین سے مخصوص ہین پانی، ہوا، بخار، آگ سب اسی زمین پر ہیں۔

حکماے موجودہ نے اتفاق کر لیا ہے کہ آفتاب کے کل سیارے مثل ہماری زمین کے ہین جنمین ہوا، بخار، آگ، پانی، شب و روز، پہاڑ، درخت، ذیروح سب کچھ موجود ہے۔ پس جب ستارہ مثل ہماری زمین کے ہین تو انکو حقیقتاً ہم زمین کہہ سکتے ہین۔

موجودہ حکما نے بھی ابتک حیوانات ذیروح کے وجود کو ہمکو پورے طور پر نہین بتایا ہے بلکہ قرائن و آثار سے ثابت کرتے ہین۔ مثلاً وہ کہتے ہین ہمکو یقین حاصل ہے کہ ان ستارون پر پہاڑ صحرا ریت ہے اور یہ بھی ہمکو قوی دلیلون سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سیارہ پر کرہ بخاریہ کا وجود ہے اسلیے کہ انعکاس نور کا اور شفق وغیرہ یہ سب ہمکو بتاتے ہین کہ ان سیارون پر بھی ہوا ہے ابر ہے اور جب ابر و باد وغیرہ ہے تو بارش و طوفان و برف و اولا سب کچھ ہوگا اور انسے فصلین پیدا ہونگی جسکی وجہ سے روئیدگی ہوگی۔ اور جب نباتات و بحار وغیرہ کا وجود ہے تو حیوانات تکونیہ بھی ہونگے اور ایسے حشرات سے حیوانات نسلیہ کا بھی وجود ہوگا بتجربہ ہر قسم کے حیوانات ہوے جیسے ہماری زمین پر ہین ان قیاسات و حدسیات سے وجود ذیروح کا بتایا گیا ہے۔ لیکن نظام محمدی مین قطع و یقین کے ساتھ وجود ذیروح کا سیارون پر بتایا ہے قیاس و تخمین نہین ہے جسکو ہم مفصل بحث تعدد عوالم مین بیان کرینگے۔

۸۳ - عطارد آفتاب سے قریب تر ہے اسکا مدار سب سیارون کے دائرہ گردش سے چھوٹا ہے آفتاب سے تین کرور ستر لاکھ میل کا اوسط فصل ہے اس سے تخمینہ ہو سکتا ہے کہ قطر فلک عطارد کا بہ نسبت قطر فلک زمین کے

تخمیناً دو تہائی ہے - اسکا جسم اسقدر چھوٹا ہے کہ ایسے ایسے سولہ سیارے
اگر جمع کیے جاوین تب زمین کے برابر ہونگے قطر اسکا ۲۹۹۰ میل ہے قرب
آفتاب کی وجہ سے اسدرجہ آمین حرارت ہے کہ وہان پانی صرف ابخرات
کی حالت مین رہ سکتا ہے ہمارے کرہ پر گرمی کے موسم مین اگر گرمی ۹۰ فارنہیٹ
ہے تو عطارد مین ۸۰۰ فرنہیٹ ہوگی - اسکا مدار چھوٹا اور چال تیز ہونیکی وجہ سے
صرف اٹھاسی روز مین گرد آفتاب کے اپنا دورہ تمام کرتا ہے جس سے سال
عطارد کا ہمارے سال کی بہ نسبت قریباً ¼ کے ہے اور حرکت محوری عطارد کی
قریب قریب ہماری زمین کے ہے یعنے ہمارا دن اور عطارد کا دن ایک سا معلوم
ہوتا ہے -

فلک عطارد تھوڑا سا جھکا ہوا ہے سطح دائرۃ البروج کیطرف عطارد جب
قرص آفتاب کی طرف سے گذرتا ہے تو آفتاب مین مثل تل کے معلوم ہوتا ہی -
عطارد بھی قوی دوربینون سے مثل چاند کے صورتین بدلتے معلوم ہوتا ہے
کبھی مثل ہلال ہوتا ہے اور کبھی نصف تاریک اور کبھی بدر معلوم ہوتا ہے اسکی
وجہ بھی یہی ہے کہ جتنا سورج سے اکتساب نور کرتا ہے اُتنا منور ہوجاتا ہی کثافت
مادہ اسکی بہ نسبت کثافت مادہ ارض زاید ہے یعنے ۱/۱۲ مقدار مادہ ارض ہی -

بعض حکما کا خیال ہے کہ کرہ ہوا بھی عطارد پر ہے جو کثیف ہے اسکی سمت
محدب تھوڑی منور ہے اور تھوڑی مظلم ہے جو نہین دکھائی دیتی بعض کا گمان ہے
اسپر پہاڑ بھی ہین (اردو الظماء)

حکیم فلامریون فرانسی نے ان پہاڑون کی نسبت کہا ہے کہ ہماری زمین کی بہ نسبت
بہت بڑے اور بہت بلند ہین اور اُنکے اکثر پتھر معدنی ہین - بعض نے کہا ہے
کہ طول عطارد کے پہاڑون کا گیارہ میل کا ہے اور عطارد کے چہرہ پر ایک کلف
مثل تل کے معلوم ہوتا ہے جو پہاڑون کا سایہ ہے اور دلیل ہے ابر کے وجود
کی (حدایق النجوم)

۸۴ — فلک زہرہ مابین فلک ارض و فلک عطارد کے ہے سورج سے دوری اسکی ۶۶۰۰۰۰۰۰ میل ہے اگر یہ سورج کے بائین جانب ہوگا تو شام کو دکھائی دیگا بعد غروب اور اگر داہنی جانب سورج کے ہوگا تو قبل طلوع فجر دکھائی دیگا۔ فلک زہرہ بہ نسبت فلک عطارد کے وسیع ہے اسوجہ سے زہرہ شرقاً و غرباً بہ نسبت عطارد دور رہتا ہے اسکی رفتار گرد سورج کے ۲۲۴ یوم مین تمام ہوتی ہے اور گرد محور پر ۲۳ گھنٹہ ۲۱ دقیقہ مین۔

چونکہ میل سطح دائرۃ البروج کا سطح کیطرف خط استوا کے ۲۳ درجہ ہے اور یہی علۃ فصلون کی ہے اور آفتاب کو میلان خط استوا کی طرف ۲۳ درجہ سے زاید نہین ہے جنوباً و شمالاً لیکن زہرہ کا فلک سطح خط استوا کیطرف ۵۰ درجہ جھکا ہوا ہے یعنے جھکاؤ آفتاب کا زہرہ مین خط استوا سے ۵۰ درجہ شمالاً و جنوباً ہے لہذا اختلاف فصول زہرہ مین بعید ہوگا۔

زہرہ زمین کے برابر نہایت خوبصورت و روشن ہے اسکی حالت زمین کی کیفیت سے بہت ملتی ہے زہرہ کا مدار زمین کے دائرہ گردش کے اندر واقع ہے اسوجہ سے یہ اثنائے گردش مین بہ نسبت کل سیارون کے زمین کے قریب چلا آتا ہے جس سے بخوبی نظارہ ہوسکتا ہے۔ بعض پہاڑ اسمین اسقدر بلند ہین جنکا ارتفاع از روے حساب قریب پچیس میل کے ہے یہ سیارہ مثل قمر گھٹتا اور بڑھتا نظر آتا ہے کبھی ہلال اور کبھی ماہ کامل کی شکل مین نظر آتا ہے بباعث کرویت کے صرف نصف حصہ کسی سیارے کا جو آفتاب کے مقابل ہے وہی روشن ہوتا ہے اور دوسرا حصہ جو آفتاب کے مقابل نہین ہے وہ بباعث کثافت تاریک رہتا ہے۔ اور چونکہ ہر سیارہ مین گردش محوری ہے اسوجہ سے ہر ایک حصہ مین یکے بعد دیگرے روشنی و تاریکی پہونچتی ہے جسکو رات دن کہہ سکتے ہین یہ کل سیارون کی حالت ہے مگر زہرہ و عطارد جو زمین کے مدار کے اندر گردش کرتے ہین انکی عجیب حیرت خیز حالت ہے جسقدر انکا روشن حصہ سامنے آجاتا ہے وہ

مثل چاند کے گھٹتے نظر آتے ہین جیسے کہ ماہ کیطرح سے پورا قرص روشن نظر آتا ہے
اور اسیطرح سے جب بباعث گردش سالانہ کے روشن حصہ رفتہ رفتہ اوٹ مین آجاتا
ہے تو یہ سیارے چاند کیطرح سے گھٹتے نظر آتے ہین۔ عطارد کا دیکھنا بہت مشکل ہے
یہ ہر وقت آفتاب کے سامنے رہتا ہے مگر زہرہ کا دیکھنا بہت آسان ہے یہ
سیارہ جسکی روشنی بالکل سفید نظر آتی ہے پہلے تو افق مغربی مین نمایان ہوتا ہے
اور روز بروز مشرق کیطرف حرکت کرتا ہوا نظر آتا ہے مگر تھوڑے ہی زمانہ مین پیچھے
یہ پیچھے کیطرف ہٹنا شروع ہوتا ہے یہان تک کہ بالکل غائب ہوجاتا ہے۔ اور
صبح کے وقت افق مشرقی مین دکھائی دیتا ہے۔ جب زہرہ زمین آفتاب ایک ہی
سطح مین بخط مستقیم آجاتے ہین تو جتنا بڑا زہرہ اہل زمین کو نظر آتا ہے اُتنا حصہ
آفتاب کا چھپ جاتا ہے یعنی آفتاب مین ایک نقطہ کے برابر سیاہ داغ نظر آتا
ہے جو تھوڑی دیر مین دائرہ آفتاب کو طے کرتا ہے۔
ڈاکٹر فانڈیک کا خیال ہے کہ چہرہ پر زہرہ کے جو کلف ہے ممکن ہے کہ یہ ابر ہون کرہ
ہوائیہ و بخاریہ کے۔
ڈاکٹر فلامریون کا خیال ہے کہ زہرہ کے پہاڑون کے اکثر سبھی معدنی معلوم ہوتے ہین
اور ابر سے گھیرے رہتے ہین جسکی وجہ سے ہماری گرمی کے زمانہ مین کرہ زہرہ پر ٹھنڈک
ہوتی ہوگی کیونکہ اُسی فصل مین بادلون کی کثرت ہوتی ہے۔
بعض کا خیال ہے کہ کرہ زہرہ کرہ ہوا سے گھرا ہوا ہے وہان کی ہوا ایسی ہی کثیف
معلوم ہوتی ہے جیسے ہماری زمین کی اور اُس کرہ ہوا مین انکسار نور ہمارے کرہ ہوا
کی بہ نسبت کم ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک زاید ہوتا ہے اور قطب جنوبی و شمالی
زہرہ کے برف سے ڈھکے معلوم ہوتے ہین۔ (دائرۃ المعارف)
حکیم ہرشل کا خیال ہے کہ ارتفاع کرہ ہوا کے زہرہ کے پچاس میل کا ہے۔
۸۵— زمین کی مفصل حالت جیالوجی مین انشاء اللہ بشرط حیات بیان ہوگی
مجملاً یہ ہے کہ یہ کرہ آفتاب سے نوکروڑ میل کے فصل پر مثل اور سیارون کے

آفتاب کے گرد گردش کرتا ہے اسکی سالانہ گردش ۳۶۵¼ دونون مین تمام ہوتی ہو
جسوقت حرکت ارض آفتاب سے جانب شمال واقع ہوتی ہے اُسوقت آفتاب
ظاہرا جنوب کی طرف حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جنوبی برجون مین دکھائی دیتا
ہے اسیطرح سے جب حرکت ارض آفتاب سے جانب جنوب ہوتی ہے تو
آفتاب کی حرکت محاذی شمال کیطرف معلوم ہوتی ہے اور شمالی برجونمین آفتاب
نظر آتا ہے۔

۸۶- مریخ یہ سیارہ زمین کے دائرۂ حرکت سے باہر گردش کرتا ہے آفتاب سے
دو کرور اکتالیس ہزار میل کا فاصلہ رکھتا ہے اسکا دورہ سالانہ دو سال مین تمام
ہوتا ہے اور گردش محوری ۲۴ ساعۃ ۳۷ دقیقہ ۲۳ ثانیہ ہے یعنی دن مریخ کا
آدھ گھنٹہ زائد ہے ہمارے دن سے اور قطر زمین سے نصف ہے قطر مریخ کا
جسوقت مریخ اور ارض دونون آفتاب کے ایک ہی جانب واقع ہوتے ہین اور
دونون سیارون مین مواجہ ہوتا ہے تو زمین سے مریخ کا بعد صرف (۱۲-۹) ۳ کرور
میل رہ جاتا ہے اُسوقت مریخ کا بخوبی نظارہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۶۲ء مین
جب مریخ نے کرہ ارض سے مقابلہ کیا تھا اُسوقت اُسکا فوٹو بھی لیا گیا تھا علاوہ
دریا بیابان پہاڑ پارہاے سحاب وغیرہ کے سطح مریخ کے بہت سے حصہ برف سے
ڈھکے ہوے تھے اور جا بجا نہرین بھی نظر آتی تھین جس سے مخلوقات کا پتہ لگتا ہے
مدار مریخ کا اہلیلجی ہے اسوجہ سے کبھی مریخ زمین سے قریب ہوجاتا ہے اور کبھی دور ہوجاتا
ہے مدار مریخ کا سطح خط استوا کی طرف ۲۹ درجہ جھکا ہوا ہے اسوجہ سے فصلین مریخ
کی مثل زمین کی فصلون کے ہین۔ حکیم فانڈیک کا خیال ہے کہ دونون قطبون کے
گرد مریخ پر سفید سطح نظر آئی دیتی ہے جو جاڑون مین بڑھ جاتی ہے اور گرمیون مین کم
ہوجاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونون قطب برف سے گھرے ہوے
ہین اور الہ اسپکٹرسکوپ سے بھی بخارات مائیہ محیطہ کا وجود ثابت ہوتا ہے اور زرد
و سبز دھاریان مریخ کی بری و بحری نشانات بتاتے ہین چنانچہ مقامات بری

بھری سے زاید معلوم ہوتے ہین۔ سطح مریخ پر کئی متوازی خطوط ہین جو نہرین معلوم ہوتی ہین مگر انکا فاصلہ ۷۵۔ اور ۴۰۰ میل ملین کے درمیان پایا جاتا ہے بعض نہرین ایک دوسرے کو قطع کرتی ہین جیسے جال کی رسیان ایک نہر ۲۴ سو میل لمبی ہے یعنے لاہور شہر سے قاہرہ تک لمبی ہے کہین کہین نہرون کے اتصال پر نخلستان سے دیکھائی دیتے ہین۔

مشہور ڈاکٹر ہال صاحب نے واشنگٹن کے مریخ کے دو چاند تحقیق کیے ہین۔

جسوقت آفتاب طلوع کرتا ہے اور غروب کرتا ہے اسوقت اسکی شعاع سطح زمین کے خط مماس کے متوازی پڑتی ہے ظاہر ہے کہ اس حالت مین شعاع آفتاب کو زمین تک پہونچنے مین کرہ ہوا کی بہت سی تھون مین نفوذ کرنا پڑتا ہے جسکی وجہ سے اسکا نور ماند پڑتا ہے اور سرخی شفق مین نمایان ہوتی ہے۔ مریخ کے سرخ نظر آنے کا بھی یہی سبب ہے وہان کا کرہ ہوا جو اسکے ہر چہار طرف محیط ہے۔ عموماً بہت دبیز ہے جسکے سبب سے شعاع آفتاب جب جسم مریخ پر سے منعکس ہوتا ہے تو اسکا نور ماند ہو جاتا ہے اور سرخی پیدا ہوتی ہے مگر یہ کیفیت صرف اسوقت نظر آتی ہے جب وہان کا مطلع صاف رہتا ہے اسلیے کہ جب کرہ ہوا مکدر ہو جاتا ہے اور بارہا ابر و کہر وغیرہ حایل ہوتے ہین تو خرمرج شعاع منعکسہ سے دوسری کیفیت پیدا ہوتی ہے اور مریخ کبھی سفیدی اور کبھی زردی و سرخی مایل ہوتا ہے۔

۸۷۔ مشتری یہ سیارہ نظام شمسی مین کل سیارون سے بڑا ہے اسکا قطر قریب ۸۹ ہزار میل کے ہے یعنی کرہ ارض سے ایکہزار تین سو گنا بڑا ہے آفتاب سے ۴۹ کرور ۵۰ لاکھ میل کا فصل ہے اسکا سالانہ دورہ بارہ برس کا ہے اسکے گرد پانچ چاند دورہ کرتے ہین۔ جس مادہ سے اسکی ترکیب ہوئی ہے وہ مادہ زمین سے (۴۰) درجہ ہلکا اور مادہ مشتری کو مادہ آفتاب سے وہ نسبت ہے جو ایک کو ۱۰۴۹ سے ہوتی ہے قطبون کے پاس سے یہ کرہ چپٹا ہے حرکت محوری اسکی ۹ گھنٹہ ۵۵ دقیقہ مین ہوتی ہے یعنے اسکا دن ہمارے نصف دن سے بھی کم ہے مدار اسکا بہت

کم مائل ہے سطح خط استوا کی طرف جو اس بات کی دلیل ہے کہ فصلون مین تغیر کم ہے اسکے چار چاند ہین۔

ہال صاحب نے مشتری کے قوی نظارہ کے بعد اعلان کیا تھا کہ کرہ مشتری پر خط استوی کے قریب بہت بڑی بڑی دھاریان مختلف رنگ کی معلوم ہوتی ہین جو ایک حال پر نہین رہتین بلکہ رنگ بدلتے نظر آتی ہین ایک ایک دھار کی لمبائی ۲۰۰ ۲ میل تک کی معلوم ہوتی ہے جو تیس دقیقہ مین پھیل جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تغیرات و نیرنگیان بسبب بادلون اور بارشون اور ابخرہ وغیرہ کے نمودار ہین۔ بعض کا گمان ہے کہ یہ نیرنگیان سورج کی حرارت کی وجہ سے نہین ہین بلکہ کرہ مشتری کی ذاتی حرارت ہے اور یہ تغیرات اُن ابخرات کی وجہ سے ہین جو کرہ مشتری سے اُٹھتی رہتی ہین جسے کہ قرص مشتری کا ان بخارات مین چھپا ہوا تھا پھر تھوڑے عرصہ بعد اُنہی مقام پر جہان پوشیدہ تھا معلوم ہونے لگا اور نواحی خط استوا مشتری کے زاید روشن معلوم ہوتے ہین باقی سطوح سے اور بہت بڑے بڑے حلقہ سطح مشتری پر نمودار ہوتے ہین جو مٹتے رہتے ہین اور رنگ برنگی ہوتے ہین بعض روشن بعض تاریک بعض حکماء کا خیال ہے کہ کرہ مشتری چونکہ ہمیشہ ہی وباد سے گلزار رہتا ہے اور اُسکے سطح پر اغلب پانی معلوم ہوتا ہے لہذا اُسپر ذیروح کا ہونا نہین معلوم ہوتا اور اگر ہو بھی تو بحری حیوانات ہونگے۔

۸۸۔ زحل سیارہ آفتاب سے نوے کروڑ میل کے فصل سے گردش کرتا ہے اسکی چال بہت سُست ہے سالانہ دورہ (۲۹) سال کے عرصہ مین تمام ہوتا ہے یعنے سال قریب تیس سال کے ہمارے ہوتا ہے قطر ۷۲ ہزار میل کا ہے اور گردش محوری اسکی ۱۰ گھنٹہ ۱۵ دقیقہ مین تمام ہوتی ہے اور فلک اسکا سطح خط استوا کیطرف ۲۸ درجہ جھکا ہوا ہے جس سے اسکی فصلین مثل ہماری زمین کے ہوتی ہین مادہ اسکا مادہ مشتری سے نصف ہے اور دونون قطبون کے پاس سے $\frac{1}{9}$ درجہ چپٹا ہے۔

علاوہ تین نورانی حلقون کے جو زحل کے ہر چہار طرف محیط ہے اسکے گرد آٹھ چاند دورہ کرتے ہین ابھی تک ان نورانی حلقون کی ماہیت دریافت نہین ہوئی ہے قیاس کہتا ہے کہ اقمار کا ایک جھرمٹ ہے جو زحل کے گرد گردش کرتا ہے یہ تین نورانی حلقہ گرد زحل کے ہین آخری حلقہ کا قطر ایک طرف سے دوسری طرف تک ۱۶۶۰۰۰ میل کا ہے آخری اور وسطی حلقہ زاید نورانی ہے اور وہ حلقہ جو متصل ہے سیارہ سے وہ کمی نور کیوجہ سے بدقت معلوم ہوتا ہے۔
حکیم ہرشل کا خیال ہے کہ زحل کی فصلین مشابہ مریخ کی فصلون سے ہین اور یہ کرہ بھی کرہ ہوا سے محیط ہے اور کرہ بخاریہ بھی ہے۔
بعض حکمار کا خیال ہے کہ زحل مشابہ ہے مشتری سے اور گھرا ہے ابر و بخارات مائیہ سے اور بلندی کرہ بخاریہ کی زحل کے قریب ہزار میل کے ہے۔

۸۹۔ یورنیس جسکو ہرشل نے دریافت کیا ہے یہ ایک ارب چھہتر کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلہ پر آفتاب کے گرد گردش کرتا ہے اسکا سالانہ دورہ ۸۴ برس مین تمام ہوتا ہے بباعث بعد آفتاب کے نور و گرمی اس تک کم پہونچتی ہے قطر اسکا ۳۳۰۰۰ میل ہے یعنے چوگنا زمین سے قطبون کے پاس سے چپٹا ہے گردش محوری اسکی تخمیناً دس گھنٹہ مین تمام ہوتی ہے اور کثافتہ مادہ ۲۳ درجہ ہے کثافت مادہ ارضی سے یعنی کثافت مادہ مشتری سے کچھ ہی فرق ہے اسکے چار چاند ہین۔

۹۰۔ پنچون یہ سیارہ نظام شمسی مین سبع سیارہ کے دائرہ گردش سے باہر دورہ کرتا ہے اور سب سے آخر ہے ممکن ہے اسکے بعد کوئی اور سیارہ بھی ہو سنہ ۱۸۴۶ مین لیوریر صاحب نے یورنیس کی حرکت متزلزلہ دیکھکر اعلان کیا تھا کہ اسکے بعد دوسرا سیارہ اور ہے جسنے اپنے جذب سے اسمین بھونچال پیدا کر دیا ہے اسکا سالانہ دورہ ۱۶۴ سال مین تمام ہوتا ہے آفتاب سے اسکا فصل جسکو تصور کرنے سے عقل انسانی گھبراتی ہے۔ ۲۷۴۶۰۰۰۰۰۰ میل ہے قطر اسکا ۳۶۰۰۰ میل ہے کثافتہ مادہ مثل یورنیس کے ہے اسکا ایک چاند دریافت

ہوا ہے یہ دوری اور ضعف نور و حرارت اسکا سبب ہے کہ اسکے متعلق تحقیقات دشوار ہے۔

۹۱- برکان سیارہ لیور یا صاحب فرانسی نے قبل عطارد کے دریافت کیا ہے لیکن ابتک تحقیق مین نہین آیا ہے۔

۹۲- اخبار و نصوص قرآنی مین صراحت سے بتایا گیا ہے کہ جملہ سیارے مثل ہماری زمین کے ہین بلکہ سیارون کو زمین ہی کہا ہے اور آثار ارضیہ یعنی دریا، پہاڑ، ہوا، بخار، ابر، باد، چاند، و مخلوق ان سب کا آج سے تیرہ سو سال بیشتر وجود بتایا گیا ہے مگر چونکہ صدر اسلام مین نظام بطلیموسی دماغون مین بھرا ہوا تھا ظواہر آیات و اخبار کو بعض تاویلین کر کے مطابق فلسفہ یونانی کر دیتے تھے سوجہ سے حقانیت اس ہیئۃ اسلامی کی پوشیدہ رہی اور واضح نہ ہو سکی جہانتک اخبار و احادیث و نصوص قرآنی کو دیکھو گے پکار پکار کر بتا رہی ہین کہ سبع سیارات پر منحصر نہین ہے بلکہ تمام ستارے زمین ہین اور سب پر مخلوق ذی روح ہے مفصل بیان تعدد عوالم کے باب مین بیان ہوگا۔

باب دسوان دمدار تارونکے بیان مین

۹۳- متقدمین ذوات الاذناب کو کواکب و نجوم نہین خیال کرتے تھے بلکہ حوادث جو سے سمجھتے تھے اور بخار و دھوین کو اسکا باعث خیال کرتے تھے۔
ارسطو و بطلیموس وغیرہ کا خیال تھا کہ بخ دھوان و دھنیات کا ہمارے کرہ زمین سے بعید بلند ہوتا ہے اور کرہ نار جو متصل ہے فلک قمر سے اُسپر پہنچتا ہے اور ہوا ارض مین وہ مادہ دہنیہ رہتا ہے تو اُس کرہ نار سے جو اجزاے دہنیہ جل اُٹھتے ہین اُسوقت آسمان پر خط کی صورت مین آگ لگی معلوم ہوتی ہے اگر مادہ دخانی لطیف ہوتا ہے تو اشتعال آگ کا نظر مین نہین معلوم ہوتا اور اگر مادہ کثیف ہوتا ہے تو جلنے کے بعد معلوم ہوتا رہتا ہے اور بسا اوقات وہ آگ کچھ عرصہ کے لیے

باقی رہی ہے مختلف صورتون پر جو حالت دھوین کی ہوتی ہے وہی شکل اس مشتعل مادہ کی بھی معلوم ہوتی ہے کبھی ومدار اور کبھی مخروطی اور کبھی عمودی شکل اور کبھی جھاڑو کے مانند نظر آتی ہے۔

یہ حکما ان مشتعل مادون کو فلکی نہین سمجھتے اسلیے کہ اُنکے نزدیک افلاک کون و فساد کو قبول نہین کرتا اور یہ مادی حرکت مستقیمہ رکھتے ہین اور اُنمین تغیر و زوال محسوس ہوتا ہے اس رائے سے متقدمین مین حکیم سینکا نے اختلاف کیا تھا اُسکے نزدیک ومدار تارہ اجرام فلکیہ سے تھا۔

متاخرین نے متقدمین کی رائے کو باطل خیال کیا ہے اور کومٹ کو دوسری قسم کا سیارہ قرار دیا ہے جنکا جسم پولا اور ہلکا مثل پارہاے سحاب کے یا دھنی ہوئی روئی کے ہے جو آفتاب کے گرد بے نکان و بے تکلف چکر لگاتے ہین انکو ومدار تارہ کہتے ہین۔

ڈنمارک کا نجومی براہے حکیم المتوفی سنہ ۱۶۰۱ء اول وہ شخص ہے جسنے متاخرین مین اس بات کی تحقیق کی کہ کومٹ سیارہ ہے جو فلک قمر کے اوپر ہے اُسنے کومٹ کے فلک کو مستدیر خیال تھا۔

ڈاکٹر کیپلر جرمنی جو حکیم مذکور کے شاگردون مین سے تھا اسنے اعلان کیا کہ کومٹ مثل چھوٹی بڑی مچھلیون کے اس فضاے نامحدود مین سیر کرتے پھرتے ہین اور رفتار اُنکی خط مستقیم مین ہے رویت کے اسباب ایک قریب آجانا مدار ارضی سے۔ دوسرے بڑا ہونا ہے۔

حکیم نیوٹن، اور حکیم درفل کا خیال ہے کہ افلاک کومٹ کے بیضاوی ہین اور یہ مثل دیگر سیارون کے ہوتے ہین لیکن چند فرق ہین ان سیارون مین اور مشہور سیارون سے۔

ایک۔ سیارات گرد شمس کے دورہ کرتے ہین اور شمس اُن سیارات کے مدارات بیضیہ کے وسط مین ہے۔ اور ذنبات کا دورہ اس طرح سے ہوتا ہے کہ

سورج اُنکے افلاک مستطیلہ کے کسی پہلو مین واقع ہوتا ہے۔

دوسرے۔ مدار سیارات کے بیضاوی ہین لہذا ہر مدار مین دو قطر ہونگے ایک قطر دوسرے قطر سے ربع سے زاید کم نہین ہوتا۔ اور کومٹ کے مدار کا قطر ربع سے زاید کم ہوا کرتا ہے۔

تیسرے۔ اجرام سیارات کے ٹھونس ہوتے ہین اور ٹھنڈے ہوتے ہین اور ذنبات کے اجرام پوپے اور شدت حرارت کیوجہ سے مشتعل ہوتے ہین بسا اوقات گیس اور بخارات اُس سے اُڑتے نظر آتے ہین جو بارہ حصہ زاید قطر کومٹ سے بلند ہوتے ہین۔

نیوٹن صاحب کا خیال ہے کہ سنہ ۱۶۸۰ع مین ایک دمدار تارہ دیکھائی دیا تھا جسکی گرمی اُس لوہے سے جو آگ سے سرخ ہو دو ہزار درجہ بڑھی ہوئی تھی جس سے سمجھا جاتا ہے کہ کئی ہزار سال مین اُسکا جسم ٹھنڈا ہوگا۔

چوتھے۔ افلاک سیارون کے اسطرح سے ہین کہ ایک سیارہ دوسرے فلک مین نہین داخل ہوسکتا۔ اور کومٹ کے افلاک اسطرح سے نہین ہین وہ اسطرح سے رفتار کرتے ہین کہ ہر سیارہ کا مدار قطع کرتے ہوے بیچون سے ہوتے ہوے سورج کے گرد چکر مارتے ہین پھر اسطرح سے ہر ایک سیارے کا مدار قطع کرتے ہوے جہان کے تہان چلے جاتے ہین۔ چنانچہ آجتک کومٹ (۱۲۰۰) شمار ہوے ہین جو آجتک دو ہزار سال کے زمانہ مین دیکھائی دیے ہین اور پھر چلتے پھرتے نظر آئے دیے انہین سے صرف دو سیارون کا دائرہ حرکت دریافت کیا گیا ہے اُنہین سے چالیس سیارونکا مدار جو اس نظام مین داخل ہوے ہین یعنے ایک زمانہ معینہ مین گرد آفتاب کے دورہ کرتے ہین غایۃ درجہ کا بیضاوی اور بقیہ ایک سو ساٹھ سیارون کا مرکز ہمیشہ بدلتا رہتا ہے وہ کسی ایک خاص مرکز کے گرد دورہ نہین کرتے ان سیارون مین بعض کا مدار محدود اور بعض کا جو ایکطرف کھلا رہتا ہے غیر محدود ہے جن سیارون کی چال کی کوئی حد معین نہین وہ اس

نظام مین صرف ایک مرتبہ کے سوا دوبارہ نہین آسکتے اسلیے کہ اُنکی چال سے
صاف ظاہر ہے کہ آفتاب سے پھر قرب نہین ہوسکتا جسطرح سے یہ سیارے
نظام شمسی مین آکر پھر باہر نکل گئے اسیطرح سے ایک نظام سے دوسرے نظام
مین سیر کرتے پھرینگے تا اینکہ ایسے بڑے نظام مین داخل ہون کہ اُسکا آفتاب اپنی
قوت جاذبہ سے انکو روک رکھے اور پھر اپنے نظام سے باہر نہ نکلنے دے خلاصہ
یہ کہ جسطرح سے ہمارے آفتاب نے چالیس چھوٹے دمدار سیارون کو اپنا
مطیع کر رکھا ہے اسیطرح سے ممکن ہے اور آفتاب جنکی جسامت و قوت ہمارے
آفتاب سے کرورون درجہ زیادہ تر ہے ان وحشی سیارون کو اپنے نظام کے
اندر لے لین۔

۹۴۔ کومٹ کی خلقت کے کیا اسباب ہین ہمین بھی متاخرین نے مختلف
اسباب بتائے ہین۔

ایک [illegible] ۔ [illegible] کے شعلون مین سے جدا شدہ شعلہ ہین۔
دوسرے۔ سیارات کے پھٹنے پر اُسکے اجزا غیر منتظمہ حرکت کرنے لگتے ہین
اور وہی اجزا کومٹ ہین۔
تیسرے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ مستقل جرم ہین جو اس فضاء نامحدود مین پھرتے
ہین۔
چوتھے۔ بعض نے کہا ہے کہ نیچون کے اوپر جو سیارے ہین اُنھین کے
کومٹ [illegible] مین لیکن مشہور قول ثالث ہے جو بڑے کومٹ ہین اُنکا اثر سیارونکی
رفتار پر واقع ہوتا ہے اور جو چھوٹے کومٹ ہین وہ خود سیارون سے متاثر
ہوجاتے ہین۔

۹۵۔ اکثر کومٹ جو بلا اعانت دوربین نظر آئے ہین اُنکی دم دس کرور سے
بیس کرور میل تک کی حساب کی گئی ہے لیکن باعتبار اس بزرگی کے مقدار مادہ
اُنمین بہت کم ہے ان کومٹون کا جسم مثل کہر کے بخارات نیم منجمد کا ہوتا ہے

جو بذات خود نور نہین رکھتا بلکہ شعاع آفتاب سے مثل اور سیارون کے روشن
ہوتا ہے تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعض کومٹ جو آفتاب کے بہت قریب
چلے جاتے ہین تاب حرارت نہین لا سکتے اور اُنکے ذرات جسمی اس فضائے
آسمانی مین منتشر ہو جاتے ہین اور شکل بگڑ جاتی ہے کبھی تو بلا دُم کے لنڈورے
اور کبھی ایک دُم کے بدلے دو دُمون کے ساتھ نمودار ہوتے ہین چنانچہ سنہ ۱۸۴۵ع
مین دیکھا گیا ہے یہی وہ دُمدار تارہ تھا جسنے سنہ ۱۸۳۲ع مین اپنی قیامت خیز چال
اہل زمین کو دہلا دیا تھا اسلیے کہ ثابت ہوا تھا کہ اُسکا دائرہ حرکت زمین کے مدار
کو ضرور قطع کریگا۔ ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۸۳۲ع کو نصف شب کے وقت یہ سیارہ زمین کے
مدار کو اس مقام پر جہان زمین بعد ایک ماہ کے تاریخ (۳۰) کو صبح کے وقت
پہونچتی قطع کرتا ہوا صاف نکل گیا۔ یہ سیارہ اُنکلی کے نام سے مشہور تھا جو
قد مین بہت ہی چھوٹا اور وزن مین باعتبار اپنی جسامت کے اور دُمدار ستارون کی
طرح مثل دُھنی ہوئی روئی کے ہلکا اور پولا تھا۔ اسکا دائرہ حرکت زمین کے
مدار کو قطع کرتا ہے۔
مسٹر انکلی نے بعد تجربہ بسیار اعلان کیا تھا کہ یہ کومٹ سنہ ۲۵ سنہ ۲۸ سنہ ۳۲
سنہ ۳۵ سنہ ۳۸ مین متواتر دیکھائی دیگا چنانچہ ہر تاریخ پر دیکھائی دیا مگر وقت معینہ
سے ہر مرتبہ ڈھائی گھنٹہ قبل وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ فضائے آسمان ایک مادہ لطیف
سے مملو ہے اور جسطرح سے ہوا کا کرہ ہلکے اشیار کا مانع حرکت ہوتا ہے اُسیطرح سے
یہ مادہ لطیف اس چھوٹے کومٹ کا بباعث اُسکے ہلکے پن کے مانع حرکت
ہوا اسکی وجہ سے اسکی حرکت مستقیمہ کم ہوتی گئی اور کشش آفتاب کا جسکو اصطلاح
مین میل مرکزی کہتے ہین زیادہ ہوتا جاتا ہے۔
سنہ ۱۸۸۲ع مین ایک دمدار تارہ نکلا تھا جسکی دم دس کروڑ میل کی لانبی تھی فی گھنٹہ
بارہ لاکھ میل کی رفتار سے دفعتًا ہمارے نظام شمسی مین آگھسا باوجودیکہ اُسکا دائرہ
گردش سبعہ سیارہ کے مدارات کو قطع کرتا ہوا اس نظام شمسی مین آیا پھر بھی صاف

بچتا ہوا نکل گیا اور آفتاب سے اتنا آگے بڑھ گیا کہ فی گھنٹہ بارہ لاکھ میل کے حساب سے اسکو پھر اس نظام شمسی کے قریب آتے آتے سات سو سال کا زمانہ گذرے گا۔

۹۶۔ نظام محمدی و ہیئۃ علوی مین بھی ذو ذنب کا ذکر ہے جسکو مفسرین نے خبط و خلط کر دیا تھا۔

(الف) خدا قرآن مجید مین فرماتا ہے "والسماء والطارق وما ادریک ما الطارق" (سورہ طارق) اور قسم آسمان کی اور طارق کی اور تم نہین جانتے کہ طارق کیا شئے ہے وہ ایک ستارہ ہے جو توڑتا ہے۔ دیکھو یہ کونسا تارہ ہے جسکے آسمان کا خصوصیت سے ذکر ہے، جسکا نام طارق ہے، جسکو کوئی نہین جانتا، جسکو ایسا ستارہ کہا ہے جو توڑتا ہے۔ متقدمین نے طارق زحل کا نام رکھا تھا یہ انکی غلطی تھی کیونکہ نہ تو اسکے آسمان مین کوئی خصوصیت ہے نہ وہ ایسا ستارہ ہے جسکو لوگ نہ جانتے ہون بلکہ ہر منجم بلکہ غیر منجم بھی زحل کو جانتے تھے۔ اور نہ زحل کی یہ صفت ہے کہ وہ توڑتا اور پھاڑتا ہو۔ صاف صاف کومٹ کا ذکر ہے جسکا آسمان یعنی مدار نئے ڈھنگ کا مستطیل ہے جسپر وہ حرکت غیر منتظمہ کرتا ہے۔ جسکا نام طارق اس خصوصیت سے ہے کہ طارق اسم فاعل طرق سے ہے راستہ پیدا کرنے والا بیشک کومٹ ہی کا ذکر ہے جو ہر سیارہ کے فلک مین راہ پیدا کرتا ہوا بیچون کے اوپر سے اترتا چلا آتا ہے حتے کہ مدار ارض کو توڑ کر زمین سے لڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ یہ وہی تارہ ہے جسکو کوئی نہ جانتا تھا باوجودیکہ سیارات کی تحقیق و تفتیش ہر فلسفے نے کی مگر کومٹ کو کوئی کوکب نہ سمجھتا تھا ۱۰۰۰ھ کے بعد تیخو براہہ حکیم نے اسکو کواکب مین داخل کیا۔ اسکو توڑنے والا تارہ کہا ہے بیشک کومٹ تارہ بھی ہے اور ہر مدار کو توڑتا چلا آتا ہے اور پھر توڑتا چلا جاتا ہے۔

(ب) جناب امیر علیہ السلام سے تفسیر طارق کی پوچھی گئی فرمایا۔ وہ ایک

خوشنما تارہ ہے آسمان مین - اُسکو لوگ نہین جانتے، طارق اُسکو اسلیے کہا
ہے کہ نور اُسکا ہر آسمان کو توڑتا ہوا ساتون آسمانون کو طی کرکے آتا ہے اور پھر پلٹ
جاتا ہے یہانتک کہ جہان سے آیا تھا وہین پہونچ جاتا ہے (علل الشرایع، بحار،
تفسیر برہان، انوار نعمانیہ) اس بیان سے بھی صاف کومٹ کا پتہ بتایا گیا ہے
اور اُسکے خاص صفات کا ذکر ہے -

ایک - خوشنما تارہ فرمایا ہے - تمام تارے ثوابت و سیارہ ایک شکل و شمایل
ہین بخلاف ذو ذنب کے جو تمام تارون مین خوشنما معلوم ہوتا ہے سر پر ایک
خوشنما تارہ ہوتا ہے جس سے خطوط شعاع مثل سہرے کی لڑی کے دور تک
ساطع نظر آتے ہین اور کسیکی ایسی خوشنما اور بکھری ہوئی شعاع نور کی دم لگی ہوتی
ہے کہ اُسپر طاؤس طناز کا گمان ہوتا ہے یہ دم دس کرور سے بیس کرور میل تک
کی ہوتی ہے -

دوسرے - صفت یہ کہی ہے کہ لوگ اُسکو نہین جانتے - بیشک ذوا ذناب کو
حوادث ارضیہ سے خیال کیا جاتا تھا جناب امیرؑ اول وہ بزرگ ہین
جنھون نے اس کومٹ کو تارہ بتایا ہے اور اسکی تعریف کی ہے اور بعد انکی
تیجوبراہہ وہ حکیم ہے جسنے جناب امیرؑ کی تحقیق سے لوگونکو مطلع و آگاہ کیا -
تیسرے صفت - نور اُسکا ایک ایک آسمان کو طی کرتا ہوا آتا ہے - نور سے
مراد خود جرم منیر کومٹ کا ہے - اسلیے کہ نور تو ہر ستارہ کا ثابت ہو یا سیارہ
ایک فلک سے دوسرے فلک تک پہونچتا ہے اس تارہ کو کیا خصوصیت
ہوگی لیکن چونکہ یہ خود جسم منیر ہے اسلیے اسکو نور سے تعبیر کیا بیشک تارہ پچھلے
فلک کو طی کرتا ہوا زمین کے فلک پر پہونچ جاتا ہے -

چوتھے - صفت یہ فرمائی ہے کہ پھر آنکر پلٹ جاتا ہے اور جہان سے چلا تھا
وہین پہونچ جاتا ہے یہ بھی خاص بات ہے - بیشک کومٹ جہان سے چلتا ہے
پھر وہین پہونچ جاتا ہے -

(ج)۔ امام حسن علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ مین فرمایا ہے کہ پھر باری فرمایا خدا نے آسمان مین چراغون کو ضو اُن چراغون کی محض اُس حصہ مین ہے جو ابتدا رکا ہے اور قرار دیا ہے شہاب کو آسمان کے نجوم ان مصابیح کا کہ جو درخشندہ اور روشن ہین (بحار جلد ۱۴) یہ حدیث صاف ذوذنب کا پتہ دیتی ہے۔ اسلیے کہ ذوذنب مثل چراغ مستطیل کے ہے اور ساری روشنی سرے پر ہوتی ہے جو ابتدا اور سر سمجھنا چاہیے پھر بتایا ہے کہ شہاب ثاقب انھین مصابیح سے بنتے ہین جیسا کہ حکیم سکیاپرلی صاحب نے بھی کہا ہے جب ذوذنب پھٹتا ہے اور اسکی جسمانی ترکیب منتشر ہوتی ہے تو اُسی کے ٹکڑے شہاب ثاقب کہلاتے ہین۔

(د) قرآن مجید مین ہے "فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس" (سورہ تکویر) خنس جمع خانس ہے اور خنوس بمعنے انقباض و استخفا ہے اور کنس جمع کانس اور کانس ہے اور کناس مقر وحش ہے ابن مسعود و نخعی نے کہا ہے کہ مراد اس آیہ مین جنگلی گائے ہے اور عطار و مقاتل و قتادہ نے کہا ہے کہ مراد اس آیہ مین کل کواکب ہین خنوس سے مراد انکا سایہ ہے جو سورج کی روشنی سے پڑتا ہے اور مراد کنوس سے انکا ظہور ہے ضو سے آفتاب کے

بعض نے کہا ہے مراد سبع سیارہ ہین رجوع کواکب کی خنوس ہے اور دن کو سورج کی روشنی کیوجہ سے مخفی ہونا کنوس ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ مراد سبع سیارہ اسطرح سے ہین کہ ہر ایک کا ایک مطلع اور ایک مغرب ہے اور یہ مطلع اور مغرب ہمارے سرون سے قریب ہے ہر ستارہ سال بھر مین اس مطلع اور مغرب سے دوری اختیار کرتا ہے اور دیگر مطالع مین طالع ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ قریب ہوتا جاتا ہے پہلے مطلع سے پس خنوس سے مراد تباعد ہے مطلع سمت الراس سے اور کنوس سے مراد رجوع ہے اس مطلع کیطرف۔

لیکن بظاہر اس آیۃ مین بھی کومٹ مراد ہے اسلیے کہ خنوس کے معنے انقباض و اختفا ہے کومٹ کا جسم پولا اور ہلکا ہوتا ہے مثل دھنی ہوئی روئی کے۔ عرصہ دراز گذرنے پر اسمین انقباض ہوتا ہے اور ٹھنڈک پاتے پاتے پڑی ہتی ہے یہانتک کہ عرصہ دراز مین وہ بھی ایک کرہ بنجاتا ہے اور خفی کیحالت یہ ہے کہ ایک مرتبہ غائب ہوکر ایسا غائب ہوتا ہے کہ فلک نہمون سے بھی گذر جاتا ہے اور پھر نہین دکھائی دیتا۔

اب دوسری صفۃ کو دیکھو وہ بھی کومٹ ہی سے مطابق ہوتی ہے کنس مقوحش کو کہتے ہین جسطرح سے وحشی جانورون کا کوئی معین و مقرر مقروم نہین ہے جسطرف منھ اُٹھا یا نکل گئے جہان پایا پڑرہے وہی حالت کومٹ کی ہے غیر منتظمہ حرکت کرتا ہوا وحشی جانور کیطرح جدھر چاہا چلا گیا جہان چاہا جس نظام شمسی نے دھر گھسیٹا وہین ہو رہے یہ خاص صفۃ کومٹ کی ہے اور تشبیہ تام ہے جو بلا تکلف ہے باقی تشبیہ ناقص ہین لیکن ہم تفسیر بالراے نہین کرتے خدا جانے آیت سے کیا مراد ہے۔

باب گیارھوان شہاب ثاقب کے بیانمین

۹۷۔ متقدمین کے نزدیک شہاب ثاقب زمین کے بخارات لزجہ تھے جنمین دھنیات ہون اور وہ کرہ نار پر جاکر مشتعل ہوجاتے تھے۔

متاخرین کی راے مین بھی اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ کرہ قمر کے آتش فشان پہاڑون کے پتھر اور شعلہ ہین جسکو زمین کھینچکر گرا لیتی ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ جب کوئی سیارہ کسی سبب سے پھٹتا ہے تو اُسکے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے منتشر ہوتے ہین اور وہی شہاب ثاقب ہین۔

بعض کا خیال ہے کہ شہاب ثاقب مستقل سیارے ہین جنکا مادہ ویسا ہی ہے جیسے سیارات کا لیکن اوصاف و نظام مین شہاب ثاقب اور سیارون مین

فرق ہے۔
بعض کا خیال ہے کہ شہاب ثاقب کومٹ کے اجزار ہین جب کومٹ کسیوجہ سے
پھٹتا ہے اور منتشر ہوتا ہے تو اُسکے چھوٹے ٹکڑے شہاب ثاقب کی شکل مین
ظاہر ہوتے ہین اکثر حکمار کا یہی خیال ہے جیساکہ حکیم سکیاپرلی ایطالیہ کا مشہور
مہندس کہتا ہے کہ نیازک کی مدار بالکل کومٹ کے مدار کے مشابہ ہوتے ہین"
اس سے معلوم ہوا کہ دونون کی ایک ماہیۃ ہو۔
مسٹر بارفیل نے بھی حکیم سکیاپرلی کی تحقیقات نقل کی ہے کہ رفتار کومٹ
اور شہاب ثاقب کی ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ
دونون ایک قسم کے ہین۔ کومٹ ایسا جسم ہے جو ادنے درجہ سے حل ہوجاتا
ہے سیارون کے اثر سے اکثر کومٹ پھٹکر ہزارون ٹکڑے ہوجاتا ہے اور
وہ سب ٹکڑے کبھی متصل متصل اور کبھی دور دور اُسی خط مستقیم پر جو مدار ہے
اُس کومٹ کا چلتے نظر آتے ہین مسٹر بارفیل نے اس قول کی تائید مین
بیالا نامی کومٹ کو پیش کیا ہے۔ یہ ہمیشہ ہمکو حرکت کرتا معلوم ہوتا تھا اک
یکایک پھٹکر رجوم و شہاب ثاقب کی شکل مین منتشر ہوا اور بیالا کے مدار پر
یہ سب چھوٹے چھوٹے ٹکڑے حرکت کرتے نمودار ہوے اسیطرح سے اور
بھی کومٹ پھٹتے ہونگے اور رجوم کی شکل مین ظاہر ہوتے ہونگے۔
پیرس کا مشہور حکیم مسٹر کالنار و کہتا ہے کہ وہ کومٹ جنکا مدار شلجمی شکل کا ہوتا
ہے وہ بہت سہولت سے پھٹ جاتے ہین اور انھین کا نتیجہ ہو کہ بعض شبونمین
ہمکو جوق جوق شہاب ثاقب ٹوٹتے نظر آتے ہین۔
بیشک یہ خیال نہایت قوت پکڑتا ہے اُن واقعات سے جو بعض سنین مین
مشاہدہ ہوے ہین کہ شبکو ایک سمت سے دوسری سمت مثل مورو ملخ جوق
جوق شہاب ثاقب جاتے نظر آئی دیے ایک ہی سمت کو انکی رفتار اور ایک
ساتھ قطار باندھکر جانا یہ بتاتا ہے کہ یہ کسی بڑے جسم کے ٹکڑے ہین جو ایک ہی

سمت مین جارہے ہین۔
اور اسیکو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہے جسکو ہمنے دسوین باب آیہ ۹۵
مین نقل کیا ہے۔

۹۸۔ درحقیقت شہاب ثاقب اکثر رات کو مثل شعلۂ آتش کے فضائے آسمانی
مین دوڑتے نظر آتے ہین۔ کسیکی روشنی بالکل سرخ اور کسیکی سفید مائل بزردی و سبزی
ہوتی ہے بعض فوراً غائب ہوجاتے ہین اور بعض کے پیچھے ایک نورانی لکیر مثل
فاسفورس کے چمکتی ہوئی جو کچھ دیر تک قائم رہتی ہے چھوٹتی ہوئی جاتی ہے انکو
شہاب ثاقب کہتے ہین۔ بنابر قول حکماے قدیم یہ بخارات ارضی ہین جو
اُنکے کرہ نار مین پہونچکر مشتعل ہوجاتے ہین۔ لیکن اب اُنکے ایک مدت معینہ تک
دورہ کرنے سے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ بخارات ارضی نہین ہین بلکہ غایت درجہ کے
چھوٹے سیارے ہین جو اس فضاے غیر محدود مین کہین تو منتشر و پراگندہ اور کہین
جوق جوق مثل مور و ملخ سیر کر رہے ہین۔ خدا نے قرآن مجید مین بھی ثواقب کو اجرام فلکی
اور ستارون مین شمار کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکماے متقدمین کا خیال
غلط ہے۔

۹۹۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ فرکشن سے دو اشیاے مادی کے حرارت
پیدا ہوتی ہے کرہ ہوا ایک مادی شے ہے اُسکے فرکشن سے بھی حرارت پیدا
ہوگی مگر مقدار حرارت کو اقسام مادہ اور مقدار فرکشن سے تعلق ہوتا ہے گو کہ ہوا مین
بباعث لطافت کے فرکشن کی قابلیت بہت ہے مگر تاہم توپ کا گولا بسبب
اپنی تیزروی کے ہوا سے جو اُسکی مانع حرکت ہوتی ہے اسقدر رگڑ کھاتا ہے کہ گرمی
کے بسبب آخر سرخ ہوجاتا ہے پس ظاہر ہے جسقدر ویلوسیٹی یعنے تیزروی کسی
چیز کی کرہ ہوا مین زیادہ ہوگی اُتنی ہی آپس کی رگڑ بھی زیادہ ہوگی اور مطابق اُسکے
مقدار کے حرکت پیدا ہوگی۔ شہاب ثاقب کی چال جو کرہ ارض کے قریب آکر اور
زیادہ ہوجاتی ہے توپ کے گولہ سے عموماً پندرہ سو گنا زائد تخمینہ کی گئی ہے پس

ظاہر ہے کہ یہ چھوٹے اجسام مادی جو تمام فضا مین منتشر رہے ہین اتفاقیہ کرہ ہوا مین ہو کر گذرنا شروع کرتے ہین تو ہوا کی رگڑ بباعث تیزروی کے اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ غایت درجہ کی حرارت پیدا ہوجاتی ہے اور بطرح توپ کا گولہ گرمی سے سرخ ہوجاتا ہے اسیطرح یہ چھوٹے سیارے بنی ترکیب کیمیائی آتش شعلہ فشان مادون سے واقع ہے یک بیک مشتعل ہوجانے ہین اور فضاے آسمان مین ایک بقعہ نور نظر آتا ہے۔ ان شعلہ فشان تارون کے نظر سے غائب ہونے کے چند وجوہ ہین۔

ایک۔ جو انمین کچھ بڑے ہوتے ہین وہ کرہ ہوا سے باہر نکل کر فوراً بجھ جاتے ہین اور سیدھی اپنی راہ لیتے ہین۔

دوسرے۔ جو بہت ہی چھوٹے ہین اُنکا ہوا کے کرہ سے باہر نکلتے نکلتے کام تمام ہوجاتا ہے اور جلکر بخارات بنجاتے ہین جسکے سبب سے کچھ دیر تک ایک نورانی خط مثل فاسفورس کے چمکتا نظر آتا ہے۔

تیسرے۔ جب ان پراگندہ سیارون مین سے کسیکی چال سیدھی زمین کیجانب واقع ہوتی ہے اور وہ بہت قریب آجاتے ہین تو کشش ارض سے کھینچکر زمین پر گر پڑتے ہین مگر قبل گرنے کے انکی چال بباعث جذب ارض کے اس درجہ زیادہ ہوتی ہے اور اتنی گرمی بڑھجاتی ہے کہ وہ تاب حرارت نہین لا سکتے اور پھٹکر ٹکڑے ہوجاتے ہین۔ چنانچہ پندرہ ماہ نومبر ۱۸۵۹ء مین اہل نیوجرسی کو ایک بڑا شہاب ثاقب نظر آیا جسکی روشنی اسقدر زیادہ تھی کہ بارہ بجے دن کے تمام فضاے آسمانی سرخ ہوگئی اور بالکل شفق کی سی کیفیت ہوگئی ناگاہ اسکے پھٹنے کی ایک مہیب آواز ایسی آئی کہ بہت سے چھوٹے طیور خوف سے مرگئے یہ تارہ ٹکڑے ہوکر آٹھ میل کے حلقہ مین گرا۔ اسیطرح سے چھ اپریل سنہ ۱۸۵۲ء مین تلور منڈی کے باشندون نے یک بیک قریب دو بجے دن کے ایک بہت بڑی ہولناک آواز جو بقدر ایکہزار توپون کی آواز کے تھی سنی بعد اسکے اسی میل طول مین اور چوبیس میل

عرض مین جلتے ہوے سنگریزون کی بارش ہوئی - ۹ جون ۱۸۶۶ع مین ال ہنگری کو
ایک شہاب ثاقب سیدھا زمین کیطرف گرتا نظر آیا جون جون یہ قریب آتا گیا
زیادہ مشتعل ہوتا گیا حتے کہ اندازا اسی فیٹ کی بلندی پر آتے آتے اسدرجہ حرارت
زیادہ ہوگئی کہ وہ پاش پاش ہوکر زمین پر گرا چھ میل کے حلقہ مین - اسکے پھٹنے کی آواز
عجیب ہولناک تھی منجملہ اکہزار چھوٹے ٹکڑون کے ایک بہت بڑا ٹکڑا جسکا وزن
دس من کے قریب پایا گیا - اس تارے کے گرنے کے بعد یہ کیفیت ہوئی کہ تمام
فضاے آسمانی مین قریب آدھ گھنٹہ کے دھوان چھایا رہا - ان ٹکڑون کے اجزا کو
علم کیمسٹری کے اُصول سے الگ الگ کرکے جانچ کی تو معلوم ہوا کہ انمین کوئی ایسا
مادہ نہین ہے جسکو ہم لوگ نہ جانتے ہون البتہ ان اجزا کی ترکیب کیمیائی یعنی اُنکے
ایک ساتھ ملنے کا ڈھب نرالا ہے علاوہ فاسفورس، مینگنیس، مگنیشیم، سوڈیم،
وغیرہ کے جو بہت جلد تھوڑی سی حرارت سے مشتعل ہوجاتے ہین - لوہا، تانبا، کرومیم،
وغیرہ بھی پائے جاتے ہین - بعض ٹکڑون مین لوہا سو حصون مین سے نوے حصہ پایا
ہے مگر اکثر حصون مین لوہا، فاسفورس اور نکل سے بنا ہوا ایک ایسا مرکب ہے
جو ابھی تک کیمیائی ارضی کی تحقیق سے باہر ہے ان ٹکڑون کے گرم کرنے سے
جو گیسین مثل ہائیڈروجن، کاربن، وغیرہ کے نکلتے ہین وہ کل یہان موجود ہین یہ کل
بیان مطابق ہے ارشاد علوی و نظام مرتضوی سے اسلیے کہ اس حکمت ناموسی
مین کل اشیاے ارضی و سماوی کی ایک ماہیت بتائی ہے اور ایک ہی مادہ ان
سبکی خلقت کا ہے -

۱۰۰ - علاوہ ان پراگندہ اور منتشر تارون کے اور بھی دوسرے قسم کے شہاب ثاقب
ہین جو ایک ساتھ جوق جوق ایک خاص اُصول و قاعدہ سے مدار معینہ پر دورہ کرتے
ہین اکثر علماے ہیئت کا یہ خیال ہے کہ ایسے شہابون کا گروہ بعض دمدار تارون کے
(جنکا جسم مثل ابر کے پولا ہوتا ہے) منجمد ہوجانے سے بنا ہے وہ شہاب ثاقب
جو ایک ساتھ جھنڈ باندھے ہوے فضاے آسمانی مین سیر کررہے ہین انکا مدار

زمین کے دائرہ حرکت کو قطع کرتا ہے۔ اسلیے اسکا دورہ قریب تینتیس سال
کے بعد ہوتا ہے کیونکہ جسوقت زمین چودھوین ماہ اکتوبر کو نقطہ تقاطع پر پہونچتی ہے
اسیوقت یہ گروہ جو تینتیس سال کے بعد اُس مقام کو طی کرتا ہے سیر کرتا ہوا پہونچ جاتا
ہے ان دونون کے درمیان مقابلہ اور مواجہہ حاصل ہوتا ہے پس جسوقت ان شہابون کا
کل گروہ ہوا کے کرہ سے مشتعل ہوکر گذرنا شروع کرتا ہے اُسوقت عجیب وغریب کیفیت
نظر آتی ہے تمام فضاے آسمانی مین ہزارہا شعلہ فشان تارے توپ کے گولہ کیطرح
زن زن ایک طرف سے دوسری طرف گذرتے دیکھائی دیتے ہین گویا کل ستارے
آسمان کے ٹوٹ گئے مگر جب ان شہابون کی قطار ہوا کے کرہ سے گذر جاتی ہے
تو کل کواکب آسمان پر بدستور سے چمکتے نظر آتے ہین۔ اس گروہ کے ہر دورے کا نظر
آنا چند اسباب کے اجتماع پر موقوف ہے اول انکا ہوا سے ہوکر گذرنا شرط
لازمی ہے دوسرے زمین اور شہابون کے گروہ کا نقطہ تقاطع مدارات سے گذرنا ایک
ہی وقت مین ضرور ہے۔ اور یہی اسباب ہین جنکا وجود اتفاقی طور پر ہوتا ہے اگر تمام
اسباب نظر آنے کے ان موقعون پر موجود بھی ہون تب بھی تمام اہل زمین اسکا نظارہ
نہین کرسکتے بلکہ مثل چاند گرہن یا سورج گرہن کے خاص حصون مین دیکھ سکتے ہین۔
کیونکہ کرویت زمین مانع ہے۔ جسوقت سے یہ گروہ نظام شمسی مین داخل ہوا ہے جتنک
آبادن دورے کیے ہین جسکو مورخین لکھتے چلے آئے ہین۔ کانڈی اپنی تاریخ عرب مین
لکھتا ہے کہ تیرہ اکتوبر سنہ ۹۰۲ء مین جس شبکو شاہ ابراہیم بن احمد نے وفات پائی
شہاب ثاقب اسقدر فضاے آسمانی مین ایک سمت سے دوسری سمت جاتے
نظر آئے کہ تمام آسمان شعلہ فشان دکھائی دیتا تھا اسکے قبل اور بائیس دورے
ہوچکے تھے تیئیسوان دورہ تھا جو اہل عرب کو نظر آیا۔ چھبیسوین دورے کے منجمین
و مورخین عرب بالاتفاق ناقل ہین کہ چودھوین ماہ اکتوبر سنہ ۱۰۰۲ء مین بحساب مشتعل تارے
ایک ساتھ جوق جوق قطار باندھے ہوے پچھم سے پورب کیطرف نکل گئے تاریخ مصر
مین ہے کہ ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۲۰۲ء مین جھنڈ کے جھنڈ یکے بعد دیگرے اس قلزم اخضر مین

شناوری کرتے نظر آئے ہین-اسطرح سے بہت سے واقعات ہین یہ تارے
ہمیشہ برج اسد سے آتے نظر آتے ہین اور کرہ ہوا مین ایک ہی سمت مین غول بندھکر
نکل جاتے ہین-بعض اپنی جماعت سے علیحدہ ہوکر منتشر بھی ہوجاتے ہین جب
پہلا دورہ اہل زمین کو نظر آیا اسوقت بارہ اکتوبر تھی ہر دورے کی تاریخ بدلتی گئی
یہانتک کہ سترہ سو سال کے زمانہ مین ایک ماہ کا فرق ہوگیا وہ دورہ جو ۱۸۶۶ء
کے چودہ نومبر کو واقع ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ نقطہ تقاطع روز بروز آگے ہٹتا جاتا ہی
کیونکہ نظام شمسی کے مختلف سیارون نے جنکے مدار کو یہ گروہ قطع کرتا ہوا آفتاب کے
گرد چکر لگاتا ہے اپنی قوت جاذبہ سے اسکو بھونچال مین ڈال رکھا ہے اور چونکہ یہ گروہ
اس نظام مین تازہ وارد ہے اسلیے ابھی اسکے مدار کا جسکو کل کواکب نظام شمسی کے
جذب کا اوسط نتیجہ ہونا چاہئیے تصفیہ نہین ہوا ہے ممکن ہے بعد چندے اسکا دائرہ
حرکت مستقل ہوجاوے اور ہر ایک دورہ جسکو قریب تینتیس سال کے بعد دیکھنے کا موقع
آتا ہے ایک ہی تاریخ مین واقع ہوا کرے-ان شہابون کا اسطرح دورہ کرنا کوئی امر اتفاقی
نہین ہے بلکہ ایک قاعدہ معین و اصول خاص سے رکھتا ہے پس ظاہر ہے کہ انکے
وقوع کو کسی حادثہ عظیم پر مبنی سمجھنا یا زمین کے بخارات مشتعلہ کا شعلہ تصور کرنا جہالت ہے-

۱۰۱-اسلامی تعلیم مین ان شہابون کی نسبت جو کچھ ارشاد ہے وہ بعینہ یہی تحقیق ہے
جو اب تیرہ سو سال بعد سائنس نے دریافت کیا ہے-

(الف) قرآن مجید مین ہے "انا زینا السماء الدنیا بزینة الکواکب وحفظا
من کل شیطان مارد لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ و یقذفون من
کل جانب دحورا (سورہ صافات) ہمنے دنیا کے آسمان کو ستارون سے
زینت دی اور حفاظت کی ہر شریر شیطان سے نہین سن سکتے اوپر کی صحبت
کی باتین اور پھینکے جاتے ہین ہر طرف سے اور ہنکائے جاتے ہین-یہ آیہ صاف
دلالت کرتا ہے کہ سماء دنیا کو جن ستارون سے زینت دی گئی ہے انھین سے
شیطان کی حفاظت کی ہے-شرع کی اصطلاح مین یہ وہ ستارے ہین جنکو رجوم

کہا گیا ہے یعنے شہاب ثاقب کو خدا نے نجم اور ستارہ فرمایا ہے جسمین صریحی تردید فلاسفہ قدیم کی ہے جو نیازکات کو بخارات ارضیہ سے سمجھتے تھے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ رجوم وسیارات کا ایک ہی مادہ ہے۔

(ب) قرآن مجید مین ہے "وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذالک تقدیر العزیز العلیم" (سورہ حم سجدہ) اور ہمنے زینت دی دنیاوی آسمانکو چراغوں سے اور حفاظت کی ہمنے انھین چراغون سے آسمانون کی یہی ہے تقدیر خداوند عزیز علیم کی ہو۔

سماء دنیا کو ان ستارون سے اسطرح زینت دی کہ کرہ بخاریہ جو محیط ہے ہماری زمین کو وہی سماء دنیا ہے اور زینت اسکی شہب ونیازک سے اسطرح سے ہے کہ حکیم فلامریون فرانسی؛ اور فیلکس ورنہ، اور فانڈیک امریکی، وغیرہ قایل ہین کہ یہ شہب ورجوم نہین دیکھائی دیتے اور نہ مشتعل ہوتے ہین جبتک ہمارے کرہ بخاریہ مین آدہمین لہذا معلوم ہوا کہ رجوم ونیازک از قبیل نجوم ہین۔ اور دنیاوی آسمان کو اُن سے زینت ہوتی ہے۔

حفاظت آسمان مین مدخلیت شہاب ثاقب کو بتائی گئی ہے خدا ہی جانے کہ کیا دخل ہے لیکن ممکن ہے اس بنا پر حافظ ہون کہ شہاب ثاقب کومٹ کے ٹکڑے ہین کومٹ سے ہمیشہ اندیشہ کرونسے لڑنے کا ہوتا ہے اگر کومٹ بڑا ہو اور کسی سیارے سے لڑجاوے تو جو طلاطم عظیم برپا ہو نظام عالم مین وہ ظاہر ہے۔ اگر خدا کومٹ کو ایسا نہ بناتا جیسا کہ وہ پولا ہوتا ہے اور جلد مشتعل ہوجاتا ہے تو بیشک بہت خرابیان اور بہت خدشہ رہتے اب چونکہ جسم اُسکا پولا اور ہلکا ہوتا ہے لہذا وہ خود ہی پھٹ جایا کرتا ہے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے شہاب ثاقب کی شکل مین ہوجاتے ہین جس سے جرم کومٹ کا کم ہوجاتا ہے اور سیارے محفوظ رہتے ہین۔ اگر کومٹ نہ پھٹا کرتے تو فضا مین کثرت سے پائے جاتے اور اس آزاد و خود مختار غیر منتظم مخلوق کی کثرت سے سیارون کو چلنے کا راستہ نہ ملتا اُس حکیم عزیز نے یہ تقدیر کر دی ہے

کہ تعداد اُنکی نہین بڑھنے پاتی اور پھٹکر شہاب ثاقب بنجاتے ہین اُنکی وجہ سے
ہر سیارہ کی حفاظت رہتی ہے - اور دنیاوی آسمان یعنے کرہ بخاریہ جو محیط ہو
ہماری زمین کو اُسکی بھی حفاظت رہتی ہے اسلیے کہ اگر شہاب ثاقب کی شکل کومٹ
اختیار نہ کرتے اور برابر کومٹونکا گذر کرہ بخاریہ مین رہتا تو بجاے کرہ بخاریہ کے
کرہ ناریہ ہوجاتا اور سب مصالح اس کرہ بخاریہ کے وجود کے جاتے رہتے
خدا نے کومٹ کی آمدورفت کو شہاب ثاقب کی آمدورفت سے روکا یعنے
کومٹ کو شہاب ثاقب کی صورت مین منتقل کردیا اور دنیاوی آسمان کو بجاے
کومٹ کی آمدورفت کے شہاب ثاقب کی گذرگاہ قرار دیا -

اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ خدا نے ان نجوم نیازکیہ سے آسمانونکی اسطرح سے
حفاظت فرمائی ہو کہ اگر کثرت سے شہب کسی کرہ پر گرتے تو وہ کرہ برباد ہوجاتا
جیساکہ ان شہابون کے گرنے سے درخت ٹوٹ جاتے ہین مکانات گرجاتے
ہین انسان وحیوان مرجاتے ہین اگر سب شہاب ہمیشہ کرون پر گراکرین تو سب
کرے ویران و برباد ہوجاوین خدا نے شہابون کو خلق بھی فرمایا اور اُن سے
آسمانون کی حفاظت بھی فرمائی مراد آسمانون سے کرہ فوقانی ہون -

(ج) ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناها رجوما للشیاطین
(سورہ الملک) اور تحقیق ہمنے زینت دی دنیا کے آسمانون کو چراغون سے اور
قرار دیا چراغون کو شیاطین کے لیے رجم -

"رجم" عربی مین پتھراؤ کو کہتے ہین قبل اس تحقیق جدید کے اگر کوئی کہتا کہ شہاب ثاقب
پتھر کے ہین تو کوئی باور نہ کرتا شہاب ثاقب کو رجم فرماکر خدا نے اُسکی حقیقت بتلائی
ان شہابون سے شیطانون کا رجم ہونا مراد اس سے ممکن ہے یہ ہو کہ شہاب ثاقب
رجوم بالغیب ہین شیطان انس کے لیے اور وہ منجم ہین جو اپنی وضعی قواعد سے
لغویات بکا کرتے ہین -

اور ممکن ہے رجم سے مراد واقعی پتھراؤ ہو جو عذاب کی غرض سے اہالی جن و انس

کیواسطے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید مین ہے ”وامطرنا علیہا حجارۃ من سجیل منضود مسومۃ عند ربک“ (سورہ ھود) ہمنے اُنپر سخت پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے اور اُنپر نشانی بنی تھی اُنکے رب کیطرف سے۔ یہ پتھر حضرت لوط کی بستی پر برسائے گئے تھے جنکی تین صفتین مذکور ہوئی ہین۔

(۱) وہ پتھر سجیل سے تھے سخت پتھر تھے معمولی نہ تھے۔

(۲) منضود تھے یعنے پرت دار تھے۔

(۳) اُنپر قدرتی نشان بنے ہوے تھے حسن اور سُدی نے کہا ہے اُنپر مہر کے سے نشان تھے۔ اور ابن صالح نے کہا ہے کہ مینے ام ہانی پاس اُنمین کا ایک پتھر دیکھا تہا جسپر سُرخ لکیر تھی جزع پتھر کے مانند۔ ابن جریج نے کہا ہے کہ اُسپر ایک نشان تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ زمین کے پتھرون مین سے نہین ہے“

یہ پتھر جو آسمان سے گرتے ہین انکو حجر صاعقہ، حجر قمر، حجر جو، حجر سماوی، حجر علوی وغیرہ کہتے ہین ابتک علما، جیالوجی نے زمین پر کوئی پتھر اُن پتھرون کے مانند نہین پائے ہین اور جہان کہین بھی یہ پتھر گرے ہین سب ایک ہی قسم کے پائے گئے ہین انھین پتھرون سے خدا نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تھا اور یہ وہی شہاب ثاقب کے ٹکڑے ہین جنکو خدا نے عذاب کیواسطے معین کیا ہے جسپر خدا کو عذاب نازل کرنا ہوتا ہے اُنپر یہ پتھراؤ ہوتا ہے اِسکو خدا نے رجم فرمایا ہے وہ قوم جو مستحق عذاب ہے بیشک شیطان ہے اس پتھر سے مرنا دلیل عذاب ہے۔

(شبہ ا) کہا جا سکتا ہے کہ شہاب ثاقب کا پھٹنا اور اُسکے ٹکڑے گرنا اُسکا نتیجہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ درخت ٹوٹ جاتے ہین مکانات گر جاتے ہین انسان وحیوان مرجاتے ہین پس حضرت لوط کی بستی پر پتھر کا برسنا یا اور کسی کا ان پتھرون سے مرنا کوئی نئی بات نہین ہے نہ معجزہ ہو سکتا ہے حضرت لوط کا اور نہ کوئی عذاب کی بات ہے

(جواب) کئی جہتون سے یہ واقعہ معجزہ ہے اور عذاب ہے قوم لوط کے لئے۔
(ایک) قبل ظہور واقعہ حضرت لوط اپنی قوم کو مطلع کر چکے تھے کہ اُنپر عذاب آوے گا۔
(دوسرے) تمام قوم کا ہلاک ہونا اور حضرت لوط کا بچ رہنا اور اُسی بستی کے متصل جاکر ٹکنا یہ خیال کر کے کہ یہان پتھر نہ آوینگے۔
(تیسرے) اسباب موت وحیات کے خالق سے معین کردہ ہین جو سبب جسکے واسطے معین ہے وہ نہین ٹل سکتا اُس سے مخصوص ہے جو لوگ آسمانی پتھر سے مرینگے خدا نے اُس موت کو موت عذاب قرار دیا ہو اجارہ کسکا ہے اُسنے بتا دیا ہے ایسی موت مرنے والا آخرت مین معذب ہوگا یہ موت گناہ گاری کی نشانی ہے جیسے حدیثون مین بتایا گیا ہے مومن کا ہیضہ مین مرنا ثواب شہید مرنے کا رکھتا ہے۔
(شبہ ۲) ان کل آیتون سے تزئین آسمان دنیا کی معلوم ہوتی ہے حالانکہ ہیئتہ مین ثابت ہوا ہے کہ ثوابت کرہ سادسہ وسابعہ وثامنہ مین ہین اُنکی تعداد سیارون سے زاید ہے لہذا سماء دنیا کہنا صحیح نہ ہوگا۔
(جواب) بنا بر فلسفہ جدیدہ نہ سابعہ ہے نہ سادسہ نہ ثامنہ بلکہ ہر سیارہ کا آسمان ہوائے محیط کرہ ہے اور اس نظام شمس مین جسقدر سیارے ہوائے محیط بکوکب رکھتے ہین وہ اُن کواکب کے آسمان ہین اُنین سے سماء دنیا یہ ہوائے محیط بارض ہے جسپر ہم ہین اسکی تزئین بیشک تمام اُن کواکب سے ہے جو ہمارے کرہ سے دیکھائی دیتے ہین اسیطرح سے ہر کوکب کے باشندے آسمان دیکھتے ہین جسطرح سے ہم دیکھتے ہین اور ہر ایک کا سماء دنیا مزین بکواکب ہے لہذا یہ انا زینا السماء الدنیا کہنا تمام ساکنان اراضی کواکب کے لیے صحیح ہے۔
(شبہ ۳) شہاب ثاقب بھی کواکب ہین جنسے زینت سماء دنیا [illegible] اور کوئی

ہین اگر یہی کواکب شہاب ہین تو تارون کا ٹوٹنا غیر مسلم ہے کہ جتنے مرصود ہین ان مین کوئی کمی نہین ہوتی اور اگران کواکب کے غیر ہین تو یہ بھی صحیح نہین ہے اسلیے کہ خدا فرماتا ہے " لقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناھا رجوما للشیاطین " ضمیر ھا راجع ہے مصابیح کی طرف جس سے معلوم ہوا کہ یہی مصابیح رجوم شیاطین ہین اور یہ بھی غلط ہے۔

(جواب) جسم منیر جو عالی مین ہے وہ اہل زمین کیواسطے مصبلح ہے اور وہ دو قسم کے ہین ایک جو مصبلح باقیہ ہین دوسرے وہ فنا ہوتے رہتے ہین جو فنا ہوتے رہتے ہین وہی شہاب اور رجوم ہین لیکن ہین دونون ایک ہی مادہ سے۔

عبداللہ بن سلام یہودی نے جناب رسولخدا صلعم سے سوال کیا۔

سوال ۔ ستارون کی کئے قسمین ہین۔

جواب ۔ تین قسمین ہین۔ ایک وہ ہین جو ارکان عرش مین ہین جنکی روشنی ساتوین آسمان تک پہونچتی ہے۔

دوسری قسم ۔ وہ ستارے ہین جو دنیا کے آسمان مین مثل قندیل کے معلق ہین اور انکی روشنی ساکنان دنیا کیلئے ہے انکے شرارون سے شیاطین مارے جاتے ہین

تیسری قسم ۔ وہ تارے ہین جو ہوا مین معلق ہین اور وہ دریاؤن کے اور جو کچھ دریاؤن مین ہے یا انکے اوپر ہے روشن کرنے کی غرض سے ہین (بحار)

پہلی قسم ثوابت کی طرف اشارہ ہے جو ہمارے نظام شمسی سے خارج ہین اور ہر ایک کا نظام علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہین کہ محدد نظام کون عرش ہے لہذا یہ سب ثوابت اسی نظام کون مین علیحدہ علیحدہ قایم ہین جو گھرے ہوے ہین اسی محدد نظام کون یعنے عرش سے جسکو ارکان عرش فرمایا ہے۔ یہ وہ ثوابت ہین جو ہر ایک اپنے نظام مین سبع سیارہ کے روشن کرنے کی غرض سے ہین جنکی طرف اشارہ ان الفاظ مین ہے کہ " روشنی انکی ساتوین آسمان تک پہونچتی ہے " ہر سیارہ کا کرہ بخار [illegible] سماء ہے اور روشنی و نور بھی ایتھر اور کرہ بخاریہ کی امداد سے پہونچتا ہے

لہذا ہر سیارہ کا آسمان اپنے سورج سے روشن ہوا اور اسکی جہتہ سے ارض
سیارہ بھی روشن ہوئی ساتون آسمان روشن ہوتے ہین پہلے آسمان سے ساتوین
آسمان تک روشنی پہونچتی ہے چونکہ مشہور سبع سیارہ ہین لہذا اتنے ہی آسمان بھی
ہونگے سات کا عدد بسبب شہرت کے فرمایا ہے یعنے جنکو تم آسمان سمجھتے ہو
اور ممکن ہے کہ اور نظامون مین سات ہی سیارہ علاوہ اقمار کے ہون۔
دوسری قسم جو معصوم نے فرمائی ہے شہاب ثاقب و رجوم نیازکیہ ہین جو ہمارا
دنیا مین یعنے ہمارے کرہ بخاریہ مین مثل قندیلون کے معلق ہین کشش سے اور
اجرام کی جو محض سکان ارض کو روشنی پہونچاتے ہین اسلیے کہ وہ ہوا کے فرکشن سے
روشن ہوتے ہین انکی روشنی ہم تک آتی ہے کرہ ہوا کے اوپر وہ روشن نہین
ہوتے۔
تیسری قسم۔ وہ سیارات ہین جو معلق ہین کشش شمس سے ہوا مین یعنے اپنے کرہ ہوا
کے جوف مین کسی جسم مین ٹھکے ہوے نہین ہین جیساکہ متقدمین سمجھتے تھے ان
تینون قسمون کو کوکب کہا ہے اور سب ایک ہی مادہ سے ہین اسواسطے کہ صفات
مین تغایر تھا ائمی مغایرت کو بیان بھی فرمایا ہے اگر مادہ مین بھی مغایرت ہوتی تو وہ
مغایرت بھی ضرور بیان کیجاتی ہے۔
( ) جناب امیر علیہ السلام ایک حدیث طولانی مین فرماتے ہین کہ " اور قرار
دیا ہے خدا نے ہر آسمان مین شہابون کو جو معلق ہین (بحار) اس حدیث سے
صاف ظاہر ہے کہ ہر سیارہ کے آسمان پر یعنے ہر کرہ بخاریہ جو محیط ہو ارض سیارہ کو
اسمین وجود شہب نیازکیہ اور رجوم کا ضرور ہوگا ہمارا ہی کرہ بخاریہ مخصوص نہین جو
جیساکہ متاخرین بھی قایل ہین کہ شہاب ثاقب ایسے اجرام ہین جو اس فضا نامحدود
مین مثل مچھلیون کے تیرتے پھرتے ہین کبھی وہ ہمارے کرہ بخاریہ مین آکر روشن
ہوجاتے ہین کبھی کسی اور سیارہ مین گھس جاتے ہین۔
۱۰۲۔ چاند اور ستارے اور رجوم دنیا کے آسمان کے اوپر ہین (بحار و منثور)

متقدمین فلک دنیا فلک قمر کو کہتے ہین اور فلک قمر اُنکے نزدیک خرق والتیام
نہین قبول کرتا نہ اُسپر اور ستارے ہین نہ اُسکے اندر رجوم داخل ہو سکتے ہین
چہ جائیکہ اوپر چلا جانا فلک قمر سے اور حدیث بالکل اسکے خلاف ہے وہ بتا رہی
ہے کہ قمر و نجوم دنیا زلیہ اور رجوم و شہب ایک ہی آسمان کے اوپر ہوتے ہین
غایت ما فی الباب یہ ہے کہ شہب اس کرہ بخاریہ کے اوپر جہان چاند بھی ہے
روشن نہ ہون لیکن جب وہ کرۂ ہوا مین اُتر آتے ہین تو روشن و مشتعل نظر آتے ہین۔

باب بارھوان تعدد عوالم مین

۱۰۳۔ متقدمین سوائے اس عالم کے اور کسی عالم کے قایل نہ تھے
لیکن ہیئتہ اسلامی بہت سے عالمونکی خبر دیتی ہے اور یہ مسئلہ اسلامی تعلیم مین
بدیہیات سے ہو رہا ہے چنانچہ بہت سی حدیثین اسکے متعلق وارد ہوئی ہین۔
(الف) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے بارہ ہزار عالم خلق
فرمائے ہین ہر عالم سبع سموات و سبع ارضین سے بزرگ ہے ہر ایک عالم
کے لوگ دوسرے عالم کے وجود سے بیخبر ہین۔ (منتخب البصائر خصال بحار
انوار نعمانیہ شرح صحیفہ کاملہ) اس حدیث مین بارہ ہزار اُن ثوابت کا ذکر ہے جو
بزرگی مین ہمارے آسمان و زمین یعنے اس نظام شمسی سے بڑے ہین ایک عالم کو
دوسرے عالم کی خبر نہین اُنکی دوری بیشک اسقدر ہے جسکو عقل بھی ادراک
نہین کر سکتی دیکھنا کیسا ہر ایک پر ایسی مخلوق ہے جو عاقل و فہمیدہ ہے کیونکہ
علم ہونا یا نہ ہونا آثار حیات و عقل و ادراک سے ہے۔
(ب) یمن کا ایک منجم خدمت امام جعفر صادق علیہ السلام مین حاضر ہوا حضرت نے
فرمایا مین تجھکو مدینہ کے اُس عالم کی خبر دیتا ہون جو ایک ساعت مین اتنی سیر
کرتا ہے جتنی سورج ایک سال مین سیر کرتا ہے حتی کہ وہ عالم قطع کرتا ہے بارہ ہزار
عالمون کو تمھارے عالم کے مانند ہین اُن عوالم کے لوگ یہ بھی نہین جانتے کہ

خدا نے آدم و ابلیس کو خلق کیا ہے یا نہین (احتجاج، بصائر الدرجات، بحار، اختصاص)

عالم مدینہ سے اپنے نفس قدسی کیطرف اشارہ ہے اور سیر سے ممکن ہو سیر روحانی ہو یا مثل سیر فلکی کے محض نظر سے ملاحظہ و معائنہ مراد ہو جیسا کہ ہمین صدیون سے نظارہ فلکی اور سیر فلکی کرتے ہین۔

(ج) ایک منجم خدمت امام زین العابدین علیہ السلام مین حاضر ہوا حضرت نے فرمایا مین تجھکو ایسے شخص کو بہچنوا دون جسکی سیر اتنے عرصہ مین جتنی دیر تجھکو میرے پاس آئے ہوئے گذری چودہ عالمون مین ہوئی ہو اور ہر عالم اس دنیا سے تین حصہ بڑا ہے باوجودیکہ وہ عالم اپنی جگہ سے نہلا ہو۔

منجم — وہ کون بزرگ ہے۔

امام علیہ السلام۔ مین ہون اگر تو کہہ تو تجھکو بتا دون تو نے کیا کھایا اور کیا تیرے گھر مین ہے (بحار، بصائر الدرجات، شرح صحیفہ کاملہ، اختصاص)

اس حدیث مین اُن عالمون کا ذکر ہے جو ہمارے نظام شمسی سے بڑے ہین جنکا ادراک ہمارے علم و حواس سے خارج ہے۔ مراد سیر سے سیر روحانی ہے یا سیر بمعنے نظارہ فلکی ہے کیونکہ خود فرمایا ہے کہ "تیرے سامنے موجود ہون اور حرکت نہ کرون"

(د) ابن عباس نے تفسیر "رب العالمین" مین فرمایا ہے خدا نے تین سو دس عالم خلق فرمائے ہین پشت پر کوہ قاف کے اور پشت پر سات دریاؤن کے جو چشم زدن بھی خدا کی نافرمانی نہین کرتے نہ اُنکو آدم کی خبر ہے نہ بنی آدم کی ہر عالم اُنکا تمھارے آدم و اولاد آدم سے تین سو تیرہ درجہ زاید ہے (بحار، تفسیر قمی)

تعدد عوالم کو پشت کوہ قاف پر بتایا ہے ممکن ہے کہ وہ ظل مخروطی زمین کی جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہے اور سات دریاؤن سے مراد سات سیارہ ...

مدار ہین جو ایتھر سے مملو ہین اور اُنکو سات دریاؤن سے تشبیہ دی ہے اس
بیان سے معلوم ہوا کہ یہ عوالم ہمارے نظام شمسی سے خارج ہین۔ اور یہ فرمانا
کہ تمھارے آدم و نبی آدم سے تین سو تیرہ حصہ زاید ہر عالم کی مردم شماری ہو
اس سے یہ مطلب ہے ابتداے آدم سے انتہاے نبی آدم تک جتنی مخلوق
ہوگی اُس سے تین سو تیرہ حصہ زاید آبادی ہر عالم کی ہوگی۔

(۴) جناب رسالتمآب صلعم نے فرمایا۔ خدا نے اٹھارہ ہزار عالم خلق فرمائے
ہین یہ دنیا اُنمین سے ایک عالم ہو (کتاب ابولیث سمرقندی، بحار)

(ف)، ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا مین آپ پر
فدا ہون کیا یہی ہے قبہ حضرت آدمؑ۔

امام علیہ السلام۔ ہان قسم بخدا خدا نے ایسے ایسے بہت عالم خلق فرمائے ہین
اسوقت بھی تمھارے مغرب کی پشت پر انتالیس مغرب ہین اُنمین جمکدار زمینین
ہین جو خلق خدا سے مملو ہین نور الٰہی سے روشنی پاتے ہین بقدر چشم زدن بھی کبھی اُنھون نے
خدا کی نافرمانی نہین کی اُنکو اسکی بھی خبر نہین کہ تمھارے آدم کی خلقت ہوئی یا نہین
(کافی، بحار، بصائر الدرجات) پشت مغرب پر انتالیس مغرب فرمانا اشارہ
اسطرف ہے کہ انتالیس اور نظام شمسی ہین ہمارا حقیقی مغرب جہان اس سورج کی
روشنی کا قطعی اثر نہین اس نظام شمسی کے باہر اور انتالیس مغرب ہین یعنے انتالیس
نظام شمسی ہین۔ اُنکی زمینین مخلوق الٰہی سے معمور ہین اُنھون نے کبھی گناہ نہین کیا
وہ مثل ہمارے شریر الطبع نہین معصوم خلقت ہے اُنکو ہمارے آدم کی خبر نہین
جسطرح سے ہمکو اُس مخلوق کی خبر نہین ہے۔

(ز) امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شب مین آسمان کی طرف نظر فرما کر ابو حمزہ
ثمالی سے فرمایا کہ یہ قبہ فلکی ہمارے پدر بزرگوار حضرت آدم علیہ السلام کا ہے خدا نے
علاوہ اسکے انتالیس اور قبہ خلق فرمائے ہین جنمین ایسی خلقت ہے جنھون نے
طرفۃ العین کبھی گناہ نہین کیا۔ (کافی، وافی، بحار) اس خبر مین ۳۹ انتالیس نظام شمسی کی

خبر ہے جسکی مخلوق معصوم ہے۔

(ح) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے ایکہزار دو سو عالم خشکی مین خلق فرمائے ہین اور ایک ہزار دو سو عالم بحر مین اور اقسام نبی آدم کے ستہر ہین ناس کا اطلاق نبی آدم ہے پر ہے سوائے یاجوج وماجوج کے (کافی، بحار) اس حدیث مین بظاہر اُن عوالم کا ذکر ہے جو نبی آدم سے معمور ہین یعنی ستر قسم کے انسان دو ہزار چار سو بحری و بری عوالم مین آباد ہین باقی عوالم کی مخلوق انسانی مخلوق سے علاوہ ہے۔

(ی) امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر سے فرمایا۔ تو شاید گمان کرتا ہے کہ خدا نے یہی ایک عالم بنایا ہے یا شاید تو یہ سمجھتا ہے کہ تیرے سوا اور کوئی قسم بشر کی خلق نہین ہوئی قسم بخدا خدا نے لاکھ عالم اور لاکھ آدم خلق کیے ہین تم سبکے آخر مین ہو اور یہ سب آدمی تھے (بحار) آخر عوالم سے تاخر زمانی مراد نہین ہے بلکہ ایک تاخر طبعی ہے۔ دوسرے تاخر شانی ہے۔ تیسرے تاخر مکانی ہے وغیرہ وغیرہ نہین معلوم مراد معصوم اس تاخر سے کیا ہے خدا ہی جانے۔

(یا) جناب امیر علیہ السلام نے سرفیل دہقان منجم سے فرمایا کہ ستر ہزار عالم ہین ہر عالم مین ستر ہزار ہر روز پیدا ہوتے ہین اور ستر ہزار ہر شب کو مرتے ہین (انوار نعمانیہ، بحار، احتجاج، شرح صحیفہ سجادیہ)

دیکھو آجکل نقشہ ولادت و فوت بنایا جاتا ہے اسکے موجد بھی یہی حضرات ائمہ معصومینؑ ہین جس طریقہ کو مسلمان بھلا بیٹھے۔ امام علیہ السلام نے منجم سے اُن ستر ہزار عالمون کا ذکر فرمایا ہے جسکی آبادی اتنی ہے کہ ہر روز ہر عالم مین ستر ہزار مرتے اور ستر ہزار پیدا ہوتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اُن عالمونکی آبادی ہماری زمین کی آبادی کے بقدر ہے۔

اور اسی روایت کو دوسری سند سے اسطرح سے لکھا ہے کہ "لاکھ آدمی ہر روز پیدا ہوتے ہین اور لاکھ ہر روز مرتے ہین" اس بنا پر آبادی ہماری زمین سے زاید

لیکن یہ بھی ایک قیاسی بات ہے ٹھیک اندازہ اور قیاس ہمارا اُسوقت صحیح ہوگا
جب ہم فصلون کے تغیرات اپنی زمین کے ویسے ہی قرار دین جیسے اُن کرون پر
ہین ممکن ہے فرق ہو اور سنکھون مین ایک لاکھ روزانہ مرتا ہو - اس کل بیان سے
معلوم ہوا کہ عالم اسی عالم پر منحصر نہین ہے لاکھون اور بھی عالم ہین اور اُنکے اقسام
بھی جدا ہین جنکا قیاس اس عالم پر نہین ہو سکتا -

۱۰۴ - اخبار واحادیث مین تعدد عوالم مین بیحد اختلافات ہین بعض مین چودہ
بعض مین چالیس بعض مین ستر بعض مین تین سو دس بعض مین ہزار بعض مین چار ہزار
بعض مین سات ہزار بعض مین چالیس ہزار بعض مین ستر ہزار بعض مین اسی ہزار
بعض مین لاکھ بعض مین چھ لاکھ بعض مین کرور بعض مین غیر متناہی عالمونکا ذکر ہے
ان اختلافات کو اختلاف بیانی نہ خیال کرو بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایات
مین مقامات اُن عوالم کے مذکور ہین بعض مین اقسام عوالم کا ذکر ہے، بعض مین مجموع
عوالم کا ذکر ہے، بعض مین بر سبیل مبالغہ ذکر ہے - بعض مین مخاطب و راوی تشخیص
محدود نہین کر سکا -

۱۰۵ - یہ کرورون عالم جنکا اخبار مین ذکر ہے کہان ہین -

(الف) خدا فرماتا ہے ”تبارک الذی جعل فی السماء بروجا“ سورہ
خدا با برکت ہے جسنے آسمان پر بروج بنائے - اصطلاح مین منازل آفتاب کو
برج کے ساتھ تعبیر کرنا یہ اصطلاح بعد ہمارے نبی کے حادث ہوئی ہے اور بظاہر
اس اصطلاح کے حدوث کی یہی لم ہے کہ معنے لغوی بروج کے قصور و بناء رفیع کے
ہین تقلید یونانی فلسفہ کی مانع تھی اس امر سے کہ ان لغوی معنون مین استعمال کو مجبور
برجون سے بارہ برج سورج کے مراد لے لین - ہمکو کوئی وجہ نہین کہ ہم اس مجبوری
کو اختیار کرین بیشک برج سے مراد قصور رفیعہ اور شہر و عمارات نجوم کے ہین جو
ہمارے زمین سے یعنے جہتہ فوق مین موجود ہین یعنی کرہ بخار یہ واثیر مین بیشک جن کواکب پر
کرہ بخاریہ محیط ہوگا وہی مسکونیت ذی روح کی صلاحیت رکھتے ہین -

(ب) خدا فرماتا ہے "ومن آیاته خلق السموات والارض وما بث فیهما من دابة (سورہ) خدا کی نشانیوں مین سے آسمان وزمین کی خلقت ہے اور وہ مخلوق جو آسمان وزمین مین از قسم دابہ ہے۔ آسمان ہر بلندی کو کہتے ہین لہذا تمام کرات فوقانی زمین ہین اور دابہ لغۃ عرب مین زمین پر چلنے والے کو کہتے ہین تیرہ سو سال پیشتر بتایا گیا ہے کہ جسطرح سے یہ زمین حیوانات بری بحری رکھتی ہے اسیطرح سے اور کرون پر بھی ذیروح موجود ہے۔

(ج) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "لوگ گمان کرتے ہین کہ آسمان ویران وغیر آباد ہین انمین کوئی ایسی شے نہین ہے جو لایق توصیف ہو (احتجاج) صاف بتایا ہے کہ اس فضا، نامتناہی مین لاکھون عالم مثل اس عالم کے آباد ہین۔

(د) ایک حدیث طولانی مین کعب الاحبار سے امام حسن علیہ السلام نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ "ہر ستارہ آسمان کے ستارون مین ایسا ہے جیسے زمین کا بہت بڑا آباد شہر (بحار، تفسیر فرات) اس حدیث مین مساحت وطول سے تشبیہ نہین ہے بلکہ آبادی سے تشبیہ ہے اور یہ بتایا ہے کہ ستارے مخلوق ذیروح سے آباد ہین۔

(ﮧ) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ ستارے جو آسمان پر معلوم ہوتے ہین یہ سب شہر ہین مثل اُن شہرون کے جو ہماری زمین پر آباد ہین ہر شہر ایک عمود نور سے بستہ ہے طول ہر عمود کا آسمان مین دو سو پچاس سال کی راہ ہے الحدیث (تفسیر قمی، بحار، مجمع البحرین) صاف بتایا ہے کہ یہ ستارے جو افق مین روشن وتابان نمودار ہین سب شہر واراضی معمورہ ہین عمود نور سے مربوط ہونا اشارہ قوت جاذبہ شمسی کی طرف ہے یعنی ہر ستارہ جذب مرکزی سے سورج کے معلق ہے اور وہ خط عمودی جاذبیۃ شمس کا عمود نور سے تعبیر ہوا ہے۔

(و) امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو بصیر نے روایت کی ہے۔ فرمایا

ساتون آسمانون مین کوئی آسمان ایسا نہین ہے جسپر مخلوق خدا نہ ہو اور مابین افلاک بھی مخلوق ہے پھر ابو بصیر نے عرض کی زمین کی حالت کیا ہے فرمایا پانچ زمینون مین خلقت ہے اور دو مین کوئی نہین ہے (بحار) آسمان سے مراد اگر کرات فوقانیہ ہین تو مابین آسمان سے مراد کرہ بخاریہ وہوائیہ ہوگا اور اگر آسمان سے مراد کرہ بخاریہ وہوائیہ ہے تو مابین سے مراد کواکب ہونگے اس حدیث مین خلقت سے مراد ذیروح ہے حیوانی ہو یا انسانی بیشک کرہ ہوا بھی ذیروح سے خالی نہین جسطرح کواکب ذیروح مخلوق سے آباد ہین اور چونکہ مشہور اُسوقت سبع سیارہ تھے لہذا اراضی سے مراد ارض سیارہ ہوگی اور چونکہ وہ لوگ چاند و سورج کو سیارہ سمجھتے تھے عجب نہین ان دو کی نسبت عدم خلقت کا ذکر ہو جیساکہ جدید تحقیق مین بھی مشہور ہے کہ سورج و چاند ویران ہین اور ممکن ہے ارض برکان و ارض عطارد مراد ہو واللہ یعلم بحقیقۃ الحال۔

(ز) مثنی حناط نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آسمانون کا حال پوچھا حضرت نے فرمایا سات آسمان ہین اور کوئی آسمان ایسا نہین ہے جو مخلوق نہ رکھتا ہو اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے مابین بھی مخلوق ہے یہان تک کہ ساتوین آسمان تک کی یہی حالت ہے پھر اُنھون نے زمین کیحالت پوچھی فرمایا زمین بھی سات ہین پانچ زمینون مین مخلوق خدا ہے اور دو مین ہوا ہے اور کوئی شئے مخلوق نہین ہے (بحار) اس حدیث سے دو اُن سیارون کا پتہ لگتا ہے جنمین مخلوق ذیروح نہین ہے صرف ہوا ہے وقت ارشاد اُن دو سیارون کا کرہ ہوائیہ و بخاریہ سے معلوم ہوتا ہے ممکن ہے اب اُنمین صلاحیت سکونت مخلوق کی پیدا ہوگئی ہو اور مراد اُنسے اراضی برکان و اراضی عطارد ہو

۱۰۶ـ جو کچھ اخبار و احادیث مین بتایا گیا ہے وہ بلا تاویل صاف و واضح طور پر اس امر کی دلیل ہے کہ یہ ستارے سب آباد ہین اور لاکھون عالم ان مین بستے ہین البتہ دو ستارون کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ وہ غیر آباد ہین حکمائے متاخرین

مین بعض قایل ہین کہ سورج، عطارد، برکان، زحل، یورنیس، نپچون، غیر آباد ہین انکا
خیال یہ ہے کہ سورج بسبب حرارت ذاتی سکونت کی صلاحیت نہین رکھتا
اور عطارد و برکان قرب آفتاب کی وجہ سے اسقدر شدید حرارت رکھتے ہین
کہ ذیروح کا اُسپر وجود ممکن نہین - اور زحل و یورنیس و نپچون بعد شمس کی وجہ سے
اس حد پر ٹھنڈے ہین کہ کوئی زندگانی باقی نہین رہ سکتی -

ہمارے نزدیک متاخرین کا یہ خیال اور قیاس غلط ہے کئی وجہون سے -
ایک - کوئی سیارہ ہمیشہ ایک حالت پر نہین رہتا کسی زمانہ مین بجد گرم کبھی
زمانہ مین بجد سرد کسی زمانہ مین معتدل ہوتا ہے یہ قیاس غلط ہے کہ ہمیشہ سیارہ کو
ایک حالت پر قیاس کرین ممکن ہے کیسوقت صلاحیت سکونت کی نہ ہو پھر
ایک عرصہ دراز گزرنے پر صلاحیت پیدا ہو جاوے یا اب ہوا اور آیندہ نہ ہو -
دوسرے - سیارون کا گرم و سرد ہونا منافی خلقت کے نہین ہے بیشک
ایسی مخلوق ہو سکتی ہے جو خاصیت و مزاج مین اُس کرے کے مشابہ ہو البتہ
خلاف طبع کرہ مخلوق کا وجود محال ہے جیسا کہ ہمارے کرہ کے خط استوی کے
قریب کی مخلوق کیسی قوی اور موٹی جلد کی ہے جو اُس گرمی کو کس تحمل سے برداشت
کیئے ہوے ہے اور ہم اُسکا تحمل نہین کر سکتے پس اپنی حالت پر دوسرے کو
قیاس کرنا بے محل ہے - اسیطرح سے قطب جنوبی و شمالی کے قریب کی مخلوق
وہان کی سردی کی کیونکر متحمل ہے جسکا ہم تحمل نہین کر سکتے پرانے برف کے
کھتون مین کیڑے کیونکر زندہ رہتے ہین جو تھوڑی ہوا لگنے سے مرجاتے ہین
مچھلی گھونگا سیپ پانی مین کسطرح سے زندہ رہتے ہین اور ریت مین مرجاتے
ہین انسان پانی مین نہین رہ سکتا بچہ شکم مادر مین غلافون اور تہون مین جھلیونکی
لپٹا ہوا نو دس ماہ کسطرح سے زندہ رہتا ہے وجہ یہی ہے کہ قابلیت و استعداد
ہر ایک کی جدا ہے -

تیسرے - محض سورج سے قرب و بعد حر و برد کی کمی زیادتی کا سبب نہین ہو سکتا

بھی دیگر اسباب خارجی شریک ہوکر مزاج بدل دیتے ہین جیسے لطافت و کثافت ہوا کی ہمالیہ کی چوٹیون کو دیکھو گو یا وسط منطقہ حارہ مین ہین لیکن ہمیشہ وہ چوٹیان برف سے ڈھکی رہتی ہین اور دامن کوہ مین یا جنگل یا صحرا باوجود نشیب ہونے اور آفتاب سے دور ہونے کے پھر بھی گرم رہتی ہین پس ممکن ہے جو سیارے سورج سے قریب ہون اُنکے ساتھ دیگر اسباب خارجیہ بھی ہون ابر کا محیط ہونا ہوا کا لطیف ہونا یا خود سیارے کی برودت ذاتی رکھنا فصلون کو معتدل کردے اسیطرح سے جو سیارے دور ہین آفتاب سے اُنکے اجسام ذاتی کی حرارت ہو ہوا وہان کی کثیف ہو کثرت ابخار سے گرمی ہو جسکی وجہ سے وہانکی زمین معتدل ہو لہذا یہ کہدینا کہ ان سیارون پر مخلوق نہین بلا دلیل ہے یہی وجہ ہے کہ حکیم ہرشل اور اراغو سولج تک پر ذیروح کے امکان کے قایل ہین اور عطارد پر بھی ذیروح کا وجود بتاتے ہین حکیم فونتل صاحب کا خیال ہے کہ کرہ عطارد کی مخلوق بہت چھوٹی جگہ مین آباد ہے کیونکہ بہت چھوٹے قد کی مخلوق ہے اور حرارت شمسی کی تیزی کی وجہ سے مجنون معلوم ہوتی ہے اور یہ لوگ مثل ملائکہ کے ہین جو پردار مخلوق معلوم ہوتی ہے اور جو فضا مین اوڑتے نظر آتے ہین جو قد و قامت مین ہمسے چھوٹے معلوم ہوتے ہین۔ (سیاحت عطارد مولفہ فونتل صاحب مطبوعہ سنہ ۱۷۵۰ء)

ڈاکٹر ہوک امریکی کا خیال ہے کہ عطارد کی ذیروح مخلوق ارضی مخلوق سے زیادہ ترقی یافتہ ہے جسمانی اور عقلی حیثیت ہے۔

حکیم ہوک صاحب زہرہ پر بھی ذیروح کے وجود کے قایل ہین۔

حکیم فلامرون فرانسی نے کہا ہے کہ مریخ کی مخلوق متمدن مخلوق ہے اور کامل ہے صنایع مین۔ ڈاکٹر میکائیل کا بھی یہی خیال ہے کہ وہ ذیروح اسیطرح سے چلتی پھرتی ہے جیسے ہماری زمین کے باشندے اُن لوگون نے اپنے کرہ پر چشمہ اور نہرین بنا رکھی ہین۔

ہوک صاحب کا بھی یہی خیال ہے کہ مریخ کی مخلوق ہمسے زیادہ عقلمند ہے اور چونکہ مریخ کی عمر ہماری زمین سے زاید ہے اور وہ زمین سے پہلے سرد ہو چکا ہے لہذا اُسپر انسان ہماری ارضی مخلوق سے پیشتر خلق ہوا ہے اور اُسکی ترقی ہماری ترقی سے زاید ہونا چاہیے۔

سر آلیور لاج اہل مریخ کی شکل وصورت کی نسبت لکھتا ہے کہ منہ انگریزی حرف V کی طرح سے ہین اور انکو بہت دیو قد اور شہزور سمجھتے ہین کیونکہ انکی کشش ثقل کرہ ارض کا ایک تہائی حصہ ہے۔

ویلز نے بھی اپنی کتابون مین اہل مریخ کی یہی شکل بتائی ہے اس کتاب کا نام "وار آف دی ورلڈس" (یعنے مختلف دنیاؤن کی جنگ آرائی) مصنف کتاب لکھتا ہے کہ "منگل یعنی مریخ سے چند آدمی دہات کے ٹھوکھلے لمبے گولون کے اندر بند ہو کر آئے اور انگلستان مین حملہ کیا ان چند آدمیون کا مقابلہ نہ ہو سکا کیونکہ اُنکے پاس ایک ایسا آلہ تھا جس سے وہ چند منٹ مین میلون تک آگ لگا دیتے تھے آخر کار آب وہوا کی ناموافقت کے سبب سے مرگئے۔

بعض حکما باشندگان مریخ کو بن مانس کی اور بعض ریچھ کی شکل کا بتاتے ہین انسان کو یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ مین ہی تمام عالم مین اشرف المخلوقات ہون اسکی ہمسری اور رقابت کے لیے مریخ اپنی آبادی پیش کرتا ہے اگر وہ اس دنیا پر حملہ آور ہون تو یہان کے لوگون کا ناس کر دین جیسا کہ خدا فرماتا ہے "انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین (سورہ انفال) ہمنے تمہاری مدد کیواسطے ہزار ملائکہ آگے پیچھے بھیجے۔ یہ رسولؐ سے ارشاد ہے جن ملائکہ نے تمام لشکر کفار کا خاتمہ کر دیا تھا۔

یہ مخلوق آب وہوا کی برداشت نہین کرسکتی اگر وہ چند روز یہان رہین تو دم گھٹکر مرجاوین اسکو خدا فرماتا ہے "قل لوکان فی الارض ملٰئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا (سورہ اسری) کہدو اُنسے اگر زمین [illegible]

کے ساتھ چل پھر سکتے تو ہم بنی آدم پر آسمان سے ملک کو رسول بنا کر بھیجتے۔
یہ بے اطمینانی اُنکو آبی ناواقفیت آب وہوا کی وجہ سے ہے۔
بعض حکماء کا خیال ہے کہ مریخ پر وزن ہر شئے کا زمین سے ثلث رہجاتا ہے لہذا وہان کے باشندے بہت ہلکے ہونگے۔
ڈاکٹر لوئل صاحب امریکی نے بھی ۱۹۰۶ء مین ایک کتاب مریخ کے حال مین لکھی ہے جسمین مخلوق ذیروح و عاقل کا وجود ثابت کیا ہے لیکن ڈاکٹر ولسن صاحب نے تردید کی ہے اور اُنکے نزدیک مریخ پر پانی نہین ہے لہذا کوئی وہان ذیروح نہین ہوسکتی۔ پھر مسٹر سلیفر صاحب نے سپایکٹر سکوپ سے تحقیقات کر کے کرہ مریخ پر بخارات مائیہ کا وجود ثابت کیا اور جب پانی ثابت ہوا تو مخلوق ذیروح کے وجود کا بھی کوئی مانع نہ رہا۔
مسٹر لوئل صاحب نے ایک اور مدلل کتاب مریخ کی مخلوقات کے اثبات مین لکھی ہے صاحب عقل و فطانت لکھا ہے۔
ڈاکٹر ولف صاحب المانی کا خیال ہے۔ چونکہ روشنی سورج کی کرہ مشتری پر کم پہونچتی ہے لہذا وہان کی مخلوق بہت تیز نظر ہوگی اور بہت قدآور۔
بعض حکماء کا خیال ہے کہ نظر مین مشتری اگرچہ بہت چھوٹا سیارہ معلوم ہوتا ہی لیکن وہ زمین سے بہت بڑا ہے اور اُسپر ہوا پانی ابر و باران سب کچھ ہوتا ہے پس جو شخص مشتری کی بزرگی پر نظر کرے اور اس بات کو دیکھے کہ اُسکے چار قمر ہین تو کیونکر ہے اُسکو اس بات مین شک ہوسکتا ہی کہ مشتری باوجود اس وسعت کے غیر آباد ہے باوجودیکہ زمین ایسا چھوٹا سیارہ آباد ہو اور مشتری ویران ہو دیکھنے والا حالات ارضی کا یہ سمجھتا ہی کہ خدا نے کوئی شئے اسکی عبث و فضول نہین بنائی تو پھر اتنا بڑا کرہ مشتری کا عبث و فضول کیون بنا گیا۔
مسٹر ہمفری ڈلفی کا خیال ہو کہ سکان ارض زحل فضا مین اُڑتے نظر آتے ہین اور اُنکے رنگ یا سنجابی ہین یا گلابی ہین اور غذا اُنکی عنصری رقیق مثل گیز کے ہوتی ہے بڑے جسیم لوگ ہین جو فض[illegible]ت ابر مین اُڑتے نظر آتے ہین۔

ڈاکٹر نیقولا کلیمیوس نے مخلوقات بیچون کو بنائی انسان کہا ہے۔
المختصر یہ تھے اقوال حکماء حال کے نسبت مخلوقات کواکب کے اور انسے بیشتر تیرہ سو سال
ہیئۃ اسلامی پکار پکار کر تعدد عوالم اور آبادی کواکب کی خبر دے رہی تھی جسپر فلاسفہ یونان ایمان
نہ لائے تھے جو انکی جہالت کی دلیل تھی دیکھیں حال کے فلاسفر اس الہامی تعلیم کا کب
صدق دل سے کلمہ پڑھتے ہیں خدا جلد وہ زمانہ بھی لاوے آمین۔

تمت

درد دل

مسلمانو! جو کچھ خدمت اسلام ہمنے کی اور کر رہے ہیں اُس سے اب ایک دنیا واقف ہوتی
جاتی ہی لیکن ہمارے باہمت مسلمانون نے اس دینی خدمت میں جو کچھ ہمارا ساتھ دیا اُسکے
اظہار سے شرم آتی ہی جن کتابونکے ذخیرہ کی اس امر اہم کیواسطے ضرورت تھی اُنمیں سے ایک کتاب بھی
ہمکو میسر نہوئی طبع واشاعت اور بعد طبع واشاعت خریداری کتب جو کچھ فرمائی وہ ظاہر ہے
اس امر عظیم کیواسطے اطمینان اور فارغ البالی کی جسقدر ضرورت تھی وہ مفقود آجتک تو کسی نے
نہ پوچھا کہ یہ سلسلہ تصنیف کیونکر جاری ہے اور کسطرح کتاب لکھی جاتی ہے [illegible] ہم کرنے کو
تیار ہین کہ تصحیح و مقابلہ کاپی و پروف تک کا تنہا ہمنے کیا اور لیسنے اتنی بھی مدد نہ کی شاباش
مرحبا یہی جوش مذہب یہ ہے ہمدردی دینی۔ مسلمانو- غیر مذاہب لو [illegible]
چھوٹے کامون میں سب کے سب کسطرح سے ہمدل وہمزبان ہوتے ہین
اپنے اسلاف کی سیرت پر نظر کرو تاریخین پڑھو فلسفہ قدیم کے مقابلہ کے لیے جو شخص
آمادہ ہوتا تھا تمام قوم، حکومت، وسلطنت کسطرح سے اُسکی حمایت کرتی تھی اُس وقت
دین تمہارا دہریون کے ہاتھ سے بچا اب کیا ہو گئین ہمتین تمہاری کیا ہو گئین غیرتین ہر روز
اسلام پر تمام دنیا کے حملہ ہوتے ہین خود مسلمان ہی پنجہ جھاڑ کر اسکی تباہی کے پیچھے
پڑے ہین کوئی ایسا نہین جو اسلام کی غربت پر دو آنسو بہاوے۔
ہمسے سنو جو کام لاکھون کی امداد سے ہوتا اُسکو ہمنے خدا کی تائید سے فاقہ کر کے کر دکھایا
جس کام کے لیے قوم کی ایک بڑی جمعیت کی شرکت کی ضرورت تھی [illegible]

مشت استخوان نے کردیا۔ یہ بین دلیل صداقت اسلام کی نہین تو کیا ہے۔

مسلمانو۔ یہ زمانہ بیداری کا ہی اسلام کی حمایت کا ہی، خدا کی نصرت کا ہی دل و زبان ہاتھ پیر اور تمام قوائے جسمانی سے مدد کروگے تو بیڑا پار ہی ورنہ یہ ناؤ جو سفینۂ نجات ہے ڈوبا چاہتی ہی۔

مسلمانو! ضرورت ہے کہ لگاتار تصنیفین کرو غیر قومون تک انکو پہونچاؤ جلسہاے وعظ قایم کرو انجمنین کانفرنسین اسلام کی تائید مین بناکرو یہ زمانہ سکوت کا نہین ہے

ہمکو بڑی خوشی تھی کہ شیعہ کانفرنس نے امامیہ مشن جاری کرنے کا قصد کیا ہے ہمکو اُسکا ممبر بھی منتخب کیا تھا قریب سال ہونیکے آیا ابتک تو کچھ ظاہر نہ ہوا

اب اسی لکھنؤ مین ایک انجمن بنام انجمن معین الاسلام چند جوشیلے جوانون نے قایم کی ہے جسکے اغراض و مقاصد سب بہت اچھے ہین علماے علام کے تصانیف اردو زبان مین شایع کرنا لکچرار و دینی واعظ فراہم کرنا قوم مین تہذیب اخلاق و اتفاق و دینی خیالات کی تعلیم دینا، صیغہ تعلیم الاطفال بذریعہ سنڈے اسکول کے جاری کرنا یہ سب اُسکے مقاصد ہین جسکے آنریری سکرٹری ہمارے دوست مرزا محمد عالیقدر صاحب فوٹوگرافر ہین لیکن قوم کی عدم توجہی ہمکو مایوسی دلاتی ہے اور ہماری قوم کا کوئی کام سنورتے نہین [illegible] ہوتا کاش قوم اب بھی ہوشیار ہو خواب غفلت سے بیدار ہوکر کانفرنس کے ارکان اس دینی سکشن کو عملی جامہ پہنادے یا اس چھوٹی سی انجمن کی دستگیری کرکے اسکی ضرورتون کے پورا کرنے کے قابل بنادے مگر ہمکو سخت مایوسی ہے ہر چہار طرف خموشی کی گھٹاؤن نے ہمکو مایوس کردیا اور ہمکو یقین ہے کہ اسلامی کشتی کا ناخدا جبتک اس ظلمتکدہ کو اپنے جمال جہان آرا سے منور نہ کریگا ہماری سوئی قوم اب نہین چوکنے کی ہرگز نہین چوکنے کی اللھم عجل فی فرجہ و سہل مخرجہ۔

السید احمد بن حضرت شمس العلماء السید محمد ابراہیم طاب ثراہ

[illegible] دفتر لکھنؤ۔ رکاب گنج قدیم ہے۔

فہرست مضامین کتاب فلسفۃ الاسلام جلد ہیئتہ

باسمہ سبحانہ ولہ الحمد (اعتذار) حضرات - یہ کتاب فلسفۃ الاسلام کی چوتھی جلد ہو رہی ہے جسکے طبع ہونیکے زمانہ مین ہم دفعتاً عازم عتبات عرش درجات ہوے اور اپنی تنہائی کی کثرت کار کی وجہ سے پورا انتظام تصحیح کتاب کا نہ کر سکے اور ضرورت اسکی ہوئی کہ بعد ہمارے کتاب مین غلطنامہ شامل کیا جاوے جسکا انتظام مطبع کیطرف سے ہوگا سب اہمیت مسلمانو کیا اس عذر لکھنے کی ہمکو ضرورت ہوتی اگر ہماری قوم مین کچھ بھی ہمدردی ہوتی ؟ ہرگز نہین - دیکھین باقی جلدین اس کتاب کی کس مبارک ہاتھ کی اعانت سے طبع [illegible]

[illegible] الخ

صحت نامہ فلسفۃ الاسلام جلد ۴ فن ہیئت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۲	موناٰنوس	موتنانوس ح	״	۵	یج	یج
۳	۱۰	بوجی	بوجی	۱۱	۱	قمرمین	قمربھی
۴	۱۶	شکا	شکا	״	۲۳	فلکی سے	فلکی ہے
״	۱۷	شل	شل شاخ کے	۱۲	۵	بھی	یہی
۶	۱۱	جریان	جَریان	״	۱۰	انتشرت	انتشرت
״	۲۱	(ع)	(ح)	״	۱۲	نہ روشنی	روشنی
۷	۸	یعنے	یعنے جو	״	۱۹	نے عیوق	عیوق
״	״	اور	ہے۔	۲۰	۵	زمینین	زمینین
״	۱۲	ستارے	سیارے	״	۲۲	(ع)	(ط)
״	۲	بناپر تمام	بناپرکہ تمام	۲۱	۲۳	ففتقکا	ففتقنا
۸	۱۸	تمام	تمام	۲۴	۹	گیئر	گنیر
״	״	ایسی	اسی	۲۵	۴	سع	سبع
۹	۱	اونسے	اوسنے	۲۷	۴	رات کے	رات سے
״	۱۲	حوست	حرکت	״	۲۰	وتسویہ	کہ تسویہ
״	۱۹	افلاک	افلاک	۲۸	۶	ذلک مع	ذلک سے مع
״	[illegible]	مین	مین	۳۲	۴	متحیر	متحجر
[illegible]	۲۱	[illegible]	بصر بھی ہے	״	۱۹	جسکے	جسکی
[illegible]	۱	[illegible]	مین اور اونکے افلاک بھی متحرک مین اور یہ	۳۲	۱۵	حسین ن خالد	حسین بن خالد